لسانیات کے بنیادی اصول

ڈاکٹر اقتدار حسین خاں

EBH

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

کتاب کے بارے میں:

"اُردو میں لسانیات پر تصانیف کا فقدان ہے، بالخصوص جدید لسانیات پر چند مضامین، دو ایک تصانیف اور بعض ترجموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا۔ اِس لحاظ سے ڈاکٹر اقتدار حسین خاں کی موجودہ تصنیف "لسانیات کے بُنیادی اصول" ایک قابلِ قدر اضافہ ہے.... یہ ایک نیک فال سے کم نہیں کہ لسانیات کے لئے تربیت یافتہ اساتذہ نے اپنے علم کی اشاعت کے لئے اُردو میں قلم اُٹھا لیا ہے اور اس طرح ایک بڑی درسی ضرورت کو پُورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

پروفیسر مسعود حسین خاں

سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ

پروفیسر و صدر شعبۂ لسانیات مسلم یونیورسٹی

پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی

لِسانیات کے بُنیادی اصُول

یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اتر پردیش لکھنؤ
کے مالی تعاون سے شائع ہوئی۔

لِسانیات کے بُنیادی اصُول

ڈاکٹر اقتدار حسین خاں
ریڈر شعبۂ لسانیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تقسیم کار
ایجوکیشنل بُک ہاؤس
مسلم یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

لسانیات کے بنیادی اصول

© ڈاکٹر اقتدار حسین خاں

پہلا ایڈیشن ——— ۱۹۸۵ء

تعداد ——— ۶۰۰

قیمت ——— -/۴۰

تقسیم کار

ایجوکیشنل بک ہاؤس

مسلم یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

قبلہ محترم والد صاحب

جناب محمود حسین خاں صاحب مرحوم

کے نام

فہرست

	تعارف	۸
	دیباچہ	۹
باب ۱	لِسانیات کیا ہے؟	۱۱
باب ۲	صوتیات	۲۱
باب ۳	فونیمیات	۴۲
باب ۴	صرف	۶۷
باب ۵	مارفوفونیمیات	۸۰
باب ۶	نحو	۸۹
باب ۷	تبادلی قواعد	۱۰۴
باب ۸	تاریخی لسانیات	۱۱۸
	ضمیمہ	۱۴۰
	حواشی	۱۶۱
	اصطلاحات	۱۶۴

تعارف

(از پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب سابق صدر و پروفیسر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سابق صدر و پروفیسر شعبۂ لسانیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سابق شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی)

اُردو میں لسانیات پر تصانیف کا فقدان ہے، بالخصوص جدید لسانیات پر چند مضامین، دو ایک تصانیف اور بعض ترجموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا۔

اِس لحاظ سے ڈاکٹر اقتدار حسین خاں کی موجودہ تصنیف "لسانیات کے بنیادی اصول" ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ انھوں نے اس میں اس علم کی تمام سطحات —— صوتیات، تجز صوتیات، صَرف اور نحو —— تمام کا خوش اسلوبی سے جائزہ لیا ہے۔ آخری ابواب میں انھوں نے لسانیات کے جدید ترین نظریئے "تبادلی قواعد" سے بھی قارئین کو روشناس کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میں ان اصطلاحات کی ایک فہرست بھی دیدی ہے جن کا استعمال انھوں نے زیرِ نظر تصنیف میں کیا ہے۔ اور جس میں انھوں نے "ترقی اردو بیورو" کی لسانیات کمیٹی کی وضع کردہ اصطلاحات سے (جو زیرِ طبع ہیں) جزوی طور سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن انھوں نے تصنیف ہٰذا کے متن میں کثرت سے انگریزی اصطلاحات کو جوں کا توں رہنے دیا ہے جن کا اُردو متبادل بآسانی دیا جاسکتا تھا۔ اس طرح تھوڑی سہل نگاری کی وجہ سے ان کی زبان ایک قسم کی "اُرنگ" (اردو + انگریزی) کھچڑی بن گئی ہے۔

بہر حال یہ ایک نیک فال سے کم نہیں کہ لسانیات کے لئے تربیت یافتہ اساتذہ نے اپنے علم کی اشاعت کے لئے اردو میں قلم اُٹھایا ہے اور اس طرح ایک بڑی درسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ اس لحاظ سے تصنیف کا نقشِ ثانی اس کے نقشِ اوّل سے بہتر ہوگا۔

"جاوید منزل"، علی گڑھ

۱۸ر جولائی ۱۹۸۵ء

مسعود حسین

دیباچہ

"لسانیات" زبان کے سائنسی طور سے مطالعہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اس میں ہم "زبان" کا صرف زبان کی ہی حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں۔ جدید لسانیات میں صوتیات، تشکیلیات یا صَرف اور نحو کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ دوسری شاخیں مثلاً تاریخی لسانیات، معانیات، علم صوت وغیرہ بھی اہم ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں ان بنیادی شاخوں کا ہی جائزہ لیا گیا ہے۔ جہاں تک راقم کی معلومات ہیں اُردو میں اِس اہم مضمون کو ابھی تک کسی نے بھی ایک باقاعدہ متنی کتاب کی شکل میں پیش نہیں کیا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اب اُردو کے مختلف جریدوں میں لسانیاتی مضامین بھی دیکھنے کو مِلتے ہیں لیکن کوئی باقاعدہ تصنیف دستیاب نہیں ہے۔ اب جبکہ لسانیات ایک مضمون کی حیثیت سے بہت سی اعلیٰ درسگاہوں میں پڑھائی جا رہی ہے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اُردو میں بھی اس کی باقاعدہ کتاب مِل سکے۔

راقم کی یہ کوشش رہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مثالیں اُردو سے ہی لی جائیں لیکن لسانیات میں جس قسم کے مسائل سے بحث کی جاتی ہے اس کی سب مثالیں اُردو میں ملنا ممکن نہیں اس لئے انگریزی اور دوسری زبانوں سے مثالیں لینا ناگزیر ہو گیا ہے۔ مسائل و تصورات کی پیچیدگی کو عام فہم زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ طلباء اس سے استفادہ کر سکیں۔ طلباء کے ہی نقطۂ نظر اور تدریس زبان میں بڑھتی ہوئی عام دلچسپی کے مدنظر آخر میں ایک ضمیمہ "لسانیات اور تدریس زبان" بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

میں اِس موقع پر اپنا یہ خوشگوار فرض سمجھتا ہوں کہ اپنے چند کرم فرماؤں

اور مخلص احباب کا شکریہ ادا کروں۔ اس سلسلے میں مَیں سب سے پہلے محترم جناب پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی علم دوستی اور منصف مزاجی سے ایک عالَم نے استفادہ کیا ہے۔ آپ نے نہ صرف مجھے لسانیات میں کام کرنے کا موقع دیا بلکہ میری مختلف علمی کاوشوں کو جانچا بھی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا بھی۔ اس کے علاوہ جناب پروفیسر مسعود حسین صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کے مسودہ کو بھی دیکھا اور اس کا پیش لفظ لکھنے کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔ میں جناب کا انتہائی ممنون ہوں۔

میں پروفیسر عبد العظیم صدر شعبۂ لسانیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا بھی بہت مشکور ہوں جن کی مختلف موقعوں پر ہمت افزائی کی وجہ سے میں نے علمی کاموں میں شوق اور دلچسپی قائم رکھی۔

اپنے مخلص کرم فرما اور دوست جناب نثار احمد فاروقی صاحب صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی کا انتہائی ممنون ہوں جن کی علمی رہنمائی و ہمت افزائی نیز عملی تعاون ہمیشہ میرے لئے باعثِ تقویت رہیں۔

اپنے خیر خواہ اور احباب میں جناب نصیر احمد خاں، جناب مبین احمد خاں، جناب مرزا خلیل بیگ اور مس شہناز ہاشمی کا ممنون ہوں جن سے مختلف موقعوں پر علمی مباحثوں کے دَوران بہت سے مسائل کو سمجھنے میں مدد ملی۔

آخر میں مَیں فخر الدین میموریل کمیٹی لکھنؤ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مالی اعانت سے ہی اس کتاب کی اشاعت ممکن ہو سکی۔

اقتدار حسین خاں

علی گڑھ۔ ۱۹ر جولائی ۶۸۵

لسانیات کے بنیادی اصول

۱۔ لِسانیات کیا ہے؟

زبان کے سائنسی طریقے سے مطالعے کو لسانیات کہا گیا ہے! چونکہ لسانیات کی اس تعریف میں "زبان" اور "سائنس" کی اصطلاحیں اپنے مخصوص معنوں میں استعمال ہوئی ہیں اِس لئے ان کی مزید وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

لسانیات کی رُو سے زبان کی تعریف: 'زبان' ایک ایسے خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کے نظام کو کہتے ہیں جو کوئی انسان اپنے سماج میں اظہارِ خیال کے لئے استعمال کرتا ہے۔

لسانیات میں 'زبان' ایک خاص معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اوپر دی گئی تعریف میں 'زبان' کی خصوصیات ظاہر ہیں: 'زبان' آوازوں یا اصوات کا مجموعہ اور ترتیب ہے۔ لسانیات میں انسان کے اعضائے تکلم سے ادا کی جانے والی آوازیں ہی اہم ہیں۔ اشاروں کی زبان یا تحریر لسانیات میں مرکزی حیثیت نہیں رکھتے۔ گو ان چیزوں کی اپنی جگہ اہمیت ہو سکتی ہے۔ اس طرح انسان کے منھ سے ادا ہونے والے سب ہی کلمات چاہے وہ ایک لفظ ہو یا ایک جملہ اہم ہیں اور ان ہی کا ہم مطالعہ کرتے ہیں۔ لسانیات میں زبانی کلمات کے مطالعہ کو بمقابلہ تحریر کے زیادہ اہمیت دینے کی وجوہات یہ ہیں:

۱۔ انسانی تہذیب کے ارتقا میں زبان بولنا پہلے شروع ہوا اور تحریر کی ایجاد بہت بعد میں ہوئی۔

۲۔ پیدا ہونے کے بعد بچہ بولنا پہلے شروع کرتا ہے اور لکھنا اگر سیکھتا ہے تو بعد میں۔

دنیا میں سب ہی انسان بولنا جانتے ہیں لیکن لکھنا مقابلتاً کم لوگ جانتے ہیں۔

۳۔ تحریر میں بہت سی ایسی چیزیں جو زبانی گفتگو میں شامل ہوتی ہیں ظاہر نہیں کی جاتیں جبکہ زبانی گفتگو میں یہ بخوبی عیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً آوازوں کا ردّ و بدل، لہجہ کی اُونچ نیچ، جملہ کی نوعیت (سوالیہ، استفہامیہ یا خوف یا حیرت کا اظہار وغیرہ)

ان تمام وجوہات کی بنا پر لسانیات میں زبانی زبان کو تحریری زبان پر فوقیت اور ترجیح دی جاتی ہے۔

'زبان' کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہ خود اختیاری ہے۔ زبان میں شامل آواز یا آوازوں کے سلسلے سے جو شکلیں بنتی ہیں ان میں اور ان کے معنی میں کوئی فطری یا منطقی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ تعلق اگر فطری یا منطقی ہوتا تو دنیا کی تمام زبانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا بلکہ سب ایک جیسی ہی ہوتیں۔ زبان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ آوازوں کی ترتیب اور ان کے معنی میں جو تعلق ہے وہ ہر زبان میں رواجی ہے نا کہ الفاظ کے حرفوں میں کوئی منطقی بات ہے۔ مثلاً لفظ "پانی" میں "پ ا ن ی" آوازیں ہیں۔ اِن آوازوں کی اِس ترتیب سے مُراد وہ "چیز ہے جو لوگ پیاس بُجھانے کے لئے عام طور سے پیتے ہیں"۔ لیکن اس لفظ اور اس کے اس معنی میں تعلق محض رواجی ہے۔ یعنی اس زبان کے بولنے والے آپس میں ایک غیر تحریری معاہدہ رکھتے ہیں کہ اس لفظ سے یہ معنی سمجھے جائینگے۔

لسانیات میں زبان کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ 'انسانی زبان' سے ہی متعلق ہے۔ اس میں ہم کسی دوسرے نظام کا مطالعہ نہیں کرتے۔ مثلاً یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ جانور بھی آپس میں "بات چیت" کرتے ہیں۔ لنگور، شہد کی مکھی، مچھلیاں وغیرہ بھی ایک نظامِ مراسلت رکھتے ہیں لیکن لسانیات میں سوائے انسانی زبان کے کسی اور طرف دھیان نہیں دیتے۔ انسانی زبان کی دو ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور جانور کی زبان میں نہیں پائی جاتیں۔ یہ دو خصوصیات ہیں: (۱) زبان کی ساخت میں دوہرا پن (DUALITY OF STRUCTURE) یا جس کو (DOUBLE ARTICULATION) بھی کہتے ہیں۔ زبان میں دو سطحیں ہوتی ہیں۔ پہلی بامعنی اکائیوں کی سطح۔ اور ثانوی سطح آوازوں

کی ہے۔ انسانی زبان کے علاوہ کسی اور کی زبان میں یہ دونوں سطحیں نہیں ہوتی ہیں۔

(۲) دوسری خاصیت جو انسانی زبان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے زبان کی پیداوار (PRODUCTIVITY) اس سے مراد ہے کہ انسان کے لئے ہی ممکن ہے کہ وہ لاتعداد جملے بول سکے۔ وہ ایسے ایسے جملے بول سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہ سُنے ہوں اور نہ کبھی بولے ہوں۔

کیا لِسانیات سائنس ہے؟

کسی بھی علم کو سائنس جب ہی کہا جا سکتا ہے جب اس کے مطالعہ کے لئے چند خاص قاعدوں اور اہتمام کو مدِ نظر رکھا جائے۔ یہ علم متنظم (SYSTEMATIC) ہوتا ہے۔ نظم (SYSTEMATICNESS) اس علم کی بُنیادی خصوصیت ہے۔ نظم سے مُراد ہے کہ مختلف مراحل کو باقاعدگی اور بنیادی اصولوں کے اعتبار سے طے کیا جائے۔ زبان ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس میں کیا چیز پہلے بیان کی جائیگی اور کیا چیز بعد میں۔ یہ باتیں باقاعدگی سے طے کی جانی چاہئیں۔ مثلاً زبان میں بُنیادی اکائیاں آوازیں ہیں، جو لسانیات کے مطالعہ کا مواد ہیں۔ اس لئے عموماً آوازوں کی نوعیت اور ان کا انفرادی طور سے تجزیہ اور بیان پہلا قدم ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد ہی بڑی اکائیاں بیان کی جانا چاہیئے۔

سائنس کی ایک اور اہم خصوصیت وضاحت (EXPLICITNESS) ہے۔ کسی بھی سائنس کے مطالعہ میں اس کے مسائل کے بیان اور بحث کے لئے زبان اور خیال بہت واضح ہونا چاہیئے۔ اس زمرے میں اصطلاحوں کا استعمال بھی شامل ہے۔ لسانیات ایک سائنس کی حیثیت سے ان امور کا پورا خیال رکھتی ہے۔ پُرانے زمانے میں زبان کے مطالعہ میں اِن باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ مثلاً پُرانے زمانے میں یک زمانی لسانیات اور تاریخی لسانیات کے مسائل اکثر گڈمڈ کر دیئے جاتے تھے اس کے علاوہ ان کے یہاں تکنیکی اصطلاحوں کی کمی تھی اور تحریر و زبان میں بھی اکثر

فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں لسانی مطالعہ میں ان تمام امور کا خیال رکھا جاتا ہے۔

سائنس کے مطالعہ کے عام طریقۂ کار میں ایک سائنس داں کو واقعیت پسند ہونا چاہیئے۔ سائنسی علوم میں واقعیت پسندی (OBJECTIVITY) ایک بنیادی طریقِ کار ہے۔ ایک سائنس داں مختلف مسائل کے مطالعہ میں اپنے جذبات اور ذاتی پسند ناپسند کو دخل انداز ہونے نہیں دیتا۔ اِس کے علاوہ ایک خالص سائنس داں یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس کے مطالعہ کا پھل کس کام میں لایا جا سکتا ہے۔ یعنی اس کا کیا استعمال ہے۔ آئنسٹائن نے جب ایٹمی طاقت دریافت کی تو اس نے ہرگز یہ نہ سوچا ہوگا کہ اس کو ہیروشیما یا ناگاساکی پر گرانا چاہیئے۔ اس نے تو صرف علم کی وسعت اور علم کی دلچسپی کے لئے سائنس کی خدمت کی۔ یہی انداز ایک لسان (LINGUIST) کا ہوتا ہے۔ وہ کسی زبان کو بہتر یا مکمل یا میٹھی نہیں سمجھتا بلکہ اس زبان کو واقعیت پسندی سے جانچتا ہے۔ جبکہ زمانۂ قدیم میں زبان کا تجزیہ داخلیت پسندی سے کیا جاتا تھا۔ یونانی لوگ یونانی زبان کو تمام زبانوں سے زیادہ مکمل اور بہترین سمجھتے تھے۔

اوپر بیان کی گئی باتوں کے علاوہ سائنس میں ذیل میں دیئے گئے تین خاص قدم ہوتے ہیں:۔ اوّل مشاہدہ (OBSERVATION) سائنس کے اصول اور نتائج مطالعہ کی بنیاد پر قائم کئے جاتے ہیں۔ مطالعہ کے لئے مشاہدہ ہی واحد ذریعہ ہے۔ جن باتوں کو ہم واقعتاً دیکھ سکیں یا ریکارڈ کر سکیں ان ہی کو مطالعہ کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ لسانیات میں ہم صرف ان کلمات یا آوازوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن کو واقعی سُنا جائے۔ زبان جیسے کہ بولی جاتی ہے نہ کہ جیسا کہ بولنا چاہیئے۔ زمانۂ قدیم میں قواعد نویسوں اور زبان دانوں کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ صرف اس زبان کا مطالعہ کیا جانا چاہیئے جو کہ صحیح ہو۔ جدید لسانیات بولی جانے والی زبان کا مطالعہ کرتی ہے یعنی جو واقعی کوئی بولتا ہو۔

دوئم مفروضات (HYPOTHESIS)۔ سائنس میں ایک سائنس داں چند عارضی مفروضات قائم کر کے اپنے مطالعہ کو آگے بڑھاتا ہے۔ ان ہی مفروضات کی اگلے

قدم میں تصدیق کی جاتی ہے۔اِن عارضی مفروضات کی تصدیق یا تو باقاعدہ تجربہ گاہ میں کی جاتی ہے اور آخری شکل دی جاتی ہے یا پھر ان مفروضات کو رَد کر دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ لسانیات بھی ایک سائنس ہے۔ کیونکہ لسانیات میں زبان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو کچھ انسان واقعی بولتا ہے صرف اُسی کا مطالعہ کیا جاتا ہے نہ کہ اِس بات کا کہ کسی کو کیسے بولنا چاہیئے۔لسانیات میں عارضی نتائج کی تصدیق کی جاتی ہے۔یہاں تجربہ گاہ دو طرح کی ہو سکتی ہے۔ایک کوئی باقاعدہ تجربہ گاہ جیسے فونیٹک لیب یا لنگویج لیب۔ دوسرے کوئی بھی مخصوص لسانی گروہ (SPEECH-COMMUNITY) جہاں لوگوں کو واقعتاً بولتے ہوئے سُنا جائے۔

خالص سائنس کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ دوسری کسی بھی سائنس پر منحصر نہیں ہوتی۔کسی اور سائنس کے ماتحت نہیں ہوتی۔وہ آزاد ہوتی ہے۔اِس کی یہ آزادی (AUTONOMY) ہی اس کو خالص سائنس بناتی ہے۔قدیم زمانے میں زبان کے مطالعے اسی ایک عیب کے مارے ہوئے تھے۔یعنی زبان کو زبان کے ہی رُوپ میں مطالعہ کرنے کی بجائے یہ دوسرے مقاصد کے لئے مطالعہ کی جاتی تھی۔مثلاً فن تقریر (RATORY اور (RHETORIC) کے لئے جدید لسانیات اِس عیب سے پاک ہے۔یعنی اس میں زبان کا زبان کے ہی لئے مطالعہ کیا جاتا ہے۔اور اسی لئے یہ ایک آزاد علم (AUTONOMOUS SCIENCE) ہے۔جب ہم زبان کا سماجی یا نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ خالص سائنس نہیں رہتی بلکہ یہ دوسرا منسلک مضمون ہو جاتا ہے۔لیکن خالص لسانیات ایک خالص سائنس کے طور پر پڑھی اور تحقیق کی جاتی ہے۔

لسانیات کی شاخیں

لسانیات میں ہم اس کے مواد کا مختلف سطحوں پر مطالعہ کرتے ہیں لیکن ہر سطح پر

ہم زبان کی آوازوں کا ہی مطالعہ کرتے ہیں۔

جب ہم زبان کا مطالعہ خالص لسانیاتی نقطۂ نظر سے کرتے ہیں تو ہم اسے خالص لسانیات یا یک زمانی لسانیات کہتے ہیں۔ یک زمانی لسانیات میں ہم کسی ایک خاص زمانے کی زبان کی مختلف سطحوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ سطحیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **صوتیات**: اِس میں ہم کسی زبان کی کل صوتوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نیز یہ دیکھتے ہیں کہ یہ آوازیں کس طرح پیدا ہوتی ہیں اور ان آوازوں کو ہم مطالعے اور تقابلی جائزے کے لئے کس طرح درجہ بندی کر سکتے ہیں۔

(۲) **فونیمیات**: اس میں ہم ان طریقوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن سے ہم کسی زبان کی تخالفی اور امتیازی آوازوں کی اکائیوں کو معلوم کرتے ہیں — ان امتیازی آوازوں کی تعداد کسی بھی زبان میں محدود ہوتی ہے۔ ان کو فونیم کہتے ہیں۔

(۳) **مارفولوجی**: اِس میں کسی زبان میں بامعنی چھوٹی سے چھوٹی اکائیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس میں لفظ کی سطح تک زبان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(۴) **علم نحو**: اس میں ہم کسی زبان کی جملوں کی ساخت اور جملوں میں لفظوں کی ترتیب کے قاعدوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۵) **معنیات**: اس میں زبان میں معنی سمجھنے کے طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ایک اور قسم لسانیات کے مطالعے کی تاریخی یا زمانیاتی لسانیات ہے جس میں ہم کسی زبان میں وقت کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان اصولوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی بنیاد پر یہ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

لسانیات کی دوسری شاخیں

(۱) **تقابلی لسانیات**: اس میں ہم تاریخی اعتبار سے رشتہ دار زبانوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ ان کے پہلے کی اس اصلی زبان کا پتہ لگا سکیں جن سے یہ مختلف

زبانیں الگ الگ ہو گئی ہیں۔

(۲) **بولیوں کا علم** : ایک زبان میں کسی ایک خاص زمانے میں مختلف جگہوں پر کیوں فرق پیدا ہوتا ہے۔ اور ایک ہی زبان علاقہ کے ساتھ کیسی تبدیل ہو جاتی ہے۔ اِن باتوں کا مطالعہ اس ذیل میں آتا ہے۔ اِس طرح زبان کی سطح (HORIZONTAL PLANE) پر مطالعہ کو بولی کا مطالعہ یا بولی جغرافیہ کہتے ہیں۔

(۳) **لسانیاتی اسلوبیات** : اس میں ہم لسانی اعتبار سے ان اصولوں کو مرتب کرتے ہیں جن کی مدد سے ہم کسی ایک ادیب کی زبان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ادیب کی زبان کا مطالعہ ایک ادبی نقاد بھی کرتا ہے لیکن وہ زبان کے علاوہ دوسری بہت سی چیزوں کا بھی مطالعہ کرتا ہے۔ جبکہ لسانیاتی اسلوبیات میں ہم زبان اور صرف زبان کا ہی مطالعہ کرتے ہیں۔

(۴) **متنی تنقید** : ادب کا کوئی بھی پارہ ہو بہر حال اس کا وسیلہ زبان ہی ہے۔ ادب کو صرف زبان کی رُو سے جانچنا اور زبان کا ہی تجزیہ کرنا متنی تنقید کہلاتا ہے۔

لسانیات کی دوسری متعلقہ شاخیں مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) **نفسیاتی لسانیات** : ان مسائل کا مطالعہ جو لسانی ہیں لیکن جن پر نفسیاتی نقطۂ نظر سے غور کیا جاتا ہے۔ جیسے زبان کیسے سیکھی جاتی ہے اور کیونکر یاد رکھی جاتی ہے۔

(۲) **سماجی لسانیات** : زبان اور سماج کے باہمی رشتوں کے تعلق کا مطالعہ ہم اس شاخ کے تحت کرتے ہیں۔ سماجی اعتبار سے زبان کی کتنی قسمیں ہیں۔ سماج کا زبان پر کیا اثر پڑتا ہے۔ مختلف پیشوں میں زبان کا کیا فرق ہے وغیرہ۔ یہ سب سماجی مسائل ہیں۔ یہ کسی ایک جگہ اور ایک وقت میں زبان کا عمودی مطالعہ کہلاتا ہے۔

(۳) **لسانیات اور ترسیلی انجینیرنگ** : زبان کی فطرت اس کی ساخت اور آوازیں ترسیل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس عمل کے مطالعہ کو ہم یہاں شامل کرتے ہیں۔

(۴) **لسانیات اور ترجمہ** : ٹرانسلیشن یا ترجمہ بذاتِ خود ایک فن ہے مختلف زبانوں کا ایک دوسرے میں ترجمہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم متعلقہ زبانوں کے

آپسی فرق کو مختلف لسانی سطحوں پر جانچیں اور اُن کے فرق کو متعین کریں۔
لسانیات کی مختلف شاخوں کے تعلق کو ذیل کے خاکہ سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

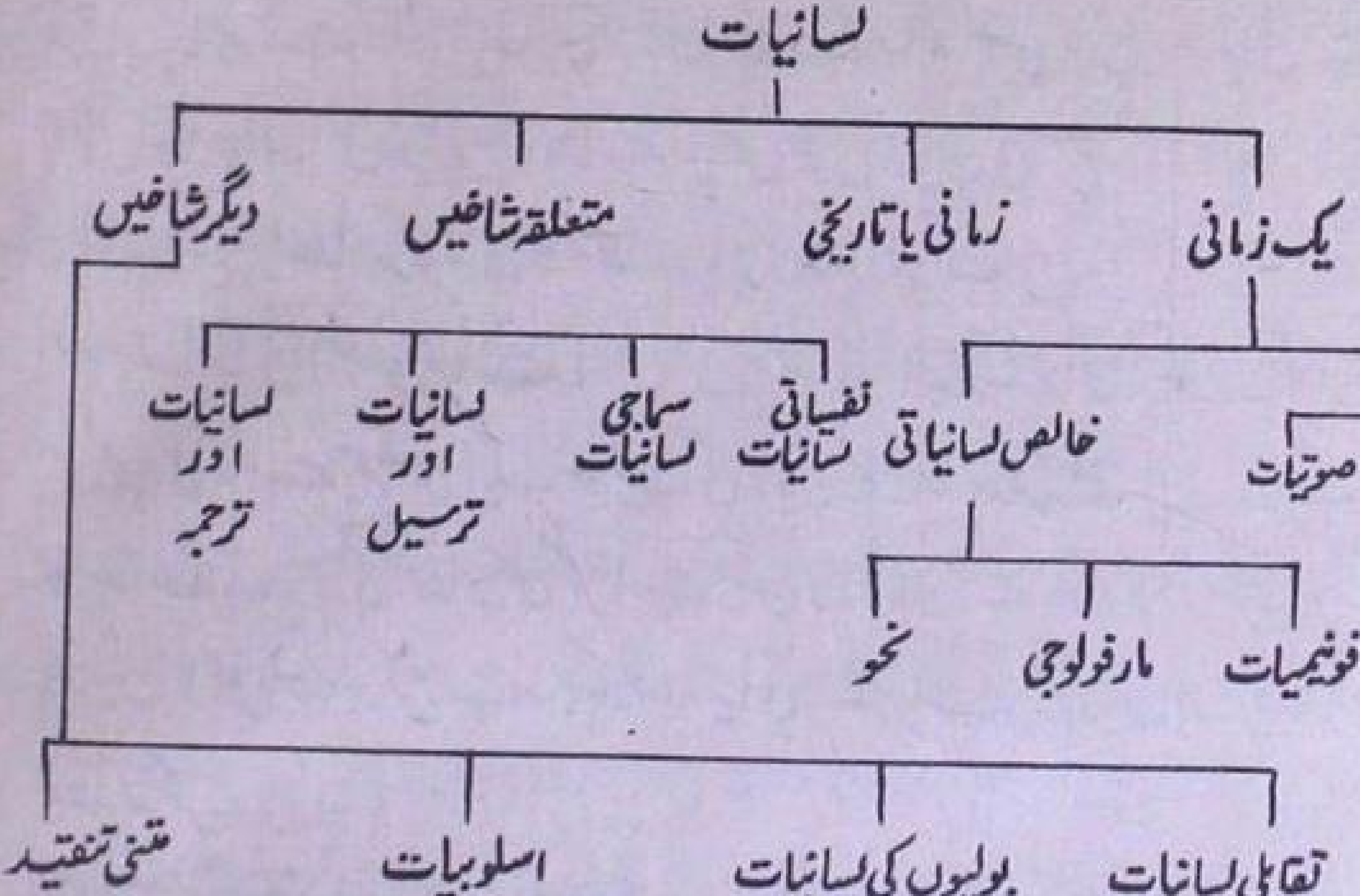

لسانیات اور متعلّقہ علوم

(۱) بشریات اور لسانیات : بشریات میں انسان کے بارے میں عام طور پر مطالعہ ہوتا ہے۔ اس مطالعہ کا تعلّق انسان اور اس کی حرکات وسکنات سے ہے۔ اور اس میں مختلف علوم جیسے معاشیات، ادب وغیرہ شامل ہیں۔

لسانیات تہذیبی بشریات کی ایک شاخ ہے۔ تہذیبی بشریات کا لسانیات میں ایک کارنامہ یہ ہے کہ اہلِ علم نہ صرف زبانوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں بلکہ مختلف تہذیبوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ تہذیبی بشریات نے لسانیات کو ایسا مواد فراہم کیا ہے جس سے قواعدی اور لفظی معنی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اکثر کسی قواعدی شکل کے معنی اس کے سماجی استعمال کی روشنی میں ہی سمجھے جاسکتے ہیں جیسے اُردو میں تُو، تم، آپ وغیرہ کے معنی۔

دین کا یہ عمل یک طرفہ نہیں ہے۔ لسانیات نے بشریات کے علم کو بھی بہت کچھ

دیا ہے۔ ماہرِ بشریات کسی فرقہ یا تہذیب کے مطالعہ کے لئے اس کی زبان مطالعہ کرتا ہے۔ نظریاتی مباحث میں بشریات نے لسانیاتی اصطلاحوں اور تصورات سے استفادہ کیا ہے۔

(۲) **فلسفہ اور لسانیات:** لسانیات کا فلسفہ سے تعلق بہت پُرانا ہے۔ افلاطون نے اس مسئلہ پر غور کیا تھا کہ آیا الفاظ اور ان کے معنی میں کوئی قدرتی اور اندرونی تعلق ہے یا نہیں۔ اسی طرح ارسطو نے بھی تمام چیزوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا تھا۔ مثلاً "اسم" جس میں اشیا اور جوہر کی طرف اشارہ کرنے والی چیزیں شامل ہیں۔ "فعل" اعمال کی اور "صفت" خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

کچھ عالموں کا خیال ہے کہ انسان کے دیکھنے اور سوچنے کا عمل اس کی زبان کی ساخت سے متاثر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں سپیر اور وہارف کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

(۳) **نفسیات اور لسانیات:** علم نفسیات انسانی ذہن کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور زبان کو بہت سے عالم ذہنی عمل کا نام دیتے ہیں۔ 'زبان' کیسے بولی جاتی ہے اور کیسے سمجھی جاتی ہے۔ مادری زبان اور غیر مادری زبانوں کے سیکھنے میں کیا فرق ہے۔ یہ سب نفسیاتی مسائل ہیں۔

(۴) **ادب اور لسانیات:** کسی ادبی نقاد کا زبان کی نوعیت کا جاننا اور اس کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔ ادب کی تخلیق کا ذریعہ زبان ہوتی ہے۔ کسی فنکار یا فن پارے کی فنّی خصوصیات کا تعین زبان کی حدود سے ہوتا ہے۔ ہر زبان کا ادب اس زبان کی ساخت سے گہرے طور پر متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً آوازوں کی ایک خاص ترتیب جمالیاتی تاثّر پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح کسی زبان کا ذخیرہ الفاظ اور اس کی قواعدی ساخت کسی فنکار کے اسلوب کو متعیّن کرتے ہیں۔ آوازوں اور ذخیرہ الفاظ کے انتخاب کی نوعیت کے مطالعہ کو ہم اسلوبیاتی مطالعہ کہتے ہیں۔

لسانیات کے مطالعہ کی افادیت اور اس کی حدود

لسانیات ایک سائنس ہے۔ زبان کی فطرت اور اس کی ساخت کا مطالعہ بذاتِ خود دلچسپ موضوعات ہیں۔ ان کو سمجھنا سائنسی اعتبار سے بہت ضروری ہے۔ دوسری طرف یہ دوسرے مضامین کو سمجھنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ نفسیات، سماجیات، فلسفہ، بشریات وغیرہ ایسے مضامین ہیں جن میں زبان کا مطالعہ بھی ہوتا ہے۔ اِس لئے لسانیات کا علم ان مضامین کے لئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ زبان کے درس و تدریس میں زبان کا اُستاد لسانیاتی اصول اور حقائق سے بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ آج کل امریکہ اور دوسرے ممالک میں زبان کے اُستاد کے لئے لسانی اصولوں کا علم بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہی نہیں ان ممالک میں زبان کی نصابی کتابوں کی تیاری میں بھی لسانیاتی اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

زبان کی فطرت سے واقفیت سماجی کارکن کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔ ایک سماجی کارکن جن لوگوں میں کام کرتا ہے، اُن لوگوں کی زبان مختلف ہو سکتی ہے یا ان میں فرق ہو سکتا ہے۔ اس فرق کو جاننا اور اس کے اعتبار سے زبان کو سیکھنا ایک کارکن کے لئے ضروری ہے۔

اسی طرح قومی سطح پر بھی لسانی مسائل کو حل کرنے کے لئے لسانیاتی نقطۂ نظر ضروری ہے۔ معیاری زبان، سرکاری زبان، قومی زبان، علاقائی زبان وغیرہ متعین کرنے کے لئے لسانی فطرت اور نقطۂ نظر کو سامنے رکھنا بہت اہم ہے۔

*

باب ۲: صوتیات (PHONETICS)

صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں ہم کسی زبان کی آوازوں کے مخارج کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں ہم منہ کے ان حصّوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن سے ہم بولنے میں مدد لیتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح کام کرتے ہیں۔

لسانیات میں ہم زبانی بولی جانے والی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں نا کہ لکھی ہوئی زبان کا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سطح پر ہم صرف آوازوں (SPEECH SOUNDS) کا ہی مطالعہ کرتے ہیں۔ کسی زبان کی آوازوں کا مطالعہ ہم تین زاویوں سے کر سکتے ہیں:
(الف) سمعیاتی صوتیات: آدمی کے منھ سے آواز نکلنے پر ہوا میں جو لہریں بنتی ہیں اور جن کو آواز کی لہریں کہا جاتا ہے ان کا مطالعہ اس ذیل میں کیا جاتا ہے۔ مختلف آوازوں سے مختلف لہریں بنتی ہیں جن کو مختلف طریقوں سے کاغذ پر ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ پھر ان کا تجزیہ کر کے آوازوں کی خصوصیات کا تعین کیا جاتا ہے۔ (ب) سماعی صوتیات: کان کے پردے پر آوازوں کے اثرات کو ریکارڈ کرنا اور اُن کا تجزیہ کرنا اس مطالعہ کا مقصد ہوتا ہے۔ (ج) تلفّظی صوتیات: ان اعضاء اور ان کی حرکت پر غور کیا جاتا ہے جن سے مختلف آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

مطالعے کے مندرجہ بالا تینوں ہی طریقے کارآمد ہیں۔ مختلف ماہرینِ صوتیات نے مختلف طریقوں کو اپنایا ہے۔ پہلے دو طریقوں کے لئے مشینوں اور تجربہ گاہ کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی تلفّظی صوتیات میں یہ آسانی ہے کہ اس کے مطالعے کے لئے کسی تجربہ گاہ یا مشین کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسان کے وہ اعضاء جن سے زبان کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں وہ آسانی سے آئینہ میں دیکھے جا سکتے ہیں اور آدمی خود بولتے وقت ان کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے عام طور سے تلفّظی صوتیات کا ہی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اعضائے تکلّم

جن اعضاء سے زبان کی مختلف اصوات پیدا ہوتی ہیں ان کو اعضائے تکلّم یا

(VOCAL) (ORGANS) کہتے ہیں۔ ان اعضاء کو ہم دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جو حرکت کر سکتے ہیں۔ ان کو ہم تلفّظ کار کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو جامد رہتے ہیں اور تلفّظ کار ان کی طرف آتے ہیں جن کو ہم آواز کے مخارج کہتے ہیں۔

سانس لینے سے جو ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہوتی ہے اس کو ہمارا اعضائے تکلّم دورانِ اخراج تبدیل کرتے ہیں۔ جس کو ہم زبان یا بولی کہتے ہیں۔

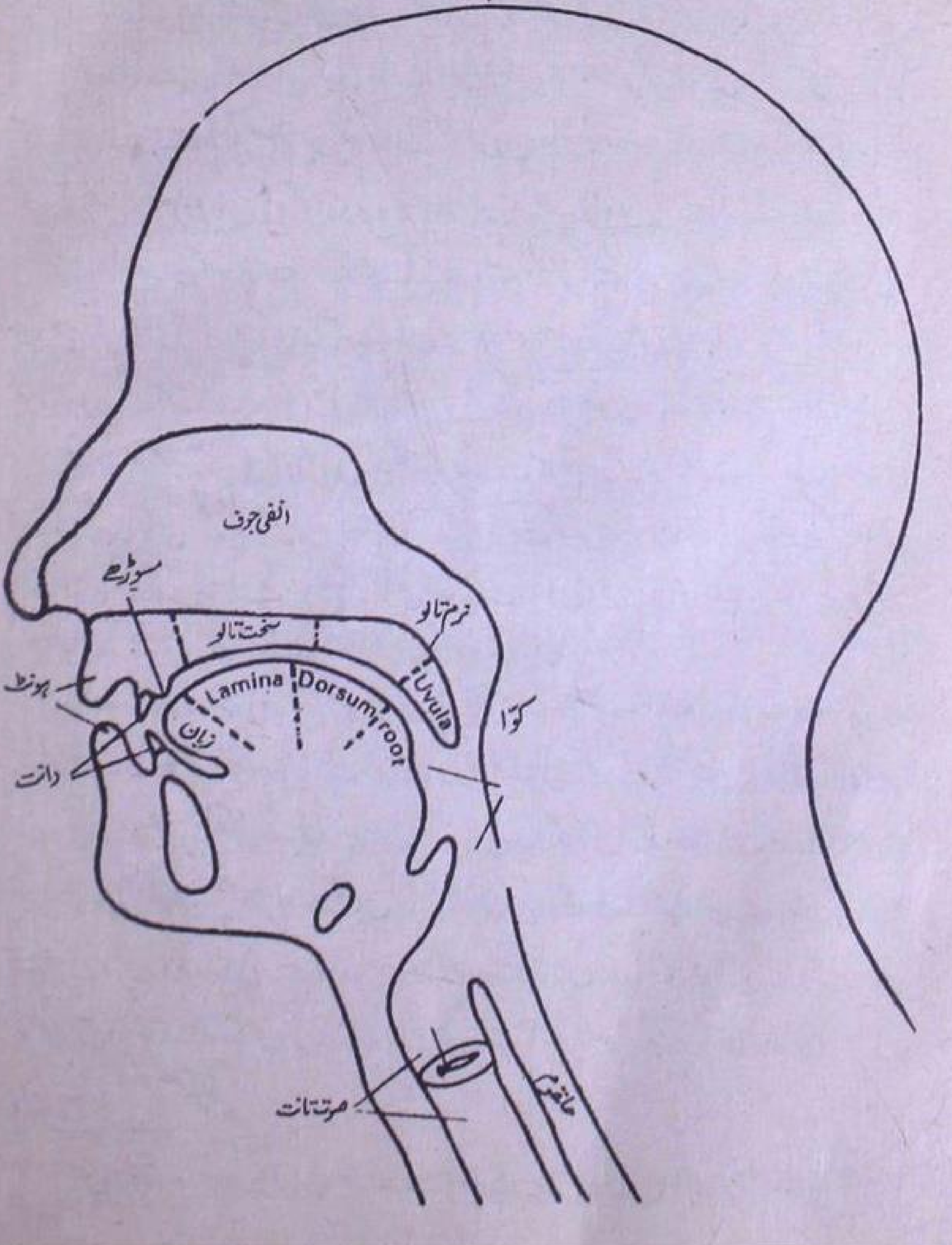

اگر ہم پھیپھڑوں سے اوپر کی طرف چلیں تو سب سے پہلے جو عضو آتا ہے اس کو صوتی تانت کہتے ہیں۔ یہ تانت ایک بکس کی طرح کی ساخت والے حصّے میں ہوتے ہیں جس کو کنٹھ کہتے ہیں۔ صوت تانت ایسے دو حرکت کرنے والے پردے ہیں جو حنجرے میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کو سانس باہر نکالتے وقت پورا کھولا یا پورا بند کیا جا سکتا ہے، یا تھوڑا بند اور تھوڑا کھلا رکھا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ تانت تھرتھراتے ہیں۔ جو آوازیں حنجرے سے بنتی ہیں ان کو حنجری آوازیں (LARYNGEAL) کہتے ہیں۔ جب صوت تانت بالکل بند ہو جاتے ہیں تو جو آواز بنتی ہے اس کو حلقی بندش (GLOTTAL STOP) کہتے ہیں۔ جب صوت تانت تھرتھراتے ہیں تو ان آوازوں کو مسموع آوازیں کہتے ہیں۔ جب صوت تانت پوری طرح سے کھلے رہیں اور آواز پیدا کرتے وقت یہ تانت سانس باہر نکلتے وقت نہ تھرتھرائیں تو ان آوازوں کو غیر مسموع آوازیں کہتے ہیں۔ دونوں تانت کے بیچ کی جگہ کو حلق (GLOTTIS) کہتے ہیں۔ صوت تانت کے بعد سانس کی ہوا اوپر کی طرف حلقوم میں سے ہوتی ہوئی ناک اور منھ کے راستہ باہر کی طرف جاتی ہے۔ اِن جگہوں پر ہوا دو طرح سے تبدیل ہو سکتی ہے یا تو ان راستوں کی شکل اور حجم بدلنے سے گونج جَوف یا کسی قسم کی رکاوٹ کی وجہ سے۔ حلقوم کی طرف جب زبان ہٹ کر اس کو چھوتی ہے تو حلقومی (PHARYNGEAL) آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ اِس طرح کی آوازیں عربی زبان میں پائی جاتی ہیں۔

حلقوم کے اُوپر تالو سے جُڑا ہوا پیچھے کی طرف ایک چھوٹا سا حصّہ ہے۔ جو نرم تالو کہلاتا ہے۔ اسی سے جُڑا ہوا ایک حرکت کرنے والا حصّہ لگا رہتا ہے جو کوّا کہلاتا ہے۔ نرم تالو کی مدد سے جو آوازیں بنتی ہیں ان کو غشائی آوازیں کہتے ہیں نرم تالو کے اوپر کا حصّہ جو اوپر اٹھ کر انفی راستہ کو بند کر سکتا ہے۔ اِس کو غشائی بندش کہتے ہیں۔ جب نرم تالو نیچے کو آتا ہے تو سانس کی ہوا ناک کے راستہ سے انفی راستہ سے باہر آجاتی ہے۔ ایسی آوازوں کو جن میں ہوا ناک کے راستہ سے باہر جائے اُن

انفی آوازیں کہتے ہیں۔ جب سانس کی ہوا منہ اور ناک دونوں راستوں سے باہر جائے تو ایسی آوازوں کو انفیالی آوازیں کہتے ہیں۔ انگریزی اور اُردو میں م اور ن آوازیں انفی آوازیں ہیں اور اردو کی ں جیسے لفظ ماں میں انفیت یا انفیالی آواز ہے۔

منہ میں سانس کی ہوا کو مختلف رکاوٹیں مل سکتی ہیں۔ منہ سے جو آوازیں بنتی ہیں اُن کو زبانی اور جو ناک سے بنتی ہیں اُن کو انفی کہتے ہیں۔

زبان کے مختلف حصے آوازوں کے پیدا کرنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ زبان کی اوپری سطح کے چار حصے خاص طور سے کئے جاسکتے ہیں جو تالو کے مختلف حصوں سے آوازوں کے بنانے میں مدد کرتے ہیں۔ یہ چار حصے ہیں:

نوک (APEX) سامنے کا حصہ، غشا (DORSUM) پچھلا حصہ۔ جن آوازوں کو پیدا کرنے کے لئے زبان کو اوپر کی طرف موڑا اور پیچھے کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ ان کو معکوسی (RETROFLEX OR DOMAL) کہا جاتا ہے۔ یہ آوازیں انگریزی میں نہیں ہیں۔ اردو، ہندی میں ٹ ڈ ڑ ہیں۔ س ش آوازوں کو بنانے کے لئے زبان کے درمیانی حصے میں ہلکا سا گڑھا ہو جاتا ہے جس میں سے ہو کر ہوا گذرتی ہے۔ اِن آوازوں کو صفیری آوازیں کہتے ہیں۔ ل آواز کو پیدا کرنے کے لئے زبان کا مرکزی حصہ منہ کی چھت کی طرف بڑھتا ہے اور ہوا زبان کے دونوں اطراف سے گذرتی ہے۔ اس کو پہلوئی آواز کہتے ہیں۔ جب کسی آواز کو پیدا کرنے میں زبان کو اوپر اُٹھانا ہو تو ایسی آواز کو اونچی آواز کہتے ہیں۔ اور جب زبان نیچی رہے تو آواز کو بھی نیچی کہتے ہیں۔ اسی طرح جب زبان منہ کے سامنے حصے کی طرف بڑھے تو ایسی آواز کو سامنے کی آواز کہتے ہیں اور جب زبان (کا پچھلا حصہ) پچھلے حصے کی طرف بڑھے تو اِس آواز کو پچھلی آواز کہتے ہیں۔

زبان کی طرح منہ کی چھت کو بھی مختلف حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ اوپری دانت جن کی مدد سے بنی ہوئی آوازوں کو دنتی آوازیں کہتے ہیں۔ اس کے بعد دانت سے پیچھے کی طرف لثہ ہے جس کی مدد سے بنی ہوئی آوازوں کو لثوی

آوازیں کہتے ہیں۔اس کے بعد سخت تالو ہے جہاں سے بنی ہوئی آوازوں کو تالوئی کہتے ہیں۔اس کے بعد نرم تالو ہے جس سے بنی ہوئی آوازوں کو حلقی آوازیں کہتے ہیں۔ اگر زبان دونوں دانتوں کے بیچ میں آئے تو جو آوازیں بنیں گی وہ بین دنتی کہلائیں گی۔ اگر کسی آواز کے بنانے میں دونوں ہونٹوں کا استعمال ہو تو اُسے دولبی کہیں گے۔ اگر نچلے ہونٹ اور اوپر دانت کے استعمال سے آواز بنے تو اُسے لب دنتی کہیں گے۔

جیساکہ اوپر کے بیان سے اور ڈائی گرام سے ظاہر ہے۔سوائے صوت تانت کے کوئی بھی عضو ایسا نہیں ہے جس کا رقبہ ہر شخص کے لئے کسی ایک آواز کے لئے دبا ہوا یا صاف ہو۔یہی وجہ ہے کہ آواز بنانے کے مراکز کی تعداد متعین نہیں ہے، بلکہ ان کی تعداد لامحدود ہوسکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بولنے کے اعضاء میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا بنیادی یا اصل کام بولنے میں استعمال ہونا ہو بلکہ دوسرے کام بنیادی ہیں۔ جیسے ناک کا سانس لینا، زبان کا چکھنا، دانتوں کا چبانا وغیرہ۔ بولنے کا کام ایک اتفاقیہ عمل ہے۔

آوازوں کی قسم اور ان کی درجہ بندی

زبان کی آوازوں کو دو خاص قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک مصوتے دوسرے مصمتے۔

مصوتے وہ آواز ہیں جن میں آواز کے اعضاء گونج کے خلا بناتے ہیں اور جن میں سے سانس کی ہوا بغیر کسی رگڑ کے گذر جاتی ہے۔ مصمتے وہ آوازیں ہیں جن میں سانس کی ہوا کو اپنے راستے میں کوئی رُکاوٹ ملتی ہے جس سے رگڑ پیدا ہوتی ہے۔ یہ رکاوٹ ہوا کو مکمل طور سے روک کر یا اس کو ایک تنگ راستے سے گذرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

مصوتوں کے پیدا کرنے میں صوت تانت ضرور تھرتھراتے ہیں یعنی مصوتے

ہمیشہ مسموع ہوتے ہیں جبکہ مصمتے میں یہ ضروری نہیں ہے۔اس لئے مصمتے دونوں طرح کے ہوتے ہیں یعنی مسموع اور غیر مسموع۔

مصوتوں اور مصمتوں کے علاوہ ایک تیسری قسم کی آوازوں کی ہے جن کو نیم مصوتے کہتے ہیں۔ یہ وہ آوازیں ہیں جن میں صوت تانت تھرتھراتے ہیں لیکن زبان سے کوئی رگڑ یا ڑکاوٹ پیدا نہیں ہوتی ہے۔ انگریزی میں W اور Y کی آوازیں نیم مصوتے ہیں۔ ان کو نیم مصوتہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ صوت رکن میں یہ مصمتوں کے مقام پر آتے ہیں۔

مصوتوں کی درجہ بندی

مصوتوں کی درجہ بندی کے لئے عام طور سے تین باتوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔

(الف) زبان کی اونچائی: زبان کتنی اونچی اٹھتی ہے۔زبان تالو کے قریب آتی ہے یا تالو سے دور نیچے رہتی ہے۔ اس اونچائی کو ہم اونچا نیچا اور وسط میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(ب) زبان کا حصہ: زبان کا کونسا حصہ محرک ہوتا ہے۔یعنی زبان کا اگلا حصہ، پچھلا یا وسطی۔

(ج) ہونٹوں کی گولائی: ہونٹوں کی شکل گول ہوجاتی ہے یا پھیلی ہوئی رہتی ہے یعنی گول۔ پھیلے ہوئے یا معمولی۔

چونکہ ان تینوں ہی باتوں کے جو اختلافات ہیں وہ لاتعداد ہوسکتے ہیں اس لئے نظریاتی اعتبار سے مصوتوں کی تعداد بھی لامحدود ہے۔اس لئے کسی خاص زبان کے مصوتوں کو بیان کرنے کے لئے مختلف ماہرین لسانیات نے مختلف طریقہ ہائے کار استعمال کئے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقۂ کار وہ ہے جو ڈینیل جونس نے اپنایا ہے۔ اس میں آٹھ مصوتوں کا ایک مجموعہ ہے جن کو معیاری مصوتے (CARDINAL VOWELS) کہا گیا ہے۔ یہ آٹھ مصوتے کسی خاص زبان کے نہیں ہیں بلکہ محض

خیالی ہیں۔ یہ مصوتے کے چارٹ اِس طرح رکھے گئے ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے معیار بہت صاف اور پوری طرح واضح ہیں۔ ان کے آپس کے فاصلے برابر ہیں۔۔۔ اِن مصوتوں کو مان لینے کا مقصد محض یہ ہے کہ کسی زبان کے واقعی مصوتوں کو ان سے مقابلہ کر کے بیان کرنے میں آسانی ہو۔ یہ معیاری مصوتے حوالے کے طور سے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً معیاری مصوتہ نمبر ا وہ ہے جو سامنے کی طرف سب سے زیادہ اُونچا ہے۔ یہ پھیلے ہونٹوں سے بنایا جاتا ہے۔ اس کو ہم "سامنے کا پھیلا ہوا اُونچا" کہتے ہیں۔ اور سامنے ہی کی طرف سب سے نیچا نمبر ۴ "سامنے کا پھیلا ہوا نیچا" کہلاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو فاصلہ ہے اس کو برابر سے تقسیم کر کے بیچ میں دو اور معیاری مصوتے نمبر ۲ اور نمبر ۳ ہیں۔ اسی طرح پیچھے چار معیاری مصوتے ہیں۔ کل آٹھ ہو گئے۔ اِن آٹھ کو ڈائی گرام پر دکھایا جا سکتا ہے۔ اِس ڈائیگرام میں زبان کی سب سے نیچی حالت سے جہاں تک زبان اوپر بغیر تالو چھوئے جا سکتی ہے وہ آگے کی لائن بنائے گی۔ اسی طرح زبان کے پچھلے حصّے کی نیچی حالت کی جگہ سے اوپر کی طرف جہاں تک زبان جا سکتی ہے (بغیر تالو کو چھوئے) وہ پیچھے کی لائن بنائے گی۔ اوپر کا خارجی مرکز دونوں طرف اُونچا اور نیچے کا دونوں طرف 'نیچا' کہا جاتا ہے۔ اِسی طرح زبان کی سطح کو "سامنے" اور "پیچھے" میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس نقشہ میں آگے کی لائن زیادہ آگے کو نکلی ہوئی ہے کیونکہ زبان کا اگلا حصّہ زیادہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ پیچھے کا حصّہ اتنا پیچھے نہیں جا سکتا۔ صوتیات میں آوازوں کو عموماً مربع قوسین میں دکھلاتے ہیں۔

ذیل میں ان آٹھ معیاری مصوتوں کو نقشہ پر دکھایا گیا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کا انفرادی بیان ہے۔

معیاری مصوتے

نقشہ اگلے صفحہ پر دیکھئے:

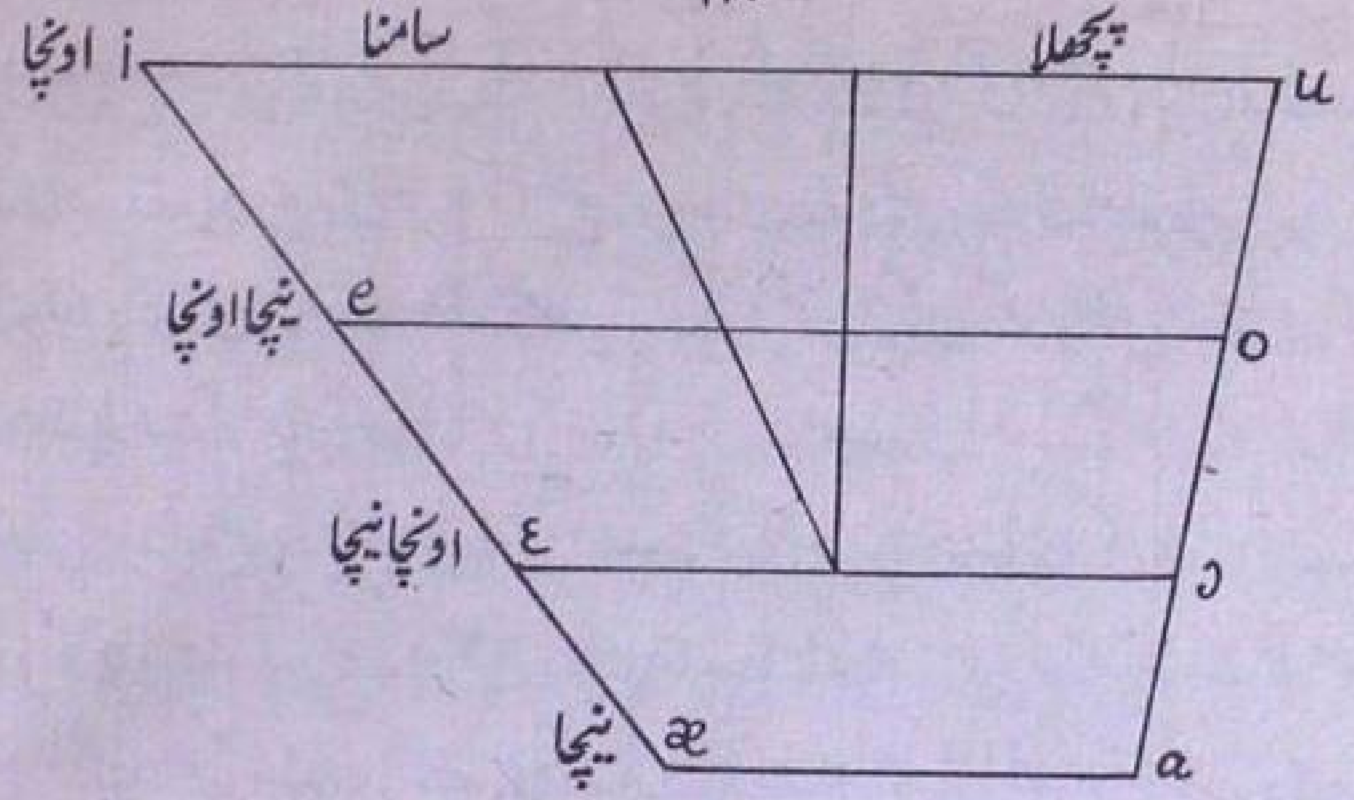

معیاری مصوتہ نمبر ۱ [i]

(الف) زبان کی اونچائی : اُونچی

(ب) زبان کا حصّہ : سامنے کا

(ج) ہونٹوں کی شکل ۔ پھیلے ہوئے

مثال : تین ۔ مشین

معیاری مصوتہ نمبر ۲ [e]

(الف) زبان کی اونچائی : نیچا اونچا

(ب) زبان کا حصّہ : سامنے کا

(ج) ہونٹوں کی شکل : کم پھیلے ہوئے

مثال : انگریزی کے لفظ سیٹ (SET) میں

معیاری مصوتہ نمبر ۳ [ɛ]

(الف) زبان کی اونچائی : اونچا نیچا

(ب) زبان کا حصّہ : سامنے کا

(ج) ہونٹوں کی شکل : کم پھیلے ہوئے

مثال : انگریزی کے لفظ ریٹ Rate میں

معیاری مصوتہ نمبر ۴ [æ]

(الف) زبان کی اونچائی : نیچا

(ب) زبان کا حصّہ : سامنے کا

(ج) ہونٹوں کی شکل : کم کھُلے اور کم پھیلے

مثال : جیسے لفظ 'گئے'، 'ہے'، وغیرہ ہیں۔

معیاری مصوتہ نمبر ۵ [a]

(الف) زبان کی اونچائی : نیچا

(ب) زبان کا حصّہ : پچھلا

(ج) ہونٹوں کی شکل : کھُلے اور پھیلے ہوئے

مثال : جیسے لفظ "آم" ہیں

معیاری مصوتہ نمبر ۶ [ɔ]

(الف) زبان کی اونچائی : اُونچا نیچا

(ب) زبان کا حصّہ : پچھلا

(ج) ہونٹوں کی شکل : کھُلے اور گولائی کے ساتھ

مثال : جیسے انگریزی الفاظ (COT) اور (HOT) ہیں

معیاری مصوتہ نمبر ۷ [o]

(الف) زبان کی اونچائی : نیچا اونچا

(ب) زبان کا حصّہ : پچھلا

(ج) ہونٹوں کی شکل : گول

مثال : جیسے انگریزی الفاظ (COAT) اور 'شور' ہیں

معیاری مصوتہ نمبر ۸ [u]

(الف) زبان کی اونچائی : اُونچا

(ب) زبان کا حصّہ : پچھلا

(ج) ہونٹوں کی شکل : گول اور آگے کو نکلے ہوئے۔

مثال : جیسے انگریزی لفظ (POOL) یا (ROOT) میں

چونکہ اُردو اور انگریزی کے مصوتے اوپر دیئے گئے معیاری مصوتوں سے مختلف ہو سکتے ہیں اس لئے اوپر دی گئی مثالوں کو صرف لگ بھگ ہی سمجھنا چاہیئے بالکل درست یا قطعی نہیں۔

اوپر دیئے گئے آٹھ مصوتے اصل معیاری مصوتے کہلاتے ہیں۔ اِن کے علاوہ سات اور ہیں جو ثانوی معیاری مصوتے کہلاتے ہیں۔ ان کے بولنے میں زبان کی اُونچائی اور زبان کے حصّے ویسے ہی رہتے ہیں جیسے کہ اصل میں۔ صِرف ہونٹوں کی شکل اصل والوں سے بالکل اُلٹی ہوتی ہے۔ یعنی سامنے کے گول ہونٹوں سے اور پچھلے پھیلے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ یہ مصوتے ساتھ کے

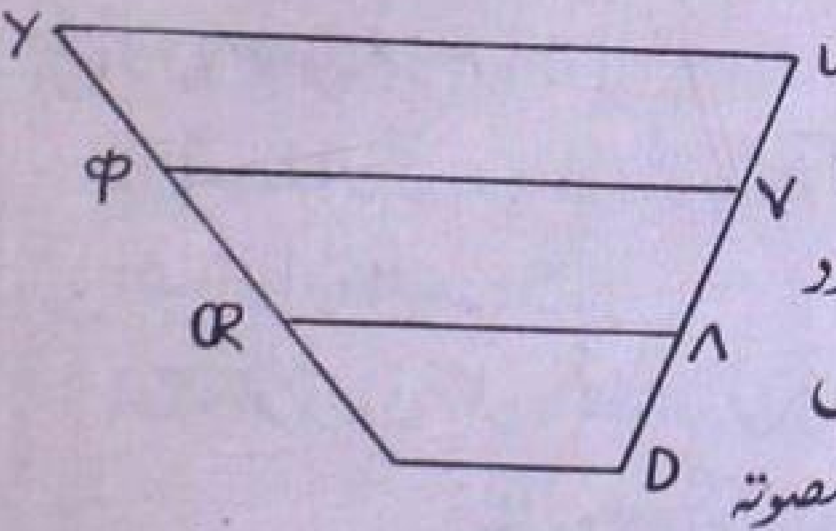

نقشہ میں دکھائے گئے ہیں۔ اِن کو رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی زبانوں میں اس طرح کے مصوتے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر جرمن زبان میں ایک لفظ HATS ، HÜTE میں پہلا مصوتہ Y ہے۔ یا فرانسیسی میں لفظ F.EAR ، PEUR کو œ سے تلفظ کیا جائے گا۔

کوئی بھی مصوتہ کسی ایک زبان میں انفیت لئے ہوئے ہو سکتا ہے۔ جیسے اُردو میں لفظ 'ماں' ، میں۔ ایسی صورت میں انفیت کا نشان عام طور سے مصوتہ کے اوپر ایک نشان ~ لگایا جاتا ہے یعنی ماں کے مصوتہ a کو ã لکھا جائے گا۔

دوہرے مصوتے

یہ وہ مصوتے ہیں جن کو بولتے وقت اُن کی خاصیت ایک مصوتے سے دوسرے مصوتے میں بدلنے لگتی ہے۔ دوہرے مصوتوں کو ڈفتھانگ کہتے ہیں۔

یہ دو قسم کے ہوتے ہیں : ایک وہ جن میں بل شروع میں زیادہ ہوتا ہے اور بعد میں کم۔ یعنی شروع میں وہ ایک واضح نقطہ سے چلتے ہیں لیکن ایک مبہم نقطے پر ختم ہوتے ہیں۔ ان کو گرتا ہوا مصوتہ کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن میں بل شروع میں نہ ہو کر آخر میں ہوتا ہے۔ یعنی شروع میں وہ ایک مبہم نقطے سے چلتے ہیں اور ایک واضح نقطے پر ختم ہوتے ہیں۔ ان کو ابھرتے ہوئے مصوتے کہتے ہیں۔ انگریزی میں زیادہ تر گرتے ہوئے دوہرے مصوتے ہیں۔ مثلاً a اور i مل کر لفظ 'HIGH' میں دوہرے مصوتے کا کام کرتے ہیں۔

انگریزی کے مصوتے

انگریزی میں جو مصوتے ڈینیل جونز نے دیئے ہیں۔ ان کو ذیل کے نقشہ میں دکھایا گیا ہے :

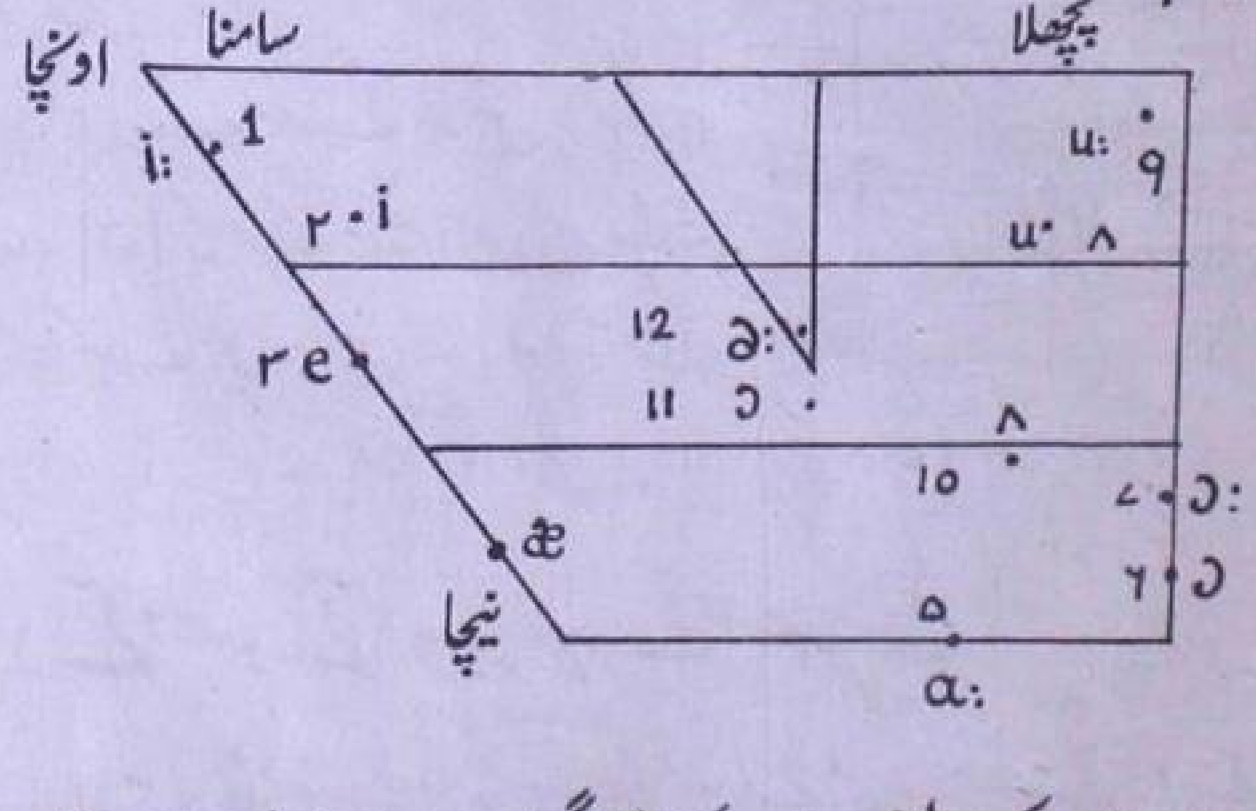

ان مصوتوں کی پوزیشن اوپر کے ڈائیگرام سے اور معیاری مصوتوں سے تقابلی جائزے کے بعد آسانی سے بیان کی جاسکتی ہے۔ یہ تعداد میں کل بارہ ہیں۔ جن کی مثالیں ذیل میں دی گئی ہیں :

Root	[u:]	Task	[a:]	Seal	[i:]
Cut	[ʌ]	Hot	[ɔ]	Sit	[i]

up	[ə]	Horse	[ɔ:]	set	[e]
earn	[ə:]	Book	[u]	sat	[æ]

انگریزی کے دوہرے مصوتے

انگریزی میں کُل نو دوہرے مصوتے ہیں۔ جس میں سے چار مرکزی مصوتے کہلاتے ہیں۔ پہلا [ei] ہے جو e کی حالت سے شروع ہوتا ہے اور i کی طرف بڑھتا ہے۔ لیکن [i] کی حالت تک پہنچتا نہیں ہے۔

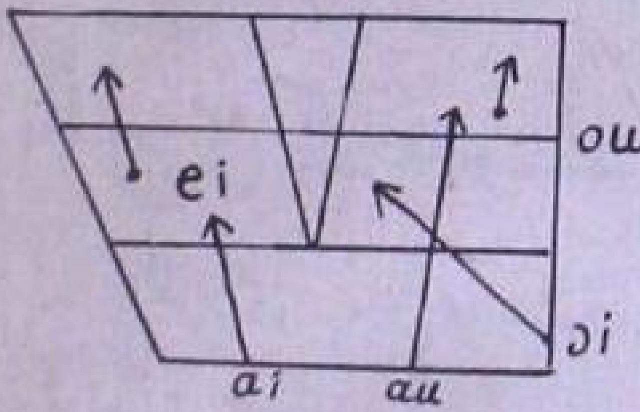

مثلاً لفظ CAME میں دوسرے دوہرے مصوتے یہ ہیں:۔ [ai] مثال FIGHT

[au] مثال COW - [ɔi] مثال BOY

[ou] مثال HOME

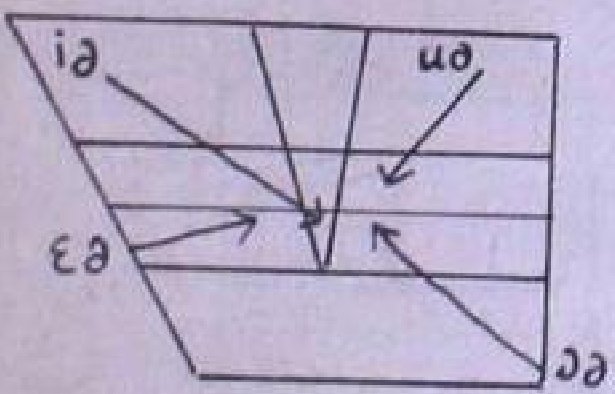

چار دوہرے مصوتے وہ ہیں جو مرکزی مصوتے [ə] کی طرف بڑھتے ہیں اور مرکزی مصوتے کہلاتے ہیں۔ یہ ہیں:۔ [iə] مثال HERE [ɛə] THERE [ɔə] FOUR [uə] FLUENT -

اُردو کے مصوتے اور دوہرے مصوتے

اردو میں آٹھ مصوتے اور ۲ دوہرے مصوتے ہیں۔ یہ مصوتے ذیل کے نقشہ میں دکھائے گئے ہیں۔ ان کی مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

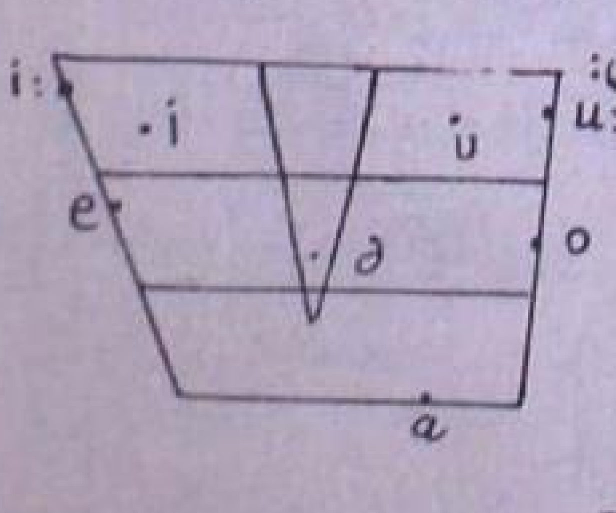

[i:] مثال تیس ۳۰

[i] مثال۔ اِس۔ [e] مثال ریل۔ کھیل

[a] مثال۔ آم۔ [o] مثال۔ بول

[u] کھُل۔ [u:] مثال طول [ə] مثال کب۔

دوہرے مصوتے

[ai] مثال ۔ کئی

[au] مثال ۔ موت

مصمتے

مصمتوں کو تین معیاروں پر متعین کیا جاتا ہے :

(الف) وہ جگہ جہاں تنفسی بہاؤ کو رکاوٹ ملتی ہے ۔ اس کو مقامِ تلفّظ یا مخرج نقطہ کہتے ہیں۔

(ب) وہ طریقہ جس طرح رُکاوٹ ہوتی ہے اس کو طرزِ تلفّظ کہا جاتا ہے ۔

(ج) صوت تانت تھراتھرتے ہیں یا نہیں ۔ مسموعیت ہے یا نہیں ۔

ان تین باتوں کے علاوہ کبھی کبھی مندرجہ ذیل تین منزلوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے ۔

(الف) ابتدا ۔ (ONSET) کونسے اعضا رکس طرح حرکت میں آتے ہیں اور کیا صورت اختیار کرتے ہیں ۔

(ب) (HOLD) یہ اعضا رکتنی دیر اس حالت میں رہتے ہیں ۔

(ج) نکاس ۔ (RELEASE) سانس کی ہوا کس طرح خارج ہوتی ہے یعنی اچانک یا آہستہ ۔

مخرج نقطے

تنفسی بہاؤ جب پھیپھڑوں سے شروع ہو کر منھ کی طرف باہر کو آتا ہے تو اُس کو مختلف مقامات پر روکا جاسکتا ہے ۔ ان مختلف مخارج کو ذیل میں دیا گیا ہے اور اسی کے مطابق ان مصمتوں کے نام ہوتے ہیں ۔

(الف) لبی ۔

(ا) دولبی ۔ اِس میں دونوں ہونٹوں سے ہوا کو روکا جاتا ہے ۔ مثلاً پ ب وغیرہ آوازوں کو بنانے میں ۔

(۲) لب دنتی۔ نچلے ہونٹوں سے اُوپر کے دانتوں پر ہوا کو روکا جاتا ہے مثلاً ف وغیرہ۔

(ب) نوک زبانی۔

(۳) دندانی۔ زبان کی نوک سے اوپری دانت پر تنفسی بہاؤ کو روکا جاتا ہے۔
مثلاً ت د وغیرہ میں۔

(۴) لثوی۔ زبان کی نوک اور لثہ۔ مثلاً انگریزی کی ٹ آواز میں۔

(۵) معکوسی۔ زبان کی نوک اور تالو۔ اس میں زبان کی نوک اوپر ہو کر پیچھے کی طرف مُڑتی ہے اور پھر تالو کی طرف چھوتی ہے۔ مثلاً اردو میں ٹ ڈ آوازوں میں۔

(ج) تالوئی

(۶) تالوئی۔ اِس میں زبان کے مختلف حصے مختلف آوازوں کے لئے سخت تالو کی طرف جاتے ہیں۔ مثلاً ج چ میں زبان کا پھلا (BLADE) س ش میں مرکزی زبان کا حصہ وغیرہ۔

(د)

(۷) غشائی۔ زبان کا پچھلا حصہ اور نرم تالو۔ جیسے ک گ وغیرہ آوازوں میں۔

(۸) لہاتی۔ زبان کا پچھلا حصہ اور کوّا مل کر ہوا کو روکتے ہیں۔ جیسے ق میں۔

(۹) حلقی۔ صوت تانت بند ہو کر ہوا کو روکتے ہیں۔ جیسے عربی کے ع میں۔

طرزِ تلفّظ

اِن طریقوں کو دو بڑے گروپ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) وہ مصمتے جن کے پیدا کرنے میں ہوا کا راستہ مکمّل طور سے ایک ثانیہ کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ ان آوازوں کو بندشی آوازیں کہا جاتا ہے۔ ان میں یہ رکی ہوئی ہوا کچھ دھماکہ کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ اس لئے انگریزی میں ان کو (STOPS) کے علاوہ (PLOSIVE) بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) وہ مصمتے جن میں ہوا کسی تنگ راستہ سے برابر گذرتی رہتی ہے ان کو جاریہ کہتے

ہیں۔ ان جاریہ کو بھی دو حصّوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ ایک صفیری۔ دوسرے گونج دار۔
صفیری وہ مصمتے ہیں جن میں تنفسی بہاؤ کو خارج ہوتے وقت منھ میں کسی بھی جگہ راستہ کی تنگی کی وجہ سے رگڑ کے ساتھ گذرنا پڑے۔ ان میں ف آواز شامل ہے۔

گونج دار آوازیں وہ ہیں جن میں تنفسی بہاؤ تو بغیر رگڑ کے خارج ہوتا ہے لیکن منھ کے خلار کی شکل اور حجم زبان کی مدد سے اس طرح تبدیل ہوتا ہے کہ ہوا میں گونج پیدا ہوجاتی ہے۔ ان میں ل اور ر آوازیں شامل ہیں۔ گونج دار آوازوں کو ذیل میں بانٹا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلوئی۔ اس میں زبان کا وسطی حصّہ آگے سے اوپر تالو سے لگ جاتا ہے مثلاً ل آوازیں۔

(۲) انفی۔ اگر سانس کی ہوا کو منھ میں کسی جگہ مکمل طور سے روک دیا جائے تو انفی آوازیں بنتی ہیں۔ مثلاً اگر ہوا لثہ پر روکی جائے تو ن آواز اور ہونٹوں پر روکی جائے تو م آواز بنتی ہیں۔

(۳) نیم مصوتہ یا بے رگڑ جاریہ۔ زبان کا مرکزی حصّہ اوپر تالو کی طرف بڑھے تو ی آواز (جیسے انگریزی کے لفظ (YES) کے شروع میں ہے) بنتی ہے۔ اور اگر ہونٹوں کی گولائی سے شروع ہو ہو کر تلفظ بنائے تو یہ W کی آواز جیسے لفظ (UATER) کے شروع میں ہے بنتی ہے۔

Promotion Urdu Lib...

صوت تانت کی شکل

کسی مصمتے کو بیان کرنے کے لئے تیسری چیز جو ضروری ہے وہ ہے صوت تانت کی حالت۔ اگر وہ بالکل کھُلے رہیں اور تنفسی بہاؤ آسانی سے گذر جائے تو اِن تانت میں کوئی حرکت نہ ہوگی۔ اور ہم مصمتے کو غیر مسموع کہیں گے۔ اگر تنفسی بہاؤ کے وقت یہ صوت تانت ایک دوسرے سے لگے رہیں تو ہوا کے بہاؤ سے ان میں کپکپاہٹ پیدا ہوگی اور مصمتہ مسموع کہلائے گا۔

DEL

مصمتوں کی درجہ بندی

صوتیات میں ہم ان آوازوں کی درجہ بندی کرتے ہیں جو زیادہ تر زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ذیل کے نقشہ میں اِن مصمتوں کو لسانیاتی نشانوں (SYMBOLS) میں دکھایا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر اُردو اور انگریزی میں موجود ہیں۔

	دولبی	لب دنتی	دنتی	لثوی	معکوسی	لث تالوئی	تالوئی	غشائی	حلقی
بندشی	p b		t̪ d̪	t d	ʈ ɖ			k g	ʔ
صفیری		f v	θ ð	s z		ʃ ʒ			h
ایفریکیٹ						tʃ dʒ			
انفی	m			n				ŋ	
پہلوئی				l					
تھپک دار				ɾ					
ارتعاشیہ				r					
نیم مصوتہ	w						j		

مصمتوں کا بیان

(الف) بندشی: وہ مصمتے جن کے پیدا کرنے میں تنفسی بہاؤ کسی جگہ ایک ثانیہ کیلئے روک دی جاتی ہے۔

(۱) دولبی بندشی۔ جب ہوا کو ہونٹوں سے روکا جاتا ہے۔ مثلاً پ اور ب۔

[p] پ غیر مسموع دولبی بندشی جیسے 'پانی' میں۔

[b] ب مسموع دولبی بندشی۔ جیسے 'بال' میں۔

(۲) دنتی بندشی۔ ہوا کو زبان کی نوک سے اوپر کے دانتوں پر روکا جاتا ہے۔ مثلاً ت د۔

[$\underset{n}{t}$] غیر مسموع دنتی بندشی۔ مثلاً 'تین' میں۔

[$\underset{n}{d}$] مسموع دنتی بندشی۔ مثلاً 'دین' میں۔

(۳) لثوی بندشی۔ جب ہوا کو دانتوں سے اوپر لثہ پر زبان سے روکا جائے مثلاً مثلاً انگریزی کے ٹ ڈ۔

[t] غیر مسموع لثوی بندشی۔ مثلاً time میں۔

[d] مسموع لثوی بندشی۔ مثلاً day میں۔

(۴) معکوسی بندشی۔ زبان کے اگلے حصے کو موڑ کر تالو پر ہوا کو روکا جاتا ہے۔

[ʈ] غیر مسموع معکوسی بندشی۔ مثلاً ٹال میں

[ɖ] مسموع معکوسی بندشی۔ مثلاً ڈال میں

(۵) غشائی بندشی۔ ہوا کو نرم تالو پر زبان کے پچھلے حصے سے روکا جاتا ہے۔

[k] غیر مسموع غشائی بندشی۔ مثلاً کام میں۔

[g] مسموع غشائی بندشی۔ مثلاً گول میں۔

(۶) حلقی بندشی۔ اس میں تنفسی بہاؤ صوت تانت پر رکتی ہے۔ اس طرح یہ غیر مسموع ہوتا ہے۔

[ʔ] غیر مسموع حلقی بندشی۔ اس کی مثال عربی کی ع آواز ہے۔

(ب) صفیری۔ جب تنفسی بہاؤ کسی تنگ راستہ سے گذر کر رگڑ پیدا کرے۔

(۷) لب دنتی صفیری آوازیں۔ نچلا ہونٹ اوپری دانت پر ہوا کے لئے تنگ راستہ بنا کر رگڑ پیدا کرتا ہے۔

[f] غیر مسموع لب دنتی صفیریہ۔ مثلاً 'فعل' میں۔

[v] مسموع لب دنتی صفیریہ۔ مثلاً انگریزی کے VINE میں۔

(۸) دنتی صفیریے: اس میں زبان کی نوک دانت سے چھوتی ہوئی دانت کے باہر تک آتی ہے اور دانت اور زبان کے بیچ ایک درز بن جاتی ہے۔ ان کو درز دار صفیریہ بھی کہتے ہیں۔ یہ انگریزی میں ہیں اردو میں نہیں۔

[θ] غیر مسموع دنتی صفیریہ - مثلاً THIN میں

[ð] مسموع دنتی صفیریہ - مثلاً THEY میں

(۹) لثوی صفیریہ - اِس میں زبان کا اگلا حصّہ لثہ پر ہوا کی رگڑ سے گذرتا ہے -

لثوی صفیریہ اور لث تالوئی صفیریئے کو نالی دار GROOVE صفیریئے کہتے ہیں - کیونکہ ان کو بناتے وقت زبان کا درمیانی حصّہ نیچے کو ہو کر ایک نالی سی بناتا ہے جس میں سے ہو کر ہوا باہر کو جاتی ہے - اور چونکہ ان کو بولتے وقت ایک طرح کی سسکاری سی پیدا ہوتی ہے اس لئے ان کو (SIBILANTS) بھی کہتے ہیں -

[s] غیر مسموع لثوی صفیریہ - مثلاً 'سال'

[z] مسموع لثوی صفیریہ - مثلاً 'زمین'

(۱۰) لث تالوئی صفیریہ - اِس میں زبان کا پھل تالو اور لثہ کے بیچ ہوا کو رگڑ سے گذارتا ہے -

[ʃ] غیر مسموع لث تالوئی صفیریہ - مثلاً 'شال' میں

[ʒ] مسموع لث تالوئی صفیریہ - مثلاً 'ژالہ' میں

(۱۱) حلقی صفیریہ - اِس میں ہوا صوت تانت کے بیچ میں سے ہو کر گذرتی ہے - یہ عموماً غیر مسموع ہوتے ہیں -

[h] غیر مسموع حلقی صفیریہ - مثلاً 'حال' میں

(ج) ایفریکیٹ - یہ ایک قسم کی بندشی آوازیں ہوتی ہیں - فرق یہ ہے کہ ایفریکیٹ میں تنفسی بہاؤ کا نکاس اچانک نہیں ہوتا - بلکہ آہستگی سے رگڑ کے ساتھ ہوتا ہے - جبکہ بندشی میں نکاس اچانک آواز کے ساتھ ہوتا ہے -

(۱۲) لث تالوئی ایفریکیٹ - ان میں زبان کا اگلا حصّہ تالو کے شروع کے حصّہ پر ہوا کو روکتا ہے -

[tʃ] غیر مسموع لث تالوئی ایفریکیٹ - مثال چرچ -

[dʒ] مسموع لثہ تالوئی ایفریکیٹ ۔ مثال جج ۔

(د) انفی ۔ انفی آوازوں میں نرم تالو نیچا ہو کر ہوا کے لئے منہ کا راستہ بند کر کے ناک کا راستہ ہوا کے لئے کھول دیتا ہے ۔ اس طرح انفی آواز پیدا ہوتی ہے ۔

(۱۳) [m] مسموع دولبی انفی آواز ۔ مثال مار

(۱۴) [n] مسموع لثوی انفی آواز ۔ مثال ناک

(۱۵) [ŋ] مسموع انفی آواز ۔ مثال رنگ

(ہ) پہلوئی ۔ اس میں زبان آگے کے حصے سے لثہ کی طرف اُٹھتی ہے ۔ اور ہوا ایک یا دونوں طرف سے باہر جاتی ہے ۔

(۱۶) [l] مسموع لثوی پہلوئی آواز ۔ مثال لال

(و) تھپک دار ۔ اس میں زبان کی نوک اوپر لثہ پر ایک تھپک لگا کر آواز پیدا کرتی ہے ۔

(۱۷) [ɾ] مسموع لثوی تھپک ۔ مثال رات

(ھ) ارتعاشیہ ۔ اس میں زبان کی نوک اوپر لثہ پر کئی چوٹیں لگاتی ہے ۔

(۱۸) [r] مسموع لثوی ارتعاشیہ ۔ مثال مار

(ی) نیم مصوتہ ۔ ان کو بے رگڑ جاریہ بھی کہتے ہیں ۔ ان کے بولنے میں اعضاء اتنے قریب نہیں ہوتے کہ رگڑ پیدا ہو سکے ۔ اس طرح ان کی ادائیگی مصوتہ کی طرح ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ مسموع ہوتے ہیں ۔ لیکن ان کا کام مصمتے کی طرح ہوتا ہے ۔ یعنی یہ ایک رکن میں مصمتے والی جگہ لئے ہوئے ہوتے ہیں ۔

(۱۹) [w] دولبی مسموع نیم مصوتہ ۔ دونوں ہونٹ گولائی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔ مثال : (WAT(water) ۔

(۲۰) [j] تالوئی مسموع نیم مصوتہ ۔ زبان کا مرکزی حصہ تالو کی طرف بڑھتا ہے ۔ مثال : (YES) ۔

مندرجہ بالا مصمتوں میں سے وہ آوازیں جو اردو میں پائی جاتی ہیں ۔ لیکن انگریزی میں نہیں ہیں : [ḍ ṭ d̪ t̪]

وہ آوازیں جو انگریزی میں ہیں اور اردو میں نہیں ہیں : [θ ð ɣ d ʒ] -
[ʔ] عربی میں پائی جاتی ہے اور ع کی آواز ہے۔ باقی آوازیں اردو اور انگریزی دونوں میں پائی جاتی ہیں۔

صوت رکن

زبان کی ادائیگی کے وقت سانس کی ہوا ایک دم سے باہر نہیں نکلتی، بلکہ زبان کی آوازوں کے ٹکڑے اور سانس کی ہوا کی نکاسی دونوں میں ایک ربط رہتا ہے۔ صوتی اعتبار سے زبان کی ادائیگی کے وقت آوازیں گروپ میں تقسیم ہو جاتی ہیں جن کو تنفسی گروہ (BREATH GROUP) کہتے ہیں۔ یہ گروہ صوت رکن کہلاتے ہیں۔ کسی بھی تقریر کو صوت رکن میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سمعیاتی نقطۂ نظر سے آوازوں میں ایک طرح کی گونج ہوتی ہے۔ یہ گونج (SONORITY) بمقابلہ مصمتوں کے مصوتوں میں زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مصوتے ہمیشہ مسموع ہوتے ہیں۔ دوسرے ان میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ تیسرے ان میں منھ میں جو خلا یا جوف بنتا ہے اس میں ایک گونج ..... (RESONANCE) پیدا ہوتی ہے۔ وہ آوازیں جن کی آواز کی لہروں میں گونج کی چوٹی بنتی ہے ان کو (SYLLABIC) کہتے ہیں جو عام طور سے مصوتے ہوتے ہیں۔ اِس طرح ایک رکن میں ایک مصوتہ ضرور ہوگا۔ ایک رکن کے مصوتے کو مرکز یا ... (NUCLEUS) کہتے ہیں۔ اِس مصوتے کے آس پاس کے مصمتے (ONSET) اور (CODA) کہلاتے ہیں۔

ہر زبان میں لفظ میں رکن کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ ایک زبان میں ایک سے لے کر پانچ یا چھ رکن کے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اُردو میں بھی پانچ چھ رکن تک کے الفاظ مل جاتے ہیں۔ مثلاً

ایک رکن کے الفاظ آ - دو - آج - شام

دو رکن کے الفاظ　　　کبھی - اکثر

تین رکن کے الفاظ　　　سلیقہ - بدزبان

چار رکن کے الفاظ　　　سلیقہ مند

پانچ رکن کے الفاظ　　　چہ میگوئیاں

ایک لفظ میں صرف ایک مصوتے کا رکن ہو سکتا ہے۔ جیسے آ۔ لیکن صرف ایک مصمتے کا رکن نہیں ہو سکتا۔ بغیر مصوتے کے کوئی رکن نہیں بنتا۔

ایک لفظ میں ایک رکن کی ساخت اس میں شامل مصوتوں اور مصمتوں سے بنتی ہے۔ ساخت کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اردو میں ایک رکن کی جو مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں وہ ذیل میں دکھائی گئی ہیں۔

(V) صرف ایک مصوتے والے　　　آ

[VC] مصوتے کے بعد ایک مصمتہ　　　آج

[VCC] ایک مصوتے کے بعد دو مصمتے　　　اجر

[CV] ایک مصمتے کے بعد ایک مصوتہ　　　دو

(CVC) ایک مصوتہ اور اس کے آس پاس ایک ایک مصمتہ۔　　　شام

[CVCC] ایک مصمتے کے بعد ایک مصوتہ اور پھر دو مصمتے۔　　　ذکر

[CCV] دو مصمتے اور ایک مصوتہ　　　کیا

[CCVC] دو مصمتے اور ایک مصوتہ اور پھر ایک مصمتہ　　　پیاز

جن رکن کی آخری آواز مصوتہ ہو وہ کھلا یا آزاد رکن (OPEN SYLLABLE) کہلاتا ہے۔ جیسے جا۔ اور جن رکن کے آخر میں مصمتہ ہو وہ بند رکن (CHECKED OR CLOSED SYLLABLE) کہلاتا ہے۔ جیسے 'شام'۔

باب ۳ : فونیمیات

کسی زبان میں مختلف آوازیں بہت زیادہ ہوسکتی ہیں لیکن ایک زبان میں اہم آوازیں یا تفاعلی اکائیاں محدود تعداد میں ہوتی ہیں۔ ان تفاعلی اکائیوں کو فونیم کہتے ہیں۔ صوتیات میں ہم آوازوں کی طرز ادائیگی کا جائزہ لیتے ہیں جبکہ فونیمکس میں ہم صرف تفاعلی آوازوں کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کی تعداد کا تعیّن کرتے ہیں۔ یہ تعداد کسی ایک زبان میں پندرہ سے پچاس تک ہوسکتی ہے۔ اس طرح فونیمیات کی تعریف یہ ہے کہ اس میں ہم کسی زبان کی اہم یا تفاعلی آوازوں کو معلوم کرنے کے طریقوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

کسی زبان کی فونیمی ساخت میں ہم ذیل کی باتوں کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) کون کون سے فونیم ہیں اور تعداد میں کتنے ہیں ؟

(۲) ایک ایک فونیم میں ذیلی فونیم کتنے ہیں؟

(۳) اِن فونیم میں آپس میں کیا تعلق ہے ؟

اگر دو مختلف زبانوں میں کوئی ایک فونیم موجود ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں زبانوں میں اِس فونیم کو ایک ہی حیثیت حاصل ہو۔

فونیم کیا ہے ؟

فونیم کسی زبان کی اہم آواز ہے۔ اہم کے معنی ہیں کہ اس فونیم کے ہونے یا نہ ہونے سے معنی میں فرق پڑجائے۔ مثال کے طور پر اُردو میں ایک لفظ مال ہے۔ اب اگر اس لفظ کے م آواز کو ہم ل سے بدل دیں تو لفظ کے معنی بدل

جاتے ہیں۔ اِس طرح یہ ظاہر ہوا کہ م اور ل دو فونیم ہیں۔ اِسی طرح اگر ہم زیادہ سے زیادہ مختلف الفاظ کا تقابلی جائزہ لیں تو ہم کل فونیم کی تعداد کا تعین کر سکتے ہیں۔ ان فونیم کو ہم ترچھی قوسین میں دکھاتے ہیں

فونیم کے تعین کے لئے ہم ایسے الفاظ کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں جن میں آپس میں صرف ایک آواز کا فرق ہو۔ جیسے اوپر دی ہوئی مثال میں ہے۔ ایسے الفاظ کو ہم اقلی جوڑا کہتے ہیں۔

فونیم چونکہ تعداد میں محدود ہوتے ہیں جبکہ کل آوازیں لامحدود ہوتی ہیں اس لئے کسی ایک زبان میں ایک ایک فونیم میں کئی کئی آوازیں شامل ہونگی۔ لیکن ایک فونیم کے اندر جن آوازوں کو شامل کیا جائے گا ان میں سے کسی بھی آواز کا استعمال ایک لفظ میں معنی کا فرق پیدا نہیں کرے گا حالانکہ تلفظ کا فرق پیدا ہو جائے گا۔ کسی ایک لفظ میں ایک فونیم کا کونسا ممبر استعمال ہوگا۔ اس کے بھی کچھ قاعدے ہوتے ہیں جن کا آگے جائزہ لیا گیا ہے۔

فونیم کی ایک اور تعریف یہ ہے کہ ایک فونیم آوازوں کا ایسا کنبہ یا درجہ ہے جس کے ممبر صوتی اعتبار سے ایک سے ہوتے ہیں اور جو آپس میں تکمیلی تقسیم میں ہوتے ہیں۔ ان ممبروں کو اس فونیم کے ذیلی فونیم کہتے ہیں۔

مثال۔ اردو میں ایک فونیم /l/ ہے۔ اس کے دو خاص ذیلی فونیم ہیں۔ ایک [l] اور دوسرے [L]۔ دونوں صوتی اعتبار سے ایک سے ہیں۔ یعنی دونوں میں پہلوئی طریقے سے تنفسی بہاؤ کا اخراج ہوتا ہے۔ لیکن یہ دونوں بالکل ایک نہیں ہیں۔ پہلے کا مخرج لثہ ہے دوسرا معکوسی ہے۔ یہ دونوں آپس میں تکمیلی تقسیم میں ہیں۔ یعنی جہاں ایک آتا ہے وہاں دوسرا نہیں آتا ہے۔ یہ استعمال کی شرائط ہم ذیل میں دکھا سکتے ہیں:

/l/ [L] یہ معکوسی آوازوں سے قبل آتا ہے، جیسے بالٹی

[l] یہ باقی ہر جگہ ستعمال ہوتا ہے، جیسے کل۔

اب ایک مثال انگریزی کی ذیل میں دی جاتی ہے۔

انگریزی میں ایک فونیم /p/ ہے جس کے تین خاص ذیلی فونیم ہیں۔ تینوں صوتی اعتبار سے ایک سے ہیں یعنی غیر مسموع دولبی بندشی ہیں۔ لیکن ان میں فرق بھی ہے جو ذیل میں دیا گیا ہے۔ یہ تینوں ذیلی فونیم اور ان کی استعمال کی شرائط حسب ذیل ہیں :

[-ph] یہ کسی لفظ کے شروع میں آتا ہے۔ اس میں ہلکی سی ہکاریت ہے۔
جیسے [pʰIn] 'PIN'

[-p-] یہ کسی لفظ کے بیچ میں آتا ہے۔ اس میں ہکاریت نہیں ہوتی۔
جیسے [:əpə] 'UPPER'

[p˺-] یہ کسی لفظ کے آخر میں آتا ہے۔ یہ بندشی غیر نکاسی ہے یعنی اس میں تنفسی بہاؤ کا نکاس نہیں ہوتا۔ جیسے [sIp] 'SIP'

تینوں ایک ہی فونیم کے ممبر ہیں کیونکہ تینوں صوتی اعتبار سے ایک سے ہیں اور آپس میں تکمیلی بٹوارے میں ہیں۔

مختلف آوازوں کو ایک فونیم میں شامل کرنے کے لئے دونوں شرائط پوری ہونی چاہئیں۔ کیونکہ کچھ آوازیں صوتی اعتبار سے ایک سی ہونے کے باوجود تکمیلی تقسیم میں نہیں ہوتیں اور اس لئے وہ الگ الگ فونیم ہوتی ہیں۔ مثلاً انگریزی میں [n] اور [ŋ] دو انفی آوازیں صوتی اعتبار سے ایک سی ہیں لیکن تکمیلی بٹوارے میں نہیں ہیں اور اسی لئے یہ دو الگ الگ فونیم ہیں۔ یا اردو میں [p] اور [ph] اگرچہ صوتی اعتبار سے ایک سی آوازیں ہیں لیکن آپس میں تکمیلی بٹوارے میں نہیں ہیں اور دونوں الگ الگ فونیم ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے معنی میں فرق ہو جاتا ہے۔ مثلاً پل اور پھل۔

فونیم آپس میں تخالفی تقسیم میں ہیں جبکہ ذیلی فونیم آپس میں تکمیلی تقسیم میں ہوتے ہیں۔

ایک فونیم کی کئی خصوصیات ہوتی ہیں اور کسی ایک زبان میں فونیم کی ان خصوصیات میں سے کوئی بھی اہم اور فونیمک ہوسکتی ہے۔ اب مثلاً /P/ ایک فونیم ہے۔ اس میں ذیل کی خصوصیات شامل ہیں : دولبی۔ بندشی۔ غیر مسموعیت۔ اور کبھی کبھی ہکاریت بھی۔ اب اگر دولبی کی جگہ لب دنتی ہو جائے تو دوسرا فونیم /ف/ بن جائے گا۔ اگر مسموع ہو جائے تو ایک اور فونیم /ب/ بن جائے گا۔ اردو میں ہکاریت بھی اہم ہے۔ اس طرح یہ سب ہی خصوصیات ہیں۔ کسی فونیم کی یہ خاصیتیں ہر زبان کے لئے یکساں اہم نہیں ہیں۔ مثلاً انگریزی میں ہکاریت صرف ذیلی فونیم بناتی ہے۔ جبکہ اردو میں ہکاریت سے دوسرا فونیم بن جاتا ہے۔

فونیم کی فطرت کو دیکھتے ہوئے ہم ذیل کے نتائج اخذ کر سکتے ہیں :

(۱) ایک آواز ایک زبان میں فونیم کا درجہ رکھتی ہے تو دوسری کسی زبان میں وہ صرف ذیلی فونیم ہوسکتی ہے۔ مثلاً Ph آواز اردو میں فونیم ہے۔ انگریزی میں صرف ذیلی فونیم۔

(۲) ایک زبان میں فونیم کسی ایسے فونیم سے بدل سکتا ہے جو دوسری زبان میں موجود ہی نہ ہو۔ مثلاً اردو میں پ فونیم ت فونیم سے بدل سکتا ہے جو انگریزی میں نہیں ہے۔

(۳) ایک زبان میں فونیم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ استعمال دوسری زبان میں ممکن نہ ہو۔ جبکہ دونوں فونیم دونوں زبانوں میں موجود ہیں۔ مثلاً /S/ اور /P/ فونیم انگریزی اور اردو دونوں میں موجود ہیں لیکن انگریزی میں دونوں لفظ کے شروع میں آسکتے ہیں جیسے 'Spin' میں، اردو میں یہ لفظ کے شروع میں ایک خوشے کی حیثیت سے استعمال نہیں ہوتے۔

(۴) دو زبانوں میں ایک فونیم موجود ہو لیکن دونوں میں اس کا استعمال اور تقسیم مختلف ہو۔ مثلاً انگریزی اور اردو دونوں میں ژ /ž/ فونیم موجود ہے۔

انگریزی میں یہ لفظ کے شروع میں نہیں آتا۔ اُردو میں یہ لفظ کے شروع میں آ سکتا ہے۔ مثلاً ’ژالہ‘۔

صوتیات اور فونیمیات کا فرق

(۱) صوتیات میں ہم زبان کی آوازوں کے پیدا ہونے کے طریقہ اور اُن کی درجہ بندی کے اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔
فونیمیات میں کسی زبان کی اہم آوازوں یعنی فونیم کو معلوم کرنے کے اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۲) صوتیات میں جن آوازوں کے بیان کرنے کے طریقوں کا جائزہ لیا جاتا ہے وہ کسی بھی زبان میں ہو سکتی ہیں۔
فونیمیات میں کسی خاص زبان کے فونیم معلوم کیئے جاتے ہیں۔

(۳) صوتیات میں جن آوازوں کا جائزہ لیا جاتا ہے وہ نظریاتی طور سے لامحدود ہوتی ہیں۔
فونیمکس جن آوازوں کا مطالعہ کرتا ہے وہ ہر زبان میں محدود ہوتی ہیں اور عام طور سے پندرہ اور پچاس کے بیچ میں ہوتی ہیں۔

(۴) صوتیات میں وہ آوازیں شامل ہیں جو واقعتاً ادا ہوتی ہیں جبکہ فونیم ایک طرح کی اوسط اصطلاح ہے جس سے ایک وقت میں کئی آوازوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ک آواز /k/ فونیم سے ظاہر کی جاتی ہے۔ لیکن اس /k/ میں نہ صرف وسط نرم تالو پر پیدا ہوئی بندشی آواز شامل ہے بلکہ اس سے ذرا پہلے۔ ذرا بعد۔ یا ہلکی ہکاریت یا انفیت لی ہوئی آوازیں بھی شامل ہیں۔
فونیم اس طرح ایک تصوری نشان ہے جس میں کئی آوازیں شامل ہیں۔

(۵) صوتیات میں آواز جس طرح ادا ہوتی ہے اس کو مربع قوسین میں دکھایا جاتا ہے۔ جبکہ فونیمات میں آوازیں جس طرح تفاعلی حیثیت رکھتی ہیں دکھایا جاتا

ہے۔ اور اس کو ترچھی قوسین میں رکھتے ہیں۔ مثلاً انگریزی کے لفظ 'cut' کو صوتیاتی اعتبار [KnaT] اور فونیمیات میں /k a t/ تحریر کریں گے۔

صوتیاتی اور فونیمی تحریر

لسانیات میں آوازوں کو اُن نشانوں (SYMBOLS) میں عموماً دکھایا جاتا ہے جن سے اُن کے بولے جانے کا طریقہ ظاہر ہو۔ یہ نشان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک صوتی یعنی جس طرح بولے جاتے ہیں اور دوسرے فونیمی یعنی جس طرح اس آواز کو زبان کی ساخت میں رکھا جاتا ہے۔ صوتی نشان کو مربع قوسین میں اور فونیمی نشانوں کو ترچھی قوسین میں دکھایا جاتا ہے۔ جب کسی لفظ کا تلفظ دکھانا مقصود ہو تو صوتی نشان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر صرف ساختی مطالعہ مقصود ہو تو فونیمی نشان کو استعمال کرتے ہیں۔

جس تحریر میں ایک فونیم کے لئے ایک نشان کا استعمال ہو اس کو فونیمی یا لسانی اعتبار سے (BROAD TRANSCRIPTION) کہتے ہیں۔ جب ذیلی فونیم کو بھی دکھانا ہو تو وہ صوتیاتی تحریر یا (NARROW TRANSCRIPTION) کہلاتی ہے۔

مختلف ماہرِ لسانیات نے تحریر کے لئے مختلف نشانوں کو استعمال کیا ہے۔ ان نشانوں میں آپسی فرق دو باتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ ایک ہی آواز کے لئے مختلف ماہرین نے مختلف نشانوں کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً چ کی آواز کے لئے [tʃ] یا [c] استعمال کئے گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کُل نشانوں کی تعداد مختلف ہے۔ ان دو باتوں کی بنیاد پر تحریر کے مختلف طریقوں کو ذیل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) **سادہ فونیمی تحریر**۔ جس میں نشان کے طور پر استعمال کئے گئے حروف کی تعداد کم اور ان کی شکل سادی اور آسان ہوئی۔ اس میں زیادہ تر رومن حروف کا استعمال ہوا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اسے فونیمی کہا گیا ہے۔

بین الاقوامی صوتیاتی ایسوسی ایشن نے جو نشانوں کا نقشہ پیش کیا ہے اُن میں بہت سے رومن حروف ہیں۔

(۲) **تقابلی تحریر**۔ اگر سب حروف جو نشان کے طور پر استعمال کئے جائیں رومن نہ ہوں تو یہ سادا نہیں بلکہ تقابلی تحریر کہلائے گی۔ یہ تحریر ذیلی فونیمی یا فونیمی ہو سکتی ہے۔ اس کو تقابلی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں جو نشان استعمال ہوتے ہیں ان سے آپس میں فرق کا اظہار کیا جا سکے۔ اِن نشانوں کی نئی شکلوں (EXOTIC) سے فرق کا اظہار آسان ہوتا ہے۔

یہ تحریر دو طرح کی تقابلی ذیلی فونیمی (COMPARATIVE ALLOPHONIC) اور تقابلی فونیمی (COMPARATIVE PHONEMIC) ہو سکتی ہے۔ اوّل الذکر میں حروف کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور دوسری میں یہ تعداد میں کم ہوتے ہیں۔

(۳) **سادہ ذیلی فونیمی تحریر**۔ اس میں نشانوں کی شکلیں سادہ اور رومن حروف ہوتی ہیں۔ لیکن تعداد میں یہ نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔ تاکہ ذیلی فونیمی فرق کو بھی واضح کیا جا سکے۔

جب ہم فونیمی یا (BROAD TRANSCRIPTION) کہتے ہیں تو اس سے مدعا زیادہ تر سادہ فونیمی ہوتا ہے۔ اور باقی تمام طرح کی تحریروں کو ذیلی فونیمی یا (NARROW) تحریر کہا جا سکتا ہے۔ آئی پی اے (IPA) کے طریقہ میں دونوں طرح کے نشان شامل ہیں۔

آئی پی اے نظام

فرانس میں سنہ ۱۸۸۶ء میں کچھ اساتذہ نے مل کر ایک انجمن بنائی جس کا نام بین الاقوامی صوتیاتی انجمن —— INTERNATIONAL PHONETIC ASSOCIATION) رکھا گیا۔ اِن لوگوں نے زبان کو اور بالخصوص تلفظ سکھانے کے لئے کچھ نشانوں (SYMBOLS) کا استعمال کرنا ضروری سمجھا۔ کیونکہ کسی بھی زبان

میں تحریری حرفوں اور اُن کی آوازوں میں ہمیشہ ایک ایک کا رشتہ نہیں ہوتا۔ مثلاً انگریزی میں حرف c کئی آوازوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے cat میں ک - CINEMA میں س - RACIAL میں ش - اسی طرح ایک ہی آواز کے لئے کئی حروف استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ش آواز S (SURE) - SS (FISSURE) t (ACTION) C (RACIAL) - Sh (FISH) وغیرہ - روایتی تحریر میں یہ دقتیں زبان سیکھنے والوں کو کافی پریشان کرتی ہیں۔ فرانس میں جن لوگوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے آوازوں کو نشانوں (SYMBOLS) کی مدد سے سکھانے کی کوشش کی - ان میں آٹو یس پرسن اور ہنری سویٹ شامل تھے - اُن کے اختیار کئے ہوئے نشانوں میں رومن حروف اور کچھ نئے حروف شامل ہیں - ان کو دنیا کی کسی زبان کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے - اس لئے اِس سسٹم کو بین الاقوامی صوتیاتی حروف (IPA) کہتے ہیں - اس کے مطابق زبان کو صوتیاتی اور فونیمی دونوں طریقوں سے تحریر کیا جاسکتا ہے - آواز کی مختلف تبدیلیوں اور فرق کو ظاہر کرنے کیلئے مختلف چھوٹے نشان (DIACRITICAL MARKS) کا بھی استعمال کیا گیا ہے - اس نظام کے چند خاص اصول ذیل میں دیئے گئے ہیں:

(۱) دو الگ الگ آوازوں کو مختلف شکلوں میں دکھایا جائے۔

(۲) جب دو آوازیں سننے میں کافی قریب معلوم ہوں اور ایسی ہوں کہ دونوں کا ایک ہی زبان میں ہونا تقریباً ناممکن ہو تو ایسی دونوں آوازوں کو ایک ہی حرف سے دکھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً دنتی اور لثوی بندشی دونوں کا ایک ہی زبان میں ہونا ممکن نہیں ہے - اس لئے ان دونوں کو ایک ہی حرف سے دکھایا جاتا ہے۔

(۳) جو حرف رومن نہیں ہیں اُن کو بھی تبدیل کر کے رومن کی طرح بنایا گیا ہے۔ مثلاً β کو B رکھا گیا ہے۔

(۴) چھوٹے نشان (DIACRITICAL MARKS) کی تعداد کم سے کم رکھی گئی ہے - ان سے خاص طور سے لمبائی، زور یا بل اور لَے کو دکھایا جاتا ہے۔ اِسی طرح

سب ہی مصوتوں کی انفیت صرف ایک نشان ~ (TILDE) کے استعمال سے دکھائی جاسکتی ہے۔

(۵) کسی خاص زبان کی آوازوں پر اس نظام کا اطلاق کرتے وقت اس زبان کے ڈھانچہ اور ساخت کا خیال رکھنا ہوگا۔

زبان کا فونیمی تجزیہ

کسی زبان کے فونیمی تجزیہ سے مراد ہے کہ اس زبان میں پائے جانے والے فونیم کو معلوم کرنا۔ یعنی اہم آوازوں کا تعین کرنا۔ ایسا کرنے کے لئے ایک ماہرِ لسانیات چند خاص اصولوں کو مدنظر رکھتا ہے۔ سب سے پہلے کسی اطلاع دہندہ یا انفارمنٹ (INFORMANT) سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ اطلاع دہندہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اس زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے بولتا ہو اور اس سے مختلف سوالات کر کے اس زبان کو سُنا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ اس کے جوابات یا باتیں ٹیپ کر لی جائیں تاکہ حسبِ ضرورت بار بار سنا جاسکے۔ اس کے بعد اس کے الفاظ اور بات جو ٹیپ رکارڈ کی گئی ہے کو صوتی اشاروں (PHONETIC SYMBOLS) میں تبدیل کیا جائے۔ تاکہ جن آوازوں کو اس نے استعمال کیا ہے ان کو سمجھا جاسکے۔ اب اس مواد (DATA) کو اجتماع (GATHERING) کہا جائے گا۔ اس مواد کو جانچا جاتا ہے کہ یہ مواد مکمل ہے یا نہیں تاکہ مزید مواد اگر ضرورت ہو تو جمع کیا جاسکے تو اس کو مطابقت (COLLATION) کہتے ہیں۔ عموماً اطلاع دہندہ سے ایک ایک سوال کو دو یا تین بار کہلوایا جاتا ہے۔

اب ماہرِ لسانیات کے پاس جو مواد ہوگا وہ صوتی اشاروں میں تبدیل کیا جائے گا جس کا فونیمی تجزیہ کیا جائے گا۔ سب سے پہلے ماہرِ لسانیات کا کام ہے کہ مواد میں سے اقلی جوڑے (MINIMAL PAIRS) چھانٹ لے۔ اقلی جوڑے وہ الفاظ ہیں جن میں صرف ایک آواز کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً اردو میں "پل" اور "پھل" جن کو

مواد میں صوتی تحریر یا اشاروں میں اس طرح لکھا گیا ہوگا! [PAL] اور [PHAL]

ماہرِ لسانیات کو اب دو خاص مسائل پر توجہ دینا ہوگی:

(۱) کون سی آوازیں فونیم ہیں اور کون سے صرف ذیلی فونیم۔

(۲) بولی کا کتنا ٹکڑا ایک ذیلی فونیم میں شامل کیا جائے۔ مثلاً اگر [PH] ایک آواز ہے تو سوال یہ ہے کہ [P] اور ہکاریت [H] کو الگ الگ حصے سمجھے جائیں یا ایک اکائی۔

اِن مسائل کو حل کرنے کے لئے ماہرِ لسانیات ذیل کے چند اصولوں کا اپنے مواد پر اطلاق کرتے ہیں:۔

(۱) اصولِ تضاد (PRINCIPLE OF CONTRASTIVE DISTRIBUTION)

اقلی جوڑوں کی مدد سے اس اصول کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اگر دو آوازیں تضاد میں ہیں یعنی ان میں معنی کا فرق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ دو آوازیں مختلف فونیم کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ اردو میں 'پل' اور 'بل' ایک اقلی جوڑا ہے جس میں معنی کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح 'پ' [P] اور 'ب' [b] دو مختلف فونیم ہیں۔ انگریزی میں [pʰɪn] اور [tʰɪn] اقلی جوڑا ہے اور مختلف معنی رکھتے ہیں۔ اس طرح [pʰ] اور [tʰ] دو مختلف فونیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ جو دو آوازیں اُوپر دی گئی مثالوں میں مختلف ہیں، اُن کا بذاتِ خود فونیم ہونا ضروری نہیں لیکن فونیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بذاتِ خود فونیم ہیں یا نہیں اس بات کا فیصلہ سب ہی اصولوں کے اطلاق کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

(۲) اصولِ تکملہ (PRINCIPLE OF COMPLEMENTARY DISTRIBUTION)

اگر دو آوازیں تضاد میں نہیں ہیں تو وہ تکمیلی تقسیم میں ہونگی۔ اس اصول کے تحت اگر چند آوازیں ایسی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ماحول میں استعمال

ہوتی ہیں۔ یعنی جس لسانی ماحول میں ایک کا استعمال ہوتا ہے اس لسانی ماحول میں باقی آوازیں استعمال نہیں ہوتیں تو یہ سب آوازیں تکمیلی تقسیم میں کہلائیں گی۔ اور اس صورت میں یہ آوازیں ایک ہی فونیم کے ممبر یا ذیلی فونیم کہلائیں گی۔ مثلاً انگریزی کی [p] کی مختلف شکلوں کو لیجئے:

[pʰ] ہکاریت لئے ہوئے۔ اس کا لسانی ماحول ہے: لفظ کے شروع میں آتا ہے۔ مثلاً [pʰɪn] PIN

[-p-] نکاسی بندشیہ۔ یہ لفظ کے بیچ میں آتا ہے۔ مثلاً [spɪt] SPIT

[-p̚] ضبطی بندشیہ۔ یہ لفظ کے آخر میں آتا ہے۔ مثلاً [sɪp] SIP

[pʷ] لبیایا بندشیہ۔ یہ ایسے لفظ میں آتا ہے جس میں اس کے فوراً بعد (u) آواز ہو مثلاً [spʷuːn] SPOON

اس طرح یہ چار آوازیں چار مختلف ماحول میں استعمال ہوتی ہیں۔ یہی تکمیلی تقسیم ہے۔ اس لئے یہ چاروں ایک ہی فونیم کے ذیلی فونیم ہیں الگ الگ فونیم نہیں ہیں۔

اب ایک اور مثال اردو کی [l] اور [L] آوازوں کی ہے ان کے مختلف لسانی ماحول ہیں جن کا بیان پچھلے صفحات پر ہو چکا ہے اس لئے دونوں تکمیلی بٹوارے میں ہیں اور ایک ہی فونیم کے دو مختلف ذیلی فونیم ہیں۔

(۳) صوتیاتی یکسانیت کا اصول (PRINCIPLE OF PHONETIC SIMILARITY)

دو یا دو سے زیادہ آوازیں جو ایک ہی فونیم کے ذیلی فونیم ہوں وہ عموماً صوتی اعتبار سے بھی یکسانیت لئے ہوئے ہونگی۔ مثلاً اوپر دی گئی مثالیں انگریزی کی [p] کی مختلف شکلیں سب ہی بندشیہ اور غیر مسموع ہیں یا اردو میں [l] اور [L] دونوں پہلوئی آوازیں ہیں۔ لیکن یہ اصول متضاد طور سے ضروری نہیں کہ صحیح ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر دو یا دو سے زیادہ آوازیں صوتیاتی رو سے ایک سی ہوں وہ ایک ہی فونیم کے ذیلی فونیم ہوں۔ مثلاً انگریزی میں دو آوازیں [n] اور [ŋ] دونوں انفی ہیں۔ لیکن یہ دونوں مختلف فونیم ہیں۔

(۴) منظّم نمونہ کا اصول۔ اس اصول کے مطابق ہر زبان کی فونیمی ساخت اور ڈھانچہ میں ایک طرح کا نظم اور صفائی ہوتی ہے۔ اس اصول کی مدد سے ہمیں کسی زبان کے فونیمی تجزیہ میں مدد ملتی ہے اور اس کو جانچنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہمیں اُردو زبان کے مواد کے تجزیہ کے بعد تین بندشی آوازیں [p] [t] [c] ایسی مل جائیں جن میں ہکاریت اور غیر ہکاریت والے جوڑے ہوں اور ایک ایسی آواز [K] مل جائے جس کا ہکاریت کا جوڑا نہ ملے تو امکان اس بات کا ہے کہ چوتھی آواز کا بھی ہکاریت کا جوڑا ہوگا۔ اس لئے کہ منظم نمونہ کا اصول ہمیں بتاتا ہے کہ فونیمی ڈھانچہ میں ایک طرح کا بیلنس اور صفائی ہونا چاہیئے۔ اِس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مواد کو پھر سے جانچا جائے اور اگر جب بھی ہکاریت نہ ملے تو مزید مواد اکٹھا کرنے کی تجویز پر غور کیا جائے۔

(۵) اصول کفایت۔ اس اصول کے تحت فونیم کی تعداد کم سے کم ہونا چاہیئے۔ یہ سائنس کا عام اصول ہے کہ کل مواد کو کم سے کم زمروں میں بانٹا جائے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دوسروں کے اصولوں کو توڑ مروڑ کر یا مواد کو غیر قدرتی طور پر تقسیم کرکے ایسا کیا جائے۔ یہ عین ممکن ہے کہ دو مختلف حل پائے جائیں یا دو مختلف محقق صحیح اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے بھی دو مختلف تجزیوں پر پہنچیں۔ اس صورت میں وہ حل زیادہ مناسب اور قابلِ قبول سمجھنا چاہیئے جس میں فونیم کی تعداد کم ہوں۔ مثلاً انگریزی میں یہ بات کسی محقق کے نقطۂ نگاہ اور طریقِ کار پر منحصر ہوگی کہ [c] اور [J] کو ایک بندشیہ مانا جائے یا مصمتوں کا خوشہ (CLUSTER) مان کر ان کو [tš] یا [dž] میں منتقل کیا جائے۔ یا پھر اُن کو نیم بندشیہ (ایفریکیٹ) [tS] [dʒ] بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ اِس طرح مختلف فونیم قائم ہوں گے۔ اور تعداد مختلف ہو جائے گی۔

اوپر دیئے گئے اصولوں کے علاوہ لسانی مواد کے تجزیئے کے وقت چند اور احتیاط بھی ضروری ہیں جن کا بیان ذیل میں کیا گیا ہے :-

(الف) زائد اختلاف نمائی (OVER DIFFERENTIATION): کبھی کبھی زبان سے یا اصولوں سے ناواقفیت کی بنا پر محقق ایک فونیم کے ذیلی فونیموں کے لئے مختلف نشان (SYMBOLS) کا استعمال کرتا ہے۔ مثلاً اردو میں [ɔ] , [a] اور ع کے لئے مختلف فونیم قائم کرنا جو کہ غلط ہوگا۔ کیونکہ اردو میں 'عام' اور 'آم' کو ایک ہی سا بولا جاتا ہے۔ یا اگر کوئی انگریزی مختلف [K] آواز کو [K] اور [q] سے بنائے تو یہ غلط ہوگا۔

(ب) کم اختلاف نمائی (UNDER DIFFERENTIATION) یہ احتیاط بھی کرنا ہوگی کہ دو مختلف آوازوں کو جو واقعتاً الگ الگ فونیم ہیں ان کو ایک ہی سمجھ کر ایک نشان سے نہ دکھایا جائے بلکہ دو مختلف نشانوں (SYMBoLS) سے دکھانا چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی عربی کی [K] اور [q] آوازوں کو ایک ہی فونیم /K/ سے دکھایا جائے۔

(ج) تکلم کی غلط تقطیع۔ دو فونیم کے لئے ایک ہی نشان لگایا جائے یا ایک فونیم کے لئے دو نشان رکھے جائیں۔ مثلاً کوئی اردو داں جب انگریزی کے [Ke] آواز کو خوشہ نہ مان کر بیچ میں ایک مصوتہ داخل کردے اور دو الگ الگ فونیم بتائیں۔

اردو میں فونیم

معیاری اردو میں چھپّن قطعاتی اور فوق قطعاتی فونیم ہیں۔ قطعاتی فونیم میں ۴۵ مصمتے (جس میں ایک نیم مصوتہ بھی شامل ہے) اور دس مصوتہ (مع دو دوہرے مصوتوں کے) شامل ہیں۔ ذیل میں ان فونیم کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:۔

۱۔ سادے بند شیئے۔

p - پاس b - بات t - تاج d - دانت ṭ - ٹوٹ ḍ - ڈر

c - چال j - جال K - کل g - گائے q - قول

ہکاری بند شیئے۔

Ph - پھل bh - بھول th - تھکنا dh - دھول ṭh - ٹھاکر

dh-ڈھول kh-کھیل gh-گھول ch-چھپنا jh-جھیل

۲-صفیری فونیم-

f-فیض s-سات z-ذات ś شوق ž-مژگاں

x-خاص G-غم h-ہے-

۳-رقیق گونجیلیے

m-مرض n-نظر l-لائق r-راز

/l/ فونیم کے دو ذیلی فونیم ہیں

(۱) [L] یہ کوزی آواز ہے اور کوزی مصمتوں سے پہلے آتا ہے-

مثلاً بالٹی - الٹا- ڈالڈا-

(۲) [l] یہ باقی تمام لسانی ماحول میں آتا ہے- مثلاً قلم-لال-

/r/ فونیم کے بھی کئی ذیلی فونیم ہیں-

(۱) لثوی ارتعاشیہ (ALVEOLAR TRILL) مثلاً راز- عرض-

(۲) مسموع لثوی پہلوئی آواز (VOICED ALVEOLAR LATERALIZED)

یہ پہلوئی آواز سے پہلے آتا ہے- مثلاً پرلے (مثلاً "وہ پرلے درجے کا چالاک ہے")

۴-تھپکدار کوزی آوازیں

/ڑ/ غیر ہکاری- مثلاً موڑ- تاڑ- یہ آواز لفظ کے شروع میں نہیں آتی-

/ڑھ/ ہکاری- مثلاً گاڑھا- بوڑھا- یہ آواز بھی لفظ کے شروع میں نہیں آتی-

بہت سے لسانی ماہرین نے /ɖ/ اور /ɽ/ (ڈ اور ڑ) کو ایک ہی آواز کی مختلف شکلیں بتایا ہے- اور ان کو آزاد تغیر میں بتایا ہے جو کہ واقعتاً صحیح نہیں ہے- کیونکہ یہ آزاد تغیر میں صرف چند مثالوں میں ہے- مثلاً "اُجڈ- اُجڑ" ایک اقلی جوڑا ہے اور اس میں یہ آزاد تغیر میں نہیں ہے- وسط لفظ میں ڈ اور ڑ آزاد تغیر میں نہیں ہیں مثلاً نڈر- سڈول- کھڈ وغیرہ-

۵۔ اُردو کے انفی فونیم۔ اُردو میں تین انفی فونیم ہیں جس میں سے دو انفی قطعاتی فونیم ہیں اور تیسرا عروضی انفی فونیم ہے۔ ان کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

(۱) /m/ مثلاً مال۔ کام وغیرہ۔ یہ دولبی انفی فونیم ہے۔

(۲) /n/ مثلاً ناک۔ نام وغیرہ۔ یہ لثوی انفی فونیم ہے۔

اس کے لئے کئی ہم مخرج ذیلی فونیم ہیں: جن میں غشائی اور کوزی خاص طور سے نمایاں ہیں۔ غشائی ہم مخرج ذیلی فونیم غشائی آوازوں سے پہلے آتا ہے۔ مثلاً رنگ (rang) کوزی ہم مخرج ذیلی فونیم کوزی آوازوں سے پہلے آتا ہے۔ مثلاً انڈا (andda) اس کے علاوہ دولبی انفی ذیلی فونیم "گنبد" میں اور تالوئی فونیم رنج میں پائے جاتے ہیں۔

(۳) عروضی انفی فونیم۔ اردو میں سارے مصوتے انفیائے جاتے ہیں اور یہ عروضی انفی فونیم ہے کیونکہ اس کی وجہ سے لفظ بدل جاتا ہے۔ مثلاً: باٹ (وزن)، بانٹ (تقسیم)۔ تھی۔ تھیں۔ باس۔ بانس۔

۶۔ بے رگڑ جاریہ

/V/ (FRICTIONLESS CONTINUANT) /V/ اس کے دو ذیلی فونیم ہیں:

(۱) [W] دولبی، غیر ہکاری، مسموع بے رگڑ جاریہ۔ یہ عام طور سے [u] سے پہلے آتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی مثالوں میں ظاہر ہے۔

اوّل	[auwal]	پوّا	[Pauwa]
ہوّا	[hauwa]	کوّا	[Kauwa]

ب۔ [V] لب دنتی، غیر ہکاری، مسموع بے رگڑ جاریہ۔ یہ اوپر دیئے گئے لسانی ماحول کے علاوہ باقی تمام لسانی ماحول میں آتا ہے۔ مثلاً

وعدہ	[varda]	وہاں	[Vahā]
راوی	[ravi]		

۷۔ نیم مصوتہ

/Y/ یہ تالوئی غیر ہکاری مسموع نیم مصوتہ ہے۔ اس کے بھی دو ذیلی فونیم ہیں :۔

ا۔ [Y] یہ سوائے لفظ کے آخر کے ہر جگہ آتا ہے۔ مثلاً یار۔ گویا۔ پایا وغیرہ۔

ب۔ [Y] یہ اٹھا ہوا اور تھوڑا آگے کو بولا جاتا ہے۔ اور عام طور [I] سے پہلے آتا ہے اور لفظ کے آخر میں بھی آتا ہے۔ مثلاً تیّار۔ عیّار۔ بھیّا۔ اغیار وغیرہ۔

اُردو کے مصمتی خوشے

دو یا دو سے زیادہ مصمتوں کا ایسا استعمال جن کے بیچ میں کوئی مصوتہ نہ ہو مصمتی خوشہ کہلاتا ہے۔ اُردو میں لفظ کے شروع میں ایسے خوشوں کا استعمال نہ کے برابر ہے۔ صرف چند خوشے جن میں سے ایک نیم مصوتہ ہے لفظ کے شروع میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً پیار [pyaɽ] کیا [kya] کیاری [kyaɽi] خواب [xwab]

لفظ کے بیچ اور آخر میں خوشوں کی تعداد خاصی ہے۔ لفظ کے بیچ میں خوشے اِن مثالوں میں ہیں :۔ ابتر۔ کانپنا۔ اپنا۔ آبشار۔ خطرہ۔ کھٹّی۔ بچپن وغیرہ۔

اسی طرح لفظ کے آخر میں بھی اُردو میں خوشوں کی تعداد خاصی ہے۔ مثلاً: نقل۔ عقل۔ اجر۔ مفت۔ قفس۔ فکر۔ صدر۔ قتل۔ رقص۔ رخش۔

اُردو مصمتوں کا نقشہ جدول

مقامِ تلفظ / طریقِ تلفظ	دولبی	لب۔ دنتی	دنتی	لثوی	کوزی	تالوئی لثوی	تالوئی	غشائی	پسِ غشائی	لہاتی	حلقی
بندشیے	p ph b bh		t th d dh		ṭ ṭh ḍ ḍh		c ch J Jh	k kh g gh		q	
صفیری		f		s z		š ž			x G		h
پہلوئی				l							
انفی	m			n							
ارتعاشیہ یا تھپکدار				r	ṛ ṛh						
بے رگڑ جاریہ		v									
نیم مصوتہ							y				

OTHER PHONEME :- (NASALIZATION)

اُردو مصوتوں کا خاکہ :

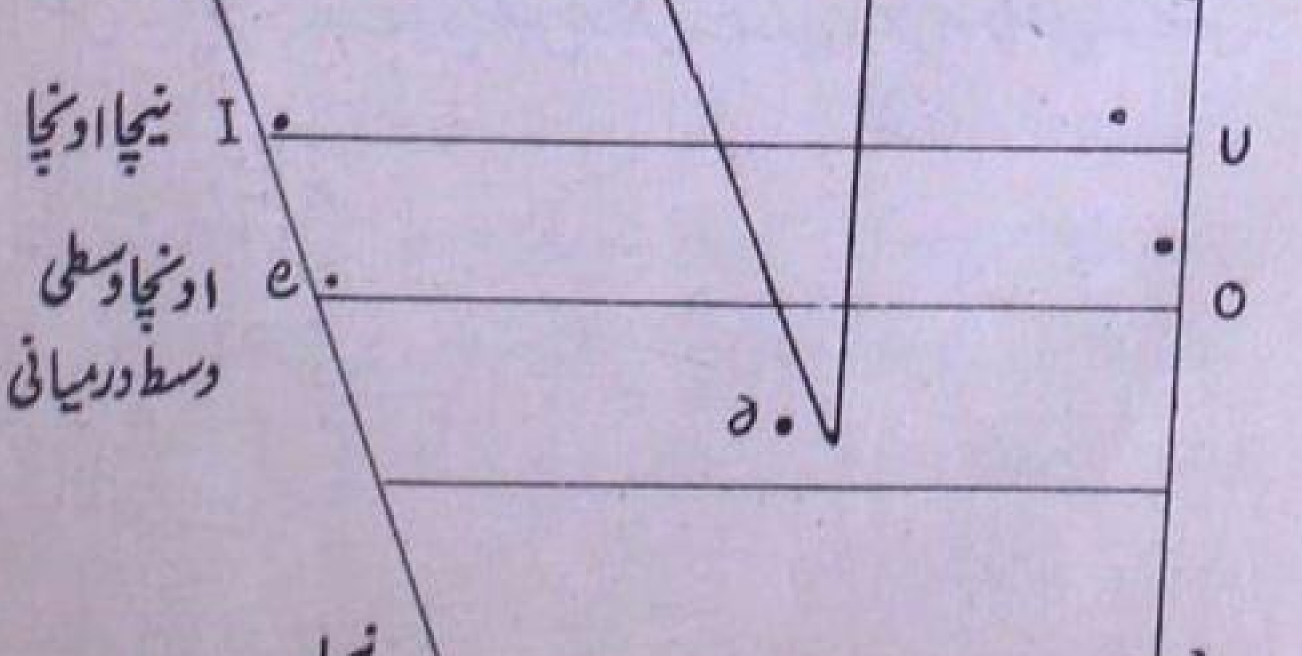

اُردو مصوتے: ذیل میں اُردو کے مصوتے فونیم مع مثالوں کے دیئے گئے ہیں۔

۱-/i/ سامنے کا اونچا مصوتہ - عید - چیز - تیس

۲-/I/ سامنے کا نیچا اونچا مصوتہ - ہِل - دِل - تِل

۳-/e/ اونچا وسطی سامنے کا مصوتہ - اس کے دو خاص ذیلی فونیم ہیں:-

أ-[E] یہ چھوٹا ہے اور عموماً ح سے پہلے یا کسی دوسرے مصوتے کے بعد آتا ہے - مثلاً محنت - احتیاط یا رائتہ - فائدہ -

ب-[e] یہ ذرا لمبا مصوتہ ہے - اور باقی تمام لسانی ماحول میں آتا ہے - مثلاً کھیل - تیل - ایک -

۴-/ə/ درمیان - وسطی (MEAN MID) مصوتہ ہے اور بہت چھوٹا ہوتا ہے - مثلاً عقد (پہلی آواز) [əqd] کب [kəb] -

۵-/a/ یہ نیچا پچھلا مصوتہ ہے - آپ - آج - پاک - ناک وغیرہ -

۶-/o/ نیچا وسطی - بول - تول - مول - کوٹ - ہونٹ -

۷-/U/ نیچا اونچا پچھلا مصوتہ - اُس - اُن - پُل - بُن وغیرہ -

۸-/u/ اونچا لمبا گول پچھلا مصوتہ - سُوکھا - چونا - چھُونا -

ان کے علاوہ اردو میں دو دوہرے مصوتے ہیں:- ان میں سے ہر ایک میں دو مصوتے استعمال ہوتے ہیں - لیکن ایک ذرا خفیف اور ادھورا ہوتا ہے اس لئے ان کو دوہرے مصوتے (DIPTHONG) کہتے ہیں:

(۱) /æ/ اس کے دو ذیلی فونیم ہوتے ہیں:-

أ-[əi] یہ [I] سے پہلے یا آخر میں آتا ہے - مثلاً عیّار - رعیت - واقعی - نئی وغیرہ میں -

ب-[æ] مثلاً عیب - عیش - طیش - قیس - فیض

(۲) [ɔ] اس کے بھی دو ذیلی فونیم ہیں:-

أ-[əU] یہ [w] سے پہلے آتا ہے - مثلاً اوّل - کوّا

ب۔ [aw] یا [ɔ] مثلاً عورت۔ غور۔

زبان کی فوق قطعی آوازیں

زبان کی آوازوں کو جب ہم ادا کرتے ہیں تو یہ آوازیں یکے بعد دیگرے ادا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب ہم ان اوازوں کو لکھتے ہیں تو بھی ان کو یکے بعد دیگرے ہی لکھتے ہیں۔ مثلاً "دوا پی لی ہے" یں سب آوازیں ایک کے بعد ایک آتی ہیں۔ دوا میں /davā/ پہلے د پھر آ اور پھر و اور آ ہیں۔ یعنی یہ آوازیں ٹکڑوں میں بانٹی جاسکتی ہیں جن کو قطماتی Segmental فونیم کہتے ہیں۔ اب ذیل کی مثالوں کو لیجیے:

کیا ماجد دلّی گیا؟

اس جملے کو کئی طرح بولا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جواب مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اس سوال کے جواب میں ذیل میں سے کوئی سا بھی بولا جا سکتا ہے:۔

۱۔ جی نہیں۔ ماجد نہیں۔ شاہد گیا ہے۔

۲۔ جی نہیں۔ دلّی نہیں۔ بمبئی گیا۔

۳۔ جی نہیں۔ شام کو جائے گا۔

یا

۴۔ جی ہاں۔ ماجد ہی گیا ہے۔

۵۔ جی ہاں۔ دلی ہی گیا ہے۔

۶۔ جی ہاں۔ جاچکا ہے۔

یعنی سوال کی ادائیگی پر یہ منحصر ہو گیا کہ کونسا جواب دیا جائیگا۔ جبکہ تینوں حالتوں میں الفاظ ایک ہی ہیں۔ یہ فرق زور یا بل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بل لفظ سے الگ نہیں کیا جا سکتا بلکہ لفظ کے ساتھ ہی بولا جاتا ہے۔

اس طرح کے خصوصیات جو لفظ کے ساتھ ہی بولے جاتے ہیں اور جو لفظ سے الگ نہیں کئے جاسکتے وہ فوق قطعی (SUPRASEGMENTAL) کہلاتے ہیں۔ ان میں سے

تین بہت اہم ہیں۔ جو ذیل میں دیئے گئے ہیں۔

بَل (STRESS)

بَل تنفسی بہاؤ میں وہ زور ہے جس سے ایک صوت رکن دوسرے صوت رکن کے مقابلہ میں زیادہ زور سے بولا جاتا ہے۔ عموماً ہر اس لفظ میں جس میں دو یا دو سے زیادہ صوت رکن ہونگے اس میں سے ایک صوت رکن دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ زور سے بولا جائے گا۔

تقریباً سبھی زبانوں میں یہ بَل موجود ہوتا ہے۔ کسی زبان میں یہ بَل صرف صوتیاتی حیثیت رکھتا ہے جیسے اُردو میں۔ اور کسی زبان میں اس کا فونیمی درجہ ہوتا ہے جیسے انگریزی۔ جب بَل کی حیثیت صرف صوتیاتی ہو تو وہاں بَل کے فرق یا غلط استعمال سے معنی میں تو کوئی فرق نہ ہوگا لیکن تلفظ خراب ہو جائے گا۔ جن زبانوں میں بَل فونیمی حیثیت کا حامل ہوگا وہاں غلط بَل کے استعمال سے معنی میں بھی فرق پڑ جائیگا۔ انگریزی میں ایک ہی آوازوں کے ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن میں بَل کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً اگر لفظ (object) کے پہلے رُکن پر بَل ہو تو اس کے معنی 'مقصد' کے ہوں گے اور اگر دوسرے صوت رکن پر بَل ہو (object) تو اس کے معنی 'اعتراض کرنے' کے ہوں گے۔ یعنی پہلا اسم ہے اور دوسرا فعل۔ انگریزی میں اس طرح بَل بہت اہم ہے۔ اردو میں لفظ 'اکثر' پر چاہے 'اک' پر زور دیجئے اور چاہے 'ثر' پر معنی میں فرق نہیں ہوگا صرف تلفظ بدل جائیگا۔

انگریزی میں بَل کی کئی سطحیں ہیں۔ یعنی اگر ایک لفظ میں تین یا تین سے زیادہ صوت رکن ہیں تو مختلف رُکن پر مختلف بَل ہوگا۔ لیکن زیادہ سے زیادہ یہ سطحیں چار ہوتی ہیں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اَصل (PRIMARY, LOUD OR ACUTE)۔ یہ بَل سب سے زیادہ زور سے بولا جاتا ہے۔ اس کو صوت رکن پر / نشان لگا کر ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) ثانوی (SECONDARY, MEDIAL OR GRAVE) یہ پہلے سے کم ہوتا ہے۔ اس کو صوت رکن پر \ نشان لگاکر ظاہر کرتے ہیں۔

(۳) کمزور یا بے نشان (WEAK, CIRCUMFLEX OR UNMARKED) اس پر کوئی زور نہیں ہوتا اور اس کی صوت رکن پر ^ نشان لگاکر ظاہر کرتے ہیں۔

(۴) کم اصل (REDUCED LOUD) یہ وہ بل ہے جو کسی لفظ کے مرکب لفظ میں شامل ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ کمزور بل کے نشان سے ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔

چونکہ کسی زبان میں الفاظ پر بل کے کوئی عام اصول یا قواعد نہیں ہوتے بلکہ ہر لفظ کے الگ الگ طریقے ہوتے ہیں اس لئے کسی زبان کے الفاظ کو انفرادی طور پر ان کے بل کے ساتھ یاد کرنا ہوتا ہے۔ اوپر دیئے گئے بل کے قسموں کے لئے انگریزی کے ذیل کے الفاظ مثال کے طور پر دیئے جاسکتے ہیں :۔

اصل بل - PÉRMIT

ثانوی بل - HOLIDÀY

کمزور بل۔ اوپر کے مثالوں میں جن صوت رکن پر کوئی بل نہیں ہے۔ اسی لئے ان کو بے نشان بل (UNMARKED) بھی کہتے ہیں۔

کم اصل بل۔ لفظ (ÀUDITÓRIUM) میں - to - پر اصل بل ہے لیکن جب یہ لفظ مرکب لفظ کا حصہ ہو جائے مثلاً اس میں لفظ MOVIE کا اضافہ ہو جائے تو اصل بل MOVIE پر آجائے گا اور to پر کمزور بل ہو جائے گا جس کو کم اصل بل یا (REDUCED LOUD STRESS) کہیں گے۔ یعنی اس کی شکل یوں ہو جائیگی :

MÓVIE ÀUDITÔRIUM

یہ ظاہر ہے کہ ہر لفظ میں ایک اصل بل ضرور ہوگا۔ دوسرے بل کون سے ہونگے یہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ لفظ میں کتنے صوت رکن ہیں۔

مذکورہ بالا چار سطحوں کو لفظی بل کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک جملے میں کہیں پر بھی بل ہوسکتا ہے جس کو جملے کا بل کہیں گے۔ لفظی بل کسی لفظ پر اپنی جگہ پر متعین ہوتا ہے۔ لیکن

جملے کا بل بولنے والے کی منشا کے مطابق حرکت کرتا ہے اور کسی بھی لفظ پر ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال شروع میں دی گئی ہے۔

انگریزی کو بل والی زبان (STRESS - TIMED LANGUAGE) کہتے ہیں کیوں کہ اس میں ایک جملے کو ادا کرنے میں عموماً جو وقت صرف ہو گا وہ جملے میں موجود اصل بل کی تعداد پر منحصر ہوتا ہے۔ چاہے صوت رکن کی تعداد کتنی ہی ہو۔ کچھ زبانوں میں یہ وقت صوت رکن کی تعداد پر منحصر ہوتا ہے۔ ان کو (SYLLABLE TIMED LANGUAGES) کہتے ہیں۔ مثلاً ہسپانوی۔

اتصال (TRANSITION OR JUNCTURE)

زبان میں وہ اصول و قواعد جن کے مطابق تقریر میں فونیم ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں یا ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں ان کو اتصال کہتے ہیں۔ الفاظ کو ادا کرتے وقت بولنے والا مختلف آوازوں کے بعد کم یا زیادہ وقفہ رکھ کر الفاظ کو الگ الگ رکھتا ہے۔ مثلاً اس جملے کو

وہ کیوں آج آ رہا ہے؟

دو طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک میں 'آج آ' ادا ہو اور دوسرے میں "آجا" ادا ہو۔ اسی طرح کی دوسری مثالیں یہ ہیں:۔

:.. جب بار ..، ... WHEN LOAD ..، یا جبّار

کل آئی یا کلائی - پیلی [Pili] YELLOW یا پی لی (DRANK) الفاظ میں یہ فرق وقفہ کی جگہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وقفہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دو الفاظ کے بیچ میں ہوتا ہے جو + سے ظاہر کیا جاتا ہے اور کھلا اتصال یا PLUS بھی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ایک لفظ کے ہی بیچ میں ہوتا ہے جس کو — سے ظاہر کیا جا سکتا ہے اور جس کو CLOSE جنکچر کہتے ہیں۔

کھلا اتصال دو طرح کا ہو سکتا ہے جس کو باہری کھلا اتصال اور اندرونی کھلا

اتصال کہتے ہیں۔ باہری کھلا جنکچر دو ایسے الفاظ کے بیچ میں ہوتا ہے جن میں آپس میں کوئی قریبی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اور اندرونی کھلا جنکچر دو ایسے الفاظ کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جن میں آپس میں قریبی تعلق ہوتا ہے۔ خاص طور سے یہ مرکب الفاظ اور محاوروں میں پایا جاتا ہے۔ اندرونی کھلے اتصال کو عموماً + سے اور باہری کھلے جنکچر کو # ..... (DOUBLE CROSS JUNCTURE) سے دکھاتے ہیں۔

مثلاً ذیل کے جملوں کو ادا کرتے وقت وقفہ کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

۱- کہیئے کیا حال چال ہے۔ حال + چال

۲- زندگی موت کا سوال ہے۔ زندگی + موت

۳- زندگی موت سے بہتر ہے۔ زندگی # موت

پہلے دو جملوں میں 'حال چال' اور "زندگی موت" ایک صوتی گروہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اِس لئے ان کے بیچ میں + جنکچر ہے۔ لیکن تیسرے جملے میں "زندگی موت" ایک ہی محاورہ نہیں ہے۔ ان کے بیچ میں باہری کھلا جنکچر ہے۔ اس کو اس طرح بھی جانچا جا سکتا ہے کہ جبکہ پہلے دو جملوں میں ان الفاظ کے بیچ میں لفظ 'اور' کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تیسرے جملے کے ان الفاظ "زندگی موت" کے بیچ لفظ 'اور' کا استعمال بغیر جملے کو مبہم بنائے نہیں کیا جا سکتا۔

اتصال اس طرح صرف اس صوتی وقفہ کا نام ہے جو دو آوازوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ یہ وقفہ سب سے کم بند اتصال (CLOSE JUNCTURE) میں اور سب سے زیادہ باہری کھلے اتصال میں ہوتا ہے۔

سُر لہر (INTONATION)

ایک ہی لفظ یا جملے کو کئی طرح ادا کیا جا سکتا ہے جس سے بولنے والا مختلف جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ تعجب، رنج، غصہ، خوشی، استفہام یا محض اظہارِ حقیقت وغیرہ کا اظہار صرف لب و لہجہ کے اُتار چڑھاؤ سے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً

یہ جملہ ۔

آپ آگئے

کئی طرح سے ادا ہوسکتا ہے. جن سے تعجب، استفہام یا خوشی کا اظہار ہو۔ اس طرح سے جذبات کے اظہار سے لفظ کے لغتی معنی میں کوئی فرق نہیں آتا صرف جذباتی معنی میں فرق آتا ہے۔ لہجے کا یہ اُتار چڑھاؤ حلق (GLOTTIS) سے نکلنے والے سُر (TONE) کو بدلنے سے پیدا ہوتا ہے، جس کو (INTONATION) کہتے ہیں۔ دنیا کی سب ہی زبانوں میں سُر کا استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر زبانوں میں سُر کا استعمال صرف جذباتی کیفیت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ ان کو (INTONATION LANGUA GES) کہتے ہیں لیکن کچھ زبانوں میں سُر کے اُتار چڑھاؤ سے لفظی معنوں میں بھی تبدیلی کی جاتی ہے۔ اِن زبانوں کو (TONE LANGUAGES) کہا جاتا ہے۔

سُر کے سمجھنے کے لئے بولنے سے جو ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ بولنے والے کی آواز سے ہوا میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو لہروں کی شکل میں آگے کو بڑھتا ہے جس کو آواز کی لہر (SOUND WAVE) کہتے ہیں۔ جب لہر اسی سطح پر آجاتی ہے جس سے چلتی ہے تو اس کو ایک دائرہ کہتے ہیں۔ وقت

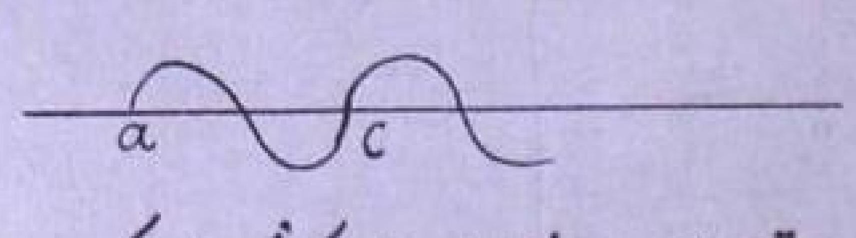

کی ایک اکائی میں جتنے دائرے بنتے ہیں اس کو اُس لہر کی (FREQUENCY) کہتے ہیں۔ یہ (FREQUENCY) جتنی زیادہ ہوگی آواز کا (PITCH) اتنا ہی اُونچا ہوگا اور جتنی یہ کم ہوگی (PITCH) کی سطح اتنی ہی نیچی ہوگی۔ ان (PITCH) کی مختلف سطحوں سے (INTONATION) کا خاکہ بنتا ہے۔

انگریزی اور اُردو میں (INTONATION) کے لئے چار خاص (PITCH) کی سطحیں استعمال ہوتی ہیں جن کو ہم 1 2 3 4 سے ظاہر کرسکتے ہیں۔ اس میں

1 سب سے نیچا اور 4 سب سے اونچا ہے۔ جملے یا فقرے کے خاتمہ پر سُر کی کیفیت کی اہمیت ہے اور اس کا مطالعہ بھی کیا جانا چاہیئے۔ ان کو ——— (TERMINAL CONTOURS) (TC) کہتے ہیں۔ یہ تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔ پہلا اُٹھتا ہوا (RISING)، دوسرا گرتا ہوا (FALLING) اور تیسرا ہموار (LEVEL) کہلاتا ہے۔ ان کو بالترتیب ↑ ↓ اور ا سے دکھایا جاتا ہے۔

جو جملے یا فقرے صرف حقیقت بیانی کے طور پر ادا ہوتے ہیں اُن میں عام طور سے 321 ↓ کی ترتیب سے سر کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

میری[2] کتاب[3] اچھی[1] ہے ↓

*

باب ۴ - صَرف

لسانیات کی ایک اہم شاخ مارفولوجی ہے - اردو کی عام قواعد میں اس شاخ کو" صرف "کے نام سے جانا جاتا ہے- لیکن چونکہ لسانیات میں یہ اصطلاح ایک خاص معنی میں استعمال ہوتی ہے اس لئے 'مارفولوجی' ہی مناسب ہے- مارفولوجی چھوٹی سی چھوٹی بامعنی لسانی اکائیوں کا مطالعہ ہوتا ہے- ان بامعنی اکائیوں کا مطالعہ 'لفظ' کی سطح تک کیا جاتا ہے- فونیمیات میں ہم انفرادی اہم آوازوں کا مطالعہ کرتے ہیں جبکہ مافولوجی میں لفظ کی ساخت اور اس میں استعمال شدہ بامعنی اکائیوں کا مطالعہ کرتے ہیں- لفظ سے آگے کی سطح یعنی جس میں فقرے اور جملے شامل ہیں وہ نحو یا سنٹکس میں آتی ہے-

مارفولوجی میں سب سے پہلی اکائی جس کا بیان ضروری ہے وہ ہے 'مارفیم'- ماہر لسانیات نے" مارفیم" ایک ایسے لسانی ٹکڑے کو کہا ہے جو بامعنی اور چھوٹی سے چھوٹی ہو- یعنی ہر وہ لسانی قطعہ جس میں یہ دو خاصیتیں پائی جائیں اس کو مارفیم کہتے ہیں- مثلاً اردو میں" کتابیں" ایک لسانی بامعنی قطعہ ہے- لیکن یہ چھوٹے سے چھوٹا (MINIMAL) نہیں ہے کیونکہ اس کو آگے بھی دو میں تقسیم کر سکتے ہیں- یعنی" کتاب" اور" یں" یہاں پر" یں" { ẽ - } بامعنی ہے- اس کے معنی ہیں" جمع یا ایک سے زیادہ" اس طرح اس لفظ میں دو مارفیم" کتاب" اور" یں" ہیں-

جہاں تک لسانیات میں معنی کا تعلق ہے لسانیات میں ہم دو طرح کے معنی لیتے ہیں ایک 'لغتی' (DICTIONARY) یا لفظی اور دوسرے' قواعدی' (GRAMMATICAL) اوپر کی مثال میں" یں" کے قواعدی معنی ہیں- 'قواعدی' کے مطلب روایتی قواعد سے ہو کر دراصل

صرف یہ ہیں کہ اس کا کوئی مطلب سمجھا جائے۔

اوپر کی مثال سے ایک اور بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مارفیم دو قسم کے ہو سکتے ہیں ایک آزاد (FREE) اور دوسرے پابند (BOUND) - آزاد مارفیم وہ ہیں جو اکیلے آزادی سے استعمال ہو سکیں۔ پابند مارفیم وہ ہیں جو بغیر کسی دوسرے مارفیم کے استعمال نہ ہو سکیں۔ جیسے اوپر کی مثال میں "کتاب" آزاد مارفیم ہے اور "یں" {e-} ایک پابند مارفیم ہے - عام طور سے ہم یہ قوسین مارفیم کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

کسی مارفیم کے 'روپ' سے مطلب ہے کہ اس میں کون کون سے فونیم ہیں۔ اِس لئے ہم زیادہ تر مارفیم کو فونیم میں دکھا سکتے ہیں یعنی اس کے بولی جانے والی شکل۔ پابند مارفیم کو دکھانے کے لئے ہم ایک چھوٹا نشان - لگاتے ہیں اور جس طرف دوسرا مارفیم آتا ہے اسی طرف یہ نشان لگایا جاتا ہے۔ مثلاً "کتابیں" میں 'یں' کے مارفیم کو {ẽ-} کی شکل میں دکھایا جاتا ہے۔

مارفیم کی اقسام

لفظ میں جگہ یا شکل کے لحاظ سے مارفیم کی مختلف اقسام ہیں، جن کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے :-

آزاد اور پابند مارفیم - جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تمام مارفیم دو بڑے درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :- آزاد اور پابند۔

پابند مارفیم کے ذیل میں دیگر اقسام دیئے گئے ہیں :-

(۱) اضافائی - (ADDITIVE) یہ وہ مارفیم ہیں جو کسی دوسرے آزاد مارفیم کے ساتھ آتے ہیں - ان کی بھی تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) سابقے - (PREFIX) یہ کسی مارفیم کے شروع میں آتے ہیں۔ مثلاً اردو میں 'بے' یا 'نا' وغیرہ۔ جیسے "بے کار - نالائق"۔

(ب) لاحقے (SUFFIXES) یہ کسی مارفیم کے آخر میں یا بعد میں آتے ہیں۔ مثلاً

اردو میں "دار" "ایمان دار" میں یا 'گار' 'مددگار' 'روزگار' وغیرہ ہیں۔

(ج) وسطیہ۔ (INFIXES) یہ کسی مارفیم کے بیچ میں آتا ہے۔

فلپائن کی ایک زبان ٹیگالوگ (TAGALOG) میں اِس قسم کا وسطیہ پایا جاتا ہے جیسا کہ ذیل کی مثال سے ظاہر ہے:

'کوشش' /pi:lit/

'کام کرنے والا' /-um-/

'کوشش کرنے والا' /pumi:lit/

(۲) تکراری۔ (REDUPLICATIVE) کچھ زبانوں میں ایسی مارفیم ہے جن کا کل روپ یا جزوی روپ دُہرایا جاتا ہے اور اس طرح نیا مارفیم بنتا ہے۔ فلپائن کی ٹگالوگ زبان میں ہی لفظ "صرف" کے لئے تکراری مارفیم استعمال ہوتا ہے۔ تکراری مارفیم مختلف الفاظ میں مختلف شکل رکھتا ہے اور اسی لئے یہ تکراری مارفیم کہلاتا ہے۔ ذیل کی مثال ٹگالوگ زبان سے لی گئی ہے:-

سابقہ /-i/ صرف ایک /iisa/ "ایک" /isa/

سابقہ /-da/ صرف دو /dadalawa/ 'دو' /dalawa/

سابقہ /-ta/ صرف تین /tatalo/ 'تین' /tatlo/

انگریزی اور اُردو میں اصل تکراری مارفیم پائے نہیں جاتے۔ انگریزی میں کبھی کبھی "ZIG-ZAG" یا "CRISS-CROSS" کی مثالیں تکراری مارفیم کی حیثیت سے دی جاتی ہیں۔ لیکن یہ مثالیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں کوئی حصّہ الگ کر کے معنی قائم نہیں رکھتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تکراری مارفیم صرف ایک لفظ میں نہ ہو کر بہت سے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ (جیسا کہ ٹگالوگ کی مثال سے عیاں ہے) اور ہر جگہ اس کی شکل اس لفظ کی شکل پر منحصر ہوگی۔

(۳) مبدل۔ (REPLACIVE) اور (۴) غیر مسلسل (DISCONTINUOUS) مارفیم۔ مبدل اور غیر مسلسل مارفیم دو الگ قسمیں ہیں لیکن چونکہ بہت سے الفاظ میں

انگریزی میں یہ ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں اس لئے ان کا بیان ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اردو میں بھی ان کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ لیکن اُردو میں یہ بہت کم ہیں مثلاً:۔

شعر - شاعر /šer/ /šair/

فعل فاعل /fel /fail /

اِن مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ معنی کے لحاظ سے "شعر - شاعر" میں آپس میں کچھ رشتہ ہے۔ اب اگر ہم "شاعر" کا ذیل میں دیئے گئے طریقہ سے تجزیہ کریں تو ہمیں اس ایک لفظ میں دو مارفیم مل جائیں گے :۔

(۱) ← /š ... r/ ⟶ /šair/

(۲) ← /-e- ← -ai-/

پہلا مارفیم غیر مسلسل مارفیم ہے اور اس کے معنی ہیں "شعر"۔ دوسرا مارفیم مبدل ہے (جو کہ پڑھا جائے گا۔ "/-ai-/ تبدیل کرتا ہے /-e-/ کو) اور اس کے معنی ہیں "کام کرنے والا"۔ اسی طرح دوسری مثال کا تجزیہ کیا جائیگا۔

انگریزی میں الفاظ 'MEN' اور 'FEET' میں دو دو مارفیم ہیں۔ ان کا تجزیہ ذیل میں کیا گیا ہے۔

'MEN' /men/ ⟶ /-e- ← -æ-/ / /m ...n/

'FEET' /fi:t/ ⟶ /-i: ← -u-/ / /f ... t/

'MEN' میں دو مارفیم ہیں۔ ایک /m...n/ ہے جو 'MAN' کیلئے ہے اور /-e- ← -æ-/ مبدل ہے اور اس کے معنی ہیں "جمع" کے۔

ویسے انگریزی مبدل مارفیم الگ سے، بنا غیر مسلسل کے ساتھ، بھی آتا ہے۔ نیچے کی مثالیں دیکھئے :

اسم		فعل	
WREATH	[ri:θ]	WREATHE	[ri:ð]
HOUSE	[haus]	HOUSE	[hauz]
BATH	[ba:θ]	BATHE	[beið]

ان الفاظ میں اسم سے فعل بنانے کے لئے آخری مصمتے کو بدلا گیا ہے۔ پہلے لفظ /θ/ کو /ð/ سے بدلا گیا ہے۔ اس طرح فعلی مارفیم کو /θ ← ð/ سے دکھایا جاسکتا ہے اور یہ ایک مبدل مارفیم ہے۔

(۵) تفریقی۔ (SUBTRACTIVE) اس قسم کو سمجھنے کے لئے نیچے دی گئی فرانسیسی زبان کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے :۔ اس زبان میں مذکر اور مؤنث کے لئے صفتی الفاظ میں کچھ فرق کیا جاتا ہے۔ مثلاً

معنی	مؤنث	لفظ	مذکر	لفظ
ہموار	/plat/	PLATTE	/pla/	PLAT
بدنما	/lɛd/	LAIDE	/lɛ/	LAID

ہم دیکھتے ہیں کہ مؤنث کے لئے جو الفاظ ہیں ان میں ایک مصمتہ مذکر کے مقابلہ میں زیادہ ہے لیکن چونکہ یہ مصمتہ ہر لفظ میں مختلف ہے اس لئے اگر مؤنث کی پہچان کے لئے یہ کہیں کہ مذکر کے الفاظ ایک مصمتے کا اضافہ ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا مصمتہ ؟ چونکہ ہر لفظ میں یہ مصمتہ مختلف ہے اِس لئے ہمیں ہر لفظ کے لئے یہ مصمتہ الگ الگ یاد رکھنا پڑے گا۔ اسی لئے بجائے اضافائی مؤنث مارفیم کے ہم مذکر مارفیم کو اگر (SUBTRACTIVE) مان لیں تو بہت آسانی ہو۔ یعنی مؤنث الفاظ کو بنیادی مان لیں اور مذکر الفاظ تفریقی (SUBTRACTIVE) عمل سے حاصل کئے جائیں گے۔ اور اس طرح جنس کا مارفیم تفریقی (SUBTRACTIVE) کہلائیگا۔

(۶) صفر مارفیم۔ بہت سے الفاظ مختلف قواعدی زمرے میں تبدیلی کے ساتھ بھی نہیں بدلتے۔ مثلاً نیچے کے دو جملوں میں لفظ "آدمی" واحد اور جمع دونوں حالتوں میں ایک ہی شکل میں ہیں :۔

وہاں ایک آدمی ہے

وہاں چار آدمی ہیں

یہاں ہم کہیں گے کہ دوسرے جملے میں "آدمی" میں جمع کا مارفیم صفر ہے۔ انگریزی

میں بہت سے الفاظ ہیں جن میں صفر مارفیم کا استعمال ہی ہے :- مثلاً جمع کیلئے FISH یا زمانہ ماضی کیلئے بھی HIT ہی رہینگے۔

(۷) خالی (EMPTY) مارفیم - کچھ شکلیں ایسی ہوتی ہیں جن کے کوئی اپنے مارفیم نہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً انگریزی میں لفظ 'CHILDREN' میں دو مارفیم ظاہر ہیں :- ایک 'CHILD' اور دوسرا 'en' ۔ جو جمع کے لئے ہے ۔ لیکن 'r' کے کوئی معنی نہیں ہیں ، اس لئے 'r' خالی مارفیم ہے۔ اسی طرح اردو میں لفظ "زندگی" میں دو مارفیم ہیں : 'زندہ' اور 'ی' ۔ 'گ' خالی مارفیم ہے۔

(۸) غصبی مارفیم (SUPPLETIVE MORPHEME) اردو میں ماضی کا مارفیم عام طور سے /a/-/ (- یا) ہے - جیسے کھایا - لایا - وغیرہ - لیکن لفظ جا کا ماضی روپ "جایا" نہ ہوکر "گیا" ہے - لفظ 'جا' کی جگہ ماضی کے روپ "گ" کا استعمال ہوا ہے۔ اس 'گ' کو غصبی مارفیم کہیں گے کیونکہ اس نے "جا" کو غصب کر لیا ہے۔

(۹) دو بٹہ مارفیم (PORTMANTEAU MORPHEME)۔ یہ وہ مارفیم ہیں جو معنی کے لحاظ سے دو الفاظ سے متعلق ہوں - انگریزی اور فرانسیسی میں اس کی مثالیں عام ہیں۔ مثلاً انگریزی میں 'WHAT' کے معنی 'THAT + WHICH' کے بھی ہیں : اس طرح

WHAT ⟶ THAT + WHICH

یا اردو میں "چنانچہ" ایک لفظ ہے جس کے معنی دو الفاظ "اس لئے" "یں دیئے جاتے ہیں۔

مارفیم، ذیلی مارفیم، مارف اور ذیلی مارفیم کے استعمال کی شرائط:

بعض مارفیم مختلف موقعوں پر مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں لیکن معنی کے لحاظ سے وہ ایک ہی مارفیم ہیں۔ ان مختلف شکلوں کو ایک ہی مارفیم کے رکن یا ذیلی مارفیم کہتے ہیں۔ مثلاً اردو میں جمع کا مارفیم عام طور سے /e-/ ہے - جیسے "لڑکے، حصے، مزے" وغیرہ میں - لیکن کچھ الفاظ میں /ẽ-/ یا /ã-/ بھی استعمال ہوگا - جیسے

کتابیں۔ لڑکیاں وغیرہ ہیں۔ یہ سب ہی شکلیں جمع مارفیم کے ذیلی مارفیم (ALLOMORPH) ہیں۔

ذیلی مارفیم، مارفیم یا کوئی اور شکل جس کو بیان کیا جائے اس کو مارف (MORPH) کہتے ہیں۔ یعنی مارف وہ سب ہی شکلیں جن کو تجزیہ کرتے وقت بیان کیا جائے۔ اس میں خالی مارفیم بھی شامل ہیں۔

ذیلی مارفیم میں مختلف قسم کے ذیلی مارفیم شامل ہیں۔ یعنی ان کا استعمال مشروط ہوتا ہے۔ اب ذیل میں ہم ان مختلف شرائط کا مطالعہ کریں گے جن میں یہ ذیلی مارفیم استعمال ہو سکتے ہیں۔

(۱) اصواتی مشروط ذیلی مارفیم (PHONOLOGICALLY CONDITIONED)

انگریزی کے جمع کے مارفیم ملاحظہ کیجئے :۔

/s-/ یہ ایسے الفاظ کے آخر میں آتا ہے جن کے آخری آوازیں غیر مسموع ہوتی ہیں۔ مثلاً CUP ‘ CAT ‘ BOOK وغیرہ۔

/z-/ یہ ایسے الفاظ کے آخر میں آتا ہے جن کی آخری آوازیں مسموع ہوتی ہیں مثلاً TUB ‘ BUD ‘ DOG وغیرہ۔

/zi-/ یہ ایسے الفاظ کے آخر میں آتا ہے جن کی آخری آواز نیم بندشی یا صفیری ہو یا تالوئی افریکیٹ ہوں۔ مثلاً JUDGES ‘ CHURCHES ‘ BUSHES ‘ HORSES وغیرہ۔

یہ تین مختلف شکلیں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ تینوں جمع کے مارفیم کی ذیلی مارفیم ہیں۔ اس میں سے کسی بھی شکل کو ہم مارفیم مان لیں گے۔ مثلاً {s-} کو مارفیم کی نمائندگی کے لئے لے لیا اور پھر اس کے تین ذیلی مارفیم /zi-, z-, s-/ ہیں۔

چونکہ ہم نے ان ذیلی مارفیم کے استعمال کی شرائط کو صوتی روپ میں بیان کیا ہے اس لئے اس قسم کو اصواتی مشروط ذیلی مارفیم کہیں گے۔

(۲) قواعدی مشروط ذیلی مارفیم۔

اردو میں جمع کے مارفیم کی بھی کئی شکلیں ہیں۔ ذیل میں ان شکلوں کی وضاحت

کی گئی ہے۔

ا - /e- / مثلاً: لڑکے - بورے - تھیلے وغیرہ -

ب - /õ- / مثلاً: لڑکوں - بوروں - تھیلوں وغیرہ

ج - /ã- / ے / ẽ- / مثلاً: لڑکیئیں - لڑکیاں - کتابیں - کرسیاں وغیرہ

د - /õ- / مثلاً: لڑکیوں - بکریوں - میزوں وغیرہ

اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے کہ پہلی دو شکلیں مذکر اور آخری دو شکلیں مؤنث میں استعمال ہوں گی - اس کے علاوہ پہلا اور تیسرا حالتِ فاعلی (NOMINATIVE CASE) میں ہیں اور دوسرا اور چوتھا غیر فاعلی حالت (OBLIQUE CASE) میں ہیں - غیر فاعلی حالت کی ایک پہچان یہ ہے کہ ان اسم کے بعد حرف 'نے' 'میں' استعمال ہو سکتا ہے - اردو میں اس طرح جمع کے چار ذیلی مارفیم ہیں - چونکہ ان مارفیم کو قواعدی طور سے بیان کیا گیا ہے - اس لئے یہ قواعدی مشروط ذیلی مارفیم ہیں -

(۳) مارفیمی مشروط ذیلی مارفیم -

اردو میں ماضی کا مارفیم عموماً 'یا' /-ya/ ہوتا ہے - مثلاً کھایا - سویا - رویا - لایا وغیرہ - یعنی اصل یا بنیادی رُوپ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے - لیکن 'جا' میں جب ماضی کا مارفیم آتا ہے تو وہ "جایا" نہ ہو کر "گیا" ہو جاتا ہے - اِس طرح گیا /gaya/ دو مارفیم ہیں - ایک /-ga/ اور دوسرے /-ya/ جو ماضی مارفیم ہے - 'جا' کی جگہ "گ" کا استعمال ہوا ہے - اِس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ /-ga/ ایک ذیلی مارفیم ہے "جا" کا - یہ /-ga/ صرف ماضی مارفیم کے ساتھ آتا ہے - چونکہ /-ga/ صرف ایک مارفیم ماضی کے ساتھ آتا ہے اس لئے یہ مارفیمی طور سے مشروط ہے -

(۴) نحوی مشروط مارفیم - جب کوئی مارفیم کسی لفظ یا فقرے کے ساتھ ہی آتا ہو تو اس کو نحوی مشروط (SYNTACTICALLY CONDITIONED) کہہ سکتے ہیں مثلاً انگریزی میں اضافی s کا استعمال ایک لفظ کے ساتھ بھی ہے اور ایک پورے فقرے کے ساتھ بھی ہوتا ہے - جیسے THE KING OF PETER'S BOOK اور

ENGLAND'S میں - اِس لئے اس s کو نحوی مشروط مارفیم کہیں گے۔

(۵) لغتی مشروط ذیلی مارفیم - انگریزی میں جمع کا عام ذیلی مارفیم {s-} ہے لیکن چند الفاظ میں {n I-} 'en' کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً 'CHILD' BROTHER OX چونکہ 'en -' کا استعمال صرف گِنے چُنے الفاظ میں ہوتا ہے اور اس کی ایک فہرست آسانی سے تیار کی جاسکتی ہے اس لئے ہم اس مارفیم کو لغتی مشروط ذیلی مارفیم کہتے ہیں۔

ہم صوت مارفیم (HOMOPHONOUS MORPHEME)

بعض مارفیم ایسے ہوسکتے ہیں جو تلفظ کے لحاظ سے کسی دوسرے مارفیم کے مانند ہی ہوں لیکن چونکہ معنی مختلف ہیں اس لئے یہ مختلف مارفیم ہی کہلائیں گے۔ مثلاً اُردو میں آم - عام، دام - دام، یار - بار وغیرہ۔

مارفیم، لفظ اور صوت رکن

ایک لفظ ایک مارفیم بھی ہوسکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔ مثلاً 'کرسی' ایک لفظ بھی ہے اور ایک مارفیم بھی ہے - ایک لفظ "کرسیاں" ایک لفظ تو ہے لیکن اس میں مارفیم دو ہیں۔

اسی طرح ایک مارفیم ایک صوت رکن بھی ہوسکتا ہے اور ایک اس میں ایک سے زیادہ بھی صوت رکن (SYLLABLE) ہوسکتے ہیں۔ مثلاً 'دن' ایک صوت رکن ہے اور ایک مارفیم ہے۔ لیکن "اجنبی" میں تین صوت رکن ہیں لیکن یہ ایک مارفیم ہے۔

مارفیم صرف ایک آواز (PHONEME) کی بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے کہ اوپر کی مثالوں میں "لڑکے" کی جمع /e-/ سے ظاہر ہے۔

ہر مارفیم کی اپنی مخصوص تقسیم یا استعمال ہوتا ہے یعنی جس ماحول میں یہ

استعمال ہوگا وہ دوسرے قسم کے مارفیم سے مختلف ہوگا۔ مثلاً اردو میں "کو" سے پہلے اور بعد میں چند خاص قسم کے الفاظ (مثلاً شروع میں "میں" اور بعد میں "جا" وغیرہ) استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسمی الفاظ 'کرسی'، 'کپڑا' وغیرہ بھی خاص قسم کے الفاظ شروع اور بعد میں لیتے ہیں۔ ایک مارفیم کی تقسیم یا استعمال کی خصوصیات میں وہ تمام لسانی سیاق وسباق شامل ہیں جن میں اس کا استعمال ممکن ہو۔ اس میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جو اس کے آس پاس ہوں اور وہ دوسرے مارفیم بھی شامل ہیں اُسی مارفیم کے ساتھ ایک ہی لفظ میں آتے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہر لفظ میں مارفیم ایک خاص ترتیب میں ہی آتے ہیں یعنی مارفیم کا لفظ میں مقام دیا ہوا ہوتا ہے۔ جیسے لفظ "چارہ" ہے جو مختلف الفاظ جیسے "بے چارہ" "لاچار" اور "بے چارگی" میں استعمال ہوتا ہے۔ اب یہ مارفیم "چارہ"، لفظ "بے چارگی"، اسی جگہ استعمال ہوگا۔ یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ... "چار بے گی" یا "گی بے چار" وغیرہ استعمال کیا جاسکے۔

لفظ، ساق (STEM) اور مادہ (ROOT)

لفظ کیا ہے؟ دراصل یہ ایک ایسا تصور ہے جو ہمیشہ ہی مباحثہ کا موضوع رہا ہے۔

لسانیات میں 'لفظ' کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ یہ ایسی آزاد شکل یا لسانی رُوپ ہے جو پورے طور سے دو یا دو سے زیادہ آزاد مارفیموں میں تقسیم نہ کیا جاسکے۔

مثلاً لفظ "دلچسپ" کے چھوٹے ٹکڑے (بامعنی، یعنی مارفیم) کریں تو 'دل' اور "چسپ" ملتے ہیں۔ اس طرح اس میں ایک (چسپ) پابند مارفیم ہے۔ اس طرح دونوں رُوپ آزاد نہیں ہیں۔ اِس لئے یہ ایک لفظ ہے۔

عموماً لفظ کو لکھتے وقت اس کے آس پاس خالی جگہ چھوڑی جاتی ہے۔ یا

بولتے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ لفظ وہ جس سے پہلے اور بعد میں وقفہ ممکن ہو۔ لیکن بولتے وقت لوگ ایک لفظ کو دوسرے میں ادغام کرتے ہیں اس لئے یہ پہچان صحیح نہیں ہے۔

لفظ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ یہ اکیلا پورے جملہ کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال ہوسکتا ہے۔ مثلاً "جاؤ" "میرا" وغیرہ لیکن یہاں بھی یہ اعتراض ممکن ہے کہ ہر لفظ اکیلا نہیں بولا جاسکتا۔ مثلاً 'لیکن'، 'کا'، وغیرہ۔

لفظ کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کو جملے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ سکتے ہیں۔ لفظ خود مکمل ہوتا ہے اور اس کے بیچ میں کوئی اور لفظ نہیں آسکتا۔ لیکن یہ خود دوسرے الفاظ کے بیچ میں آکر ان کو الگ کرسکتا ہے۔ مثلاً "بے کار" لفظ ہے جو دوسرے الفاظ کے بیچ میں آسکتا ہے۔ جیسے "وہ بے کار ہے" لیکن خود 'بے کار' کے بیچ میں کوئی دوسرا لسانی ٹکڑا نہیں آسکتا۔

روایتی قواعد میں لفظ کی تعریف یہ ہے کہ اس کے اپنے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے لسانی ٹکڑے ہیں جو لکھنے یا بولنے میں بظاہر دو یا دو سے زیادہ الفاظ معلوم ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک بھی الگ کرلیا جائے تو نہ اس الگ کئے ہوئے ٹکڑے کے کوئی معنی رہتے ہیں اور نہ باقی ماندہ حصے کے۔ مثلاً انگریزی میں ہے 'CRISS CROSS' 'ZIG-ZAG' یا 'SPICK AND APAN' وغیرہ یا اُردو میں الّم غلّم۔ دیر سویر وغیرہ۔ اس لئے لفظ کی روایتی تعریف مشکوک ہوجاتی ہے۔

لفظ کو ایک آزاد صوتی اکائی بھی کہا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا "کھاتا" "کھائیگا" دو مختلف الفاظ ہیں یا ایک لفظ کی دو اشتقاقی یا تصریفی شکلیں ہیں۔ ماہرِ لسانیات نے ایک نئی اصطلاح لفظیہ (LEXEME) اس مسئلہ کے حل کے لئے تجویز کی ہے۔ یعنی "کھا" ایک لفظیہ ہے جس سے یہ دو شکلیں بنائی گئی ہیں۔

صوتی اکائی سے مطلب ہے کہ ایک لہجہ (ACCENT) سے یا ایک سُر لہر (INTONATION) کے ساتھ اس کو بولا جاسکے۔ بہت سی زبانوں میں جو اکائیاں

ایک سُر لہر سے پڑھی جاسکتی ہیں ضروری نہیں کہ وہ قواعدی طور پر بھی ایک ہی اکائی ہو۔ فرانسیسی زبان سے ایک مثال لیجئے:

DES ENFANTS بچّوں کے

بولنے میں یہ ایک اکائی ہے۔ یعنی دے زاں فاں۔ [d ɛ z ɑ̃ f ɑ̃] لیکن صوت رکن اس میں تین ہیں یعنی دے۔ زاں۔ فاں۔ اس طرح تحریری شکل اور صوتی تجزیہ میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے یہ فقرہ ایک مستقل شکل نہیں ہے۔ یعنی اس کے بیچ میں دوسرے لسانی ٹکڑوں کا استعمال ممکن ہے۔ مثلاً "des grands enfants" بڑے بچوں کے، ایک اور بات یہ ہے کہ des بھی آزاد شکل نہیں ہے، بلکہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ ہی بولا جاتا ہے۔

لسانیات میں ایسی صورت میں جہاں ایک لفظ اپنے استعمال کے لئے دوسرے لفظ پر منحصر ہو اس کو پابند لفظ clitics کہا گیا ہے۔ یعنی یہ لفظ اس معنی میں تو ہے کہ اس کو تحریر میں الگ لکھا جاسکتا ہے لیکن بولنے میں عام طور سے یہ دوسرے لفظ پر منحصر ہوتا ہے۔ فرانسیسی میں اس کی مثال عام ہے لیکن اردو، انگریزی میں بھی یہ خاص تعداد میں مل جاتی ہیں۔ اردو میں "رہا۔ رہے" وغیرہ (جیسے کھارہا۔ کھارہے) ایک اچھی مثال ہے جو اس لحاظ سے تو لفظ ہے کہ یہ الگ لکھا جاتا ہے لیکن بولا اکیلا کبھی نہیں جاتا ہے اور نہ یہ پابند مارفیم ہے کیونکہ پابند مارفیم جس لفظ یا مارفیم کے ساتھ آئے تو ان دونوں کے بیچ میں کوئی دوسرا مارفیم داخل نہیں ہوسکتا جب کہ 'رہا' سے پہلے دوسرے الفاظ بھی آسکتے ہیں۔ مثلاً نیچے کی مثالوں میں 'رہا' کا مقام ملاحظہ ہو:۔

وہ کھارہے تھے۔ وہ کھاتو رہے تھے۔ وہ کھانہیں رہے تھے۔ ان سب میں 'رہا' کو اس کے قواعدی حصّے 'کھا' سے الگ کردیا گیا ہے۔ اِس طرح یہ ایک لفظ یا مارفیم نہ ہوکر 'پابند لفظ' ہے۔

انگریزی میں بھی 'It's' اور 'can't' وغیرہ بھی 'پابند لفظ' کی مثالیں ہیں۔

ساق اور مادّہ ۔ ساق لفظ کا وہ حصّہ ہے جس میں تصریفی مارفیم جوڑے جاسکیں۔ مادّہ لفظ کا وہ حصّہ ہے جو بنیادی طور سے موجود رہتا ہے۔ بعض صورتوں میں ساق اور مادّہ ایک ہی ہوسکتا ہے۔ مثلاً لفظ 'نالائقی' میں "نالائق" ساق ہے۔ "ی" ایک اشتقاقی مارفیم ہے اور "لائق" "مادّہ" یا بنیاد ہے۔ "نا" بھی ایک اشتقاقی مارفیم ہے۔ اگر ہم اسی کو "نالائقیوں" کردیں تو "وں" ایک تصریفی مارفیم ہے۔ اِس طرح اس ایک لفظ "نالائق" کے ساق اور مادّہ مختلف ہیں۔ جبکہ لفظ "آدمی" میں "آدمی" ہی لفظ ہے، ساق اور مادہ ہے۔ لیکن لفظ "آدمیوں" میں 'آدمی' ساق ہے اور مادّہ بھی۔ اس طرح اگر 'مادّہ' اور 'ساق' کسی لفظ میں مختلف ہونگے تو مادّہ چھوٹا ٹکڑا ہوگا کیونکہ یہ لفظ کا بنیادی حصّہ ہے، جب کہ ساق ایک اشتقاقی شکل بھی ہوسکتی ہے۔

*

باب ۵ : مارفوفونیمیات

ایک ہی مارفیم کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں جو مارفیم متبادل (MORPHEME ALTERNANTS) کہلاتے ہیں۔ جن قواعد کے ماتحت یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کو ہم مارفوفونیمیات میں مطالعہ کرتے ہیں۔ اس عمل کو سندھی بھی کہتے ہیں۔

جب کوئی مارفیم کبھی ایک فونیمی رُوپ اور کبھی دوسرے فونیمی رُوپ سے استعمال ہو تو یہ مختلف شکلیں ایک دوسرے کی متبادل سمجھی جائیں گی۔ مارفیم کے ہر رُوپ یا نمائندگی کو مارف کہا جاتا ہے۔ اور ایک ہی مارفیم کے مختلف رُوپوں کو الومارف یا ذیلی مارفیم کہتے ہیں۔

سندھی دو طرح کی ہو سکتی ہے: داخلی اور خارجی۔ داخلی سندھی میں ایسے مارفیم شامل ہیں جن کے اندر کوئی تبدیلی ہوتی ہو۔ مثلاً انگریزی میں نفی کے مارفیم 'in-' دولبی آوازوں سے پہلے 'im-' میں بدل جاتا ہے۔ یا اُردو میں 'عبدل' مختلف آوازوں سے پہلے اپنی شکل بدل لیتا ہے مثلاً 'عبدس' (عبدالسلام)، 'عبدُر' (عبدالرحمٰن) وغیرہ۔

خارجی سندھی لفظ کی حد سے باہر ہوتی ہے۔ یعنی مارفیم کے بعد اتصال ہو یا کوئی دوسرا لفظ شروع ہوتا ہو۔ مثلاً لفظ "بچ" کا 'چ'، عام طور سے "گ" کے پہلے مسموع ہو جاتا ہے جیسے "بچ گیا" میں جس کو اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے:-

/bac gaya/ → /baj gaya/

خودکار اور غیر خودکار سندھی

خودکار متبادل عام طور سے وہ ہیں کہ جن کا اگر لحاظ نہ رکھا گیا زبان کے صوتی

ڈھانچہ کے اصولوں کی خلاف ورزی ہو گی۔ یہ متبادل صوتی طور سے مشروط ہوتے ہیں۔ مثلاً انگریزی کے جمع کے ذیلی مارفیم خود کار ہیں۔ غیر خود کار سندھی وہ ہے جو خود کار نہ ہو۔ مثلاً "عبدل" کسی جگہ "عبدس" ہوتا ہے اور کسی جگہ "عبدر" ہوتا ہے (عبدالسلام، عبدالرحمٰن)۔ اس لئے یہ تبدیلی خود کار نہیں ہے۔

خود کار تبدیلی ہمیشہ صوتی طور سے مشروط ہوتی ہے۔

زبانوں میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جو غیر مسموع آواز مسموع آواز سے پہلے آئے تو وہ بھی مسموع ہو جاتی ہے۔ مثلاً اردو الفاظ "ڈاک، بچ، آپ" میں آخری آوازیں غیر مسموع ہیں لیکن یہ الفاظ اگر مسموع آوازوں سے پہلے آئیں جیسے "ڈاک گھر"، "بچ گئے"، "آپ بھی" تو یہ آوازیں گ، ج، ب میں تبدیل ہو جائیں گی۔ یعنی یہ "ڈاگ، بج، آب" سنائی دیں گی۔ یہ سب ہی مثالیں باہری سندھی کی ہیں۔

باقاعدہ اور بے قاعدہ تبدل

وہ تبدل جو زبان میں عام ہو وہ باقاعدہ تبدل کہلاتا ہے اور وہ تبدل جو کم الفاظ میں استعمال ہو اسے بے قاعدہ کہتے ہیں۔ مثلاً اردو میں "اُوں۔ آں"۔ جمع کا عام تبدل ہے۔ لیکن چند الفاظ میں دوسرے طور سے بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ مثلاً حکمار حکیم کی جمع۔ 'اوں۔ آں' باقاعدہ جمع کا مارفیم ہے اور "حکمار" میں جمع کا مارفیم بے قاعدہ ہے۔

تصریفی اور اشتقاقی مارفیم

زبان میں پابند مارفیم دو طرح کے ہو سکتے ہیں:۔ تصریفی (INFLECTIONAL) اور اشتقاقی (DERIVATIONAL)۔ تصریفی مارفیم قواعدی طور سے اہم ہوتے ہیں۔ ان کی قواعدی اہمیت ہوتی ہے۔ اشتقاقی مارفیم غیر قواعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً لفظ "کتابوں" میں 'وں'، /ں-/ ایک تصریفی مارفیم — (INFLECTIONAL

(MORPHEME) ہے۔ کیونکہ یہ ایک قواعدی زمرہ "جمع" کا ظاہر کر رہا ہے جبکہ لفظ "تیزی سے" میں "سے" ایک اشتقاقی مارفیم ہے کیونکہ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے جملہ کی قواعدی ساخت پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اِن دونوں کا تقابلی جائزہ لیں گے۔

(۱) تصریفی مارفیم ساق (STEM) نہیں بناتے ہیں۔ یعنی اگر تصریفی لاحقہ استعمال ہو گیا ہے تو اس کے بعد کوئی دوسرا لاحقہ استعمال نہیں ہو گا۔ جبکہ اشتقاقی لاحقہ استعمال ہونے کے بعد بھی دوسرا اشتقاقی لاحقہ یا تصریفی لاحقہ استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً لفظ "کام" میں "یاب" جوڑ دیجئے تو "کامیاب" بنا۔ اس میں "یاب" ایک اشتقاقی لاحقہ یا مارفیم ہے کیونکہ اس کے بعد بھی ہم اور لاحقے جوڑ سکتے ہیں۔ مثلاً "کامیابی" یہاں "ی" بھی ایک اشتقاقی لاحقہ ہے کیونکہ "کامیابی" بھی ایک ساق ہے جس میں اور ایک لاحقے کی گنجائش ہے۔ مثلاً "اں" یعنی جمع کا مارفیم جوڑا جا سکتا ہے یعنی "کامیابیاں"۔ اب چونکہ "اں" ایک تصریفی مارفیم ہے اس لئے اب یہ لفظ بند ہو گیا یعنی اس کے بعد کسی اور لاحقے کی گنجائش نہیں ہے۔

اُردو میں تصریفی لاحقے یا مارفیم عموماً ساق میں بعد میں ہی ہوتے ہیں جب کہ اشتقاقی لاحقے ساق کے شروع اور بعد دونوں موقعوں پر موجود ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "بے۔ نا۔ لا" وغیرہ اشتقاقی سابقے ہیں (جیسے الفاظ بے کار۔ نالائق۔ لاچار وغیرہ ہیں) اور یہی حال انگریزی زبان کا بھی ہے۔

(۲) اگر ساق اور پابند مارفیم کی کل تقسیم (DISTRIBUTION) یا استعمال ایسا ہی ہو جیسا کہ اکیلے اس ساق کا تو یہ پابند مارفیم اشتقاقی ہو گا اور کُل شکل کو اشتقاقی ساق کہیں گے۔ مثلاً ہم کہیں "کھیل اچھا ہے" یا "کھِلاڑی اچھا ہے"۔ اِس طرح "کھیل" اور "کھلاڑی" دونوں کی تقسیم یا استعمال ایک سا ہے اور جملے کی قواعد ساخت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اِس لئے "کھلاڑی" ایک اشتقاقی لفظ اور "ڑی"

ایک اشتقاقی مارفیم ہے۔

(۳) اشتقاقی مارفیم کے مختلف قسم کے ذیلی مارفیم ہو سکتے ہیں یعنی ایک ہی معنی کے لئے مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں جب کہ تصریفی مارفیم عموماً ایک شکل کے یا کم اختلاف کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ مثلاً اُردو میں نفی کے سابقے مختلف الفاظ میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ جیسے بے کار۔ نالائق۔ لاچار۔ ناکارہ۔ بِلا وجہ۔ بِنا بات وغیرہ۔ جبکہ تصریفی لاحقہ کے ذیلی مارفیم میں اتنی زیادہ اختلاف نہیں ہوتا۔ جیسے 'کتاب' یں جمع کا مارفیم۔ اِس کے ذیلی مارفیم بھی ہیں۔ لیکن یہ سب مشروط ہیں۔ اِسی طرح اُردو میں دوسری مثال اسمی الفاظ بنانے کی ہے جو کہ اشتقاقی طریقے سے بنائی جاتی ہے اور اس کے ذیلی مارفیم کئی ہیں۔ مثلاً بچہ۔ بچپن، شریر۔ شرارت، بدنام۔ بدنامی، بادشاہ۔ بادشاہت، خوف۔ خوفناک، اونچا۔ اونچائی وغیرہ۔ یہی حال انگریزی میں بھی ہے۔

(۴) اشتقاقی مارفیم کسی ساق میں جوڑنے سے اس کے بڑے زمرے میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوجاتی ہے۔ جبکہ تصریفی مارفیم جوڑنے سے ساق کے زمرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مثلاً 'شریر' صفت ہے۔ اشتقاقی مارفیم "ت" جوڑنے سے "شرارت" بنا جس سے یہ اسم بن گیا۔ جبکہ "کھا" فعل ہے اور اس سے تصریفی مارفیم "رہا" جوڑنے سے "کھا رہا" بنا جو کہ ایک تصریفی عمل ہے اور اس سے یہ فعل ہی رہا۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ ایک عمل یا مارفیم جو ایک زبان میں تصریفی ہو دوسری زبان میں اشتقاقی ہو سکتا ہے۔ مثلاً اردو میں جنس (GENDER) کا مارفیم تصریفی ہے کیونکہ یہ قواعدی رُو سے اہم ہے اور اس کی وجہ سے جملے کی ساخت میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور اگر نہ کی جائے تو جملہ قواعدی طور سے مشکوک ہو جائیگا۔ مثلاً

لڑکا کھانا کھا رہا ہے

لڑکی کھانا کھا رہی ہے

"لڑکی" کی وجہ سے جملے میں 'رہا' کی بجائے "رہی" کیا گیا۔ جبکہ انگریزی

میں (BOY) کی جگہ (GIRL) ہو جائے تو جملے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے انگریزی میں جنس کوئی تصریفی عمل نہیں ہے۔

تصریفی زمرے (INFLECTIONAL CATEGORIES)

کسی زبان کے الفاظ کو مطالعہ کی آسانی کے لئے اور قواعد کے تجزیئے کے لئے مختلف درجوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جن کو روایتی اصطلاح میں اقسامِ کلمہ (PARTS OF SPEECH) کہتے ہیں۔ مثلاً کون الفاظ اسم ہیں، کون فعل اور کون صفت وغیرہ۔ لسانیات میں تقسیم معنی کے لحاظ سے نہ ہو کر استعمال اور سیاق و سباق اور ساتھ میں استعمال ہونے والے مارفیم سے ہوتی ہے۔ مثلاً لفظ "کھانا" اسم بھی ہو سکتا ہے (یہ کھانا اچھا ہے) اور فعل بھی ہو سکتا ہے (یہ آپ کو کھانا ہے)۔ اسمی الفاظ جمع کا مارفیم لیتے ہیں (مثلاً: کھانے) اسمی الفاظ کے ساتھ جو تصریفی مارفیم استعمال ہو سکتے ہیں ان کو اسمی زمرے کہہ سکتے ہیں چونکہ یہ زمرے پابند مارفیم کے ہوتے ہیں اس لئے یہ تصریفی زمرے کہلاتے ہیں۔ اسم کے ساتھ استعمال ہونے والے مختلف زمرے ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱) عدد۔ اُردو میں یہ دو ہیں۔ واحد اور جمع۔ اس کی تفصیل اوپر دی جا چکی ہے۔ چند زبانوں میں عدد دو سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں مثلاً عربی واحد۔ تثنیہ۔ اور جمع۔ واحد ایک کے لئے، تثنیہ دو کے لئے اور جمع دو سے زیادہ کیلئے۔ مثلاً مُسلم۔ مُسلمان۔ مُسلمون۔

اُردو میں تعداد کا زمرہ فعل اور صفت میں بھی پایا جاتا ہے۔ کھاتا۔ کھاتے۔ اچھا۔ اچھے وغیرہ۔

(۲) جنس۔ اسم کے ساتھ یہ دوسرا قواعدی زمرہ ہے جو اُردو میں پایا جاتا ہے۔ اردو میں ہر اسم خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان مذکر ہوگا یا مؤنث۔ مثلاً

قلم اچھا ہے۔ کتاب اچھی ہے۔

انگریزی میں جنس تین ہیں۔ مذکر۔ مؤنث اور مشترک۔ مگر یہ فرق صرف ضمیروں کی شکل تک محدود ہے (یعنی it she he)۔ انگریزی میں یہ قواعدی زمرہ نہیں ہے۔

ایک طرح سے جنس تصریفی زمرہ ہے ہی نہیں بلکہ یہ ایک نحوی زمرہ ہے یعنی اسم پر خود اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ جنس کی وجہ سے جملے میں دوسری جگہ تبدیلیاں ہوسکتی ہیں۔ اسی لئے جن زبانوں میں جنس کی وجہ سے جملے کی ساخت میں تبدیلی یا اثر ہوتا ہے اس کو قواعدی زمرہ کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً اردو، جرمن اور اسپینش وغیرہ۔ جرمن زبان میں تو جنس کی تین قسمیں ہیں یعنی مذکر، مؤنث اور مشترک۔ جنس کا یہ فرق تعکیر (ARTICLES) اور ضمیروں میں پایا جاتا ہے۔ تعکیر میں der مذکر کے لئے، die مؤنث کے لئے اور das مشترک کے لئے ہے۔ das کے استعمال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف بے جان چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہو مثلاً "عورت" سے پہلے das استعمال ہوتا ہے۔ "das weib" اسی طرح ضمیریں es, sie, er ہیں۔ اسی زبان میں جنس کا نحوی اثر بھی ہے یعنی اور دوسری تبدیلیاں بھی ممکن ہیں۔

اسپینی زبان میں بھی جنس کا فرق تعکیروں میں پایا جاتا ہے۔

(۳) شخص۔ کسی لفظ کی تصریفی شکل سے یہ ظاہر ہو کہ آیا یہ لفظ بولنے والا اپنے لئے استعمال کر رہا ہے، مخاطب کے لئے یا غائب کے لئے تو یہ شخص کا زمرہ ہے۔ پہلی صورت شخص متکلم، دوسری صورت میں حاضر یا مخاطب، تیسرے میں غائب کہا جائے گا۔

اُردو میں شخص کا صیغہ ضمیروں اور صفت اور فعل میں ظاہر ہوتا ہے۔

چند زبانوں میں متکلم میں شخص کا زمرہ دو طرح کا ہوتا ہے بشمولی (INCLUSIVE)

اور اخراجی شخصی ضمیر۔ ایک امریکی انڈین زبان کری (CREE) میں یہی صورت ہے۔ ایک زبان جس کا نام (AZTEC) ہے جو میکسیکو (MEXICO) میں بولی جاتی ہے اس کی مثال ذیل میں ہے :

nikwah ہم (اخراجی)

tikwah ہم (شمولی)

کری میں غائب ضمیر میں بھی دو قسمیں ہیں ایک غائب قریب (PROXIMATE) غائب بعید (OBVIATE)۔ غائب قریب ضمیر بالکل قریب میں شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے، غائب بعید ضمیر دُور کے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے :

kitotew وہ (قریب)

kitotik وہ (بعید)

(۴) **حالت** (CASE) اسم میں تصریفی تبدیلی جو فعل سے رشتے کی وجہ سے ہو اسے اسم کی حالت کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو روایتی قواعد میں اُردو اور انگریزی میں جو حالت کی قسمیں بتائی گئی ہیں اس میں بہت مبالغہ ہے — دراصل اردو کی قواعد انگریزی کی قواعد کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔ اور انگریزی میں جو قواعد لکھی گئی ہیں وہ لاطینی زبان کی تقلید میں لکھی گئی ہیں۔ لاطینی میں اسم کی آٹھ حالتیں ہیں جو واقعی نوعیت میں تصریفی ہیں۔ لیکن اردو اور انگریزی میں صرف دو حالتیں ہیں : فاعلی (NOMINATIVE) اور غیر فاعلی (OBLIQUE) حالتیں۔ مثلاً

فاعلی : لڑکا جا رہا ہے۔ لڑکے جا رہے ہیں۔

غیر فاعلی : لڑکے نے کہا۔ لڑکوں نے کہا۔

غیر فاعلی حالت میں اُردو میں "نے" اور "کو" وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اردو میں اسم کے دوسرے استعمال نحوی طور سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے فاصلی حالت (ABLATIVE) "سے" وغیرہ کے استعمال سے اور آلی (INSTRUMENTAL)

حالت 'سے'، اور 'ذریعہ' یا 'بذریعہ' وغیرہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس طرح اُردو میں تصریفی طور سے صرف دو ہی حالتیں ہیں جن کو صحیح معنوں میں قواعدی زمرہ کہہ سکتے ہیں۔

فعلی زمرے ۔ وہ پابند مارفیم جو فعل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کو فعلی زمرے کہتے ہیں۔

چند مارفیم جن کا پہلے ذکر آچکا ہے مثلاً جمع کا مارفیم وہ بھی فعلی زمرے ہیں لیکن چند دوسرے مارفیم جو صرف فعل کے ساتھ ہی جُڑے ہوئے ہیں وہ ذیل میں دیئے گئے ہیں۔

(۱) طور (VOICE) ۔ طور فعل کا رشتہ فاعل سے اور مفعول سے بتاتا ہے۔ یہ عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں: طور معروف (ACTIVE) اور طور مجہول (PASSIVE)۔ یہ بھی اردو انگریزی میں نحوی زمرے ہیں۔

یعنی فاعل خود حرکت کر رہا ہے یا اُس پر فعل کا اثر ہے۔

(۲) کیفیت ASPECT ۔ یہ فعل کے مکمل ہونے یا نہ ہونے کو بتاتا ہے۔ عام طور سے زبانوں میں یہی دو کیفیت پائی جاتی ہیں: یعنی تکمیلی اور ناتمامی۔ اُردو میں 'رہا'، 'رہی'، وغیرہ ناتمامی اور "چکا چکی" وغیرہ تمامی کیفیت بتاتی ہیں۔ یہ تصریفی زمرہ ہے کیونکہ فعل کے ساتھ اس کا مارفیم استعمال ہوتا ہے۔

(۳) موڈ (MOOD) ۔ جملہ اور فعل کس خیال سے کہا گیا ہے یہ اس کا موڈ ہے۔ یہ کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن تین خاص ہیں:

(ا) بیانی (INDICATIVE) موڈ۔ اس سے فعل یا جملہ سیدھا سادا بیانی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک سادہ بیان ہوتا ہے۔ جیسے 'میں جا رہا ہوں'۔

(ب) امری (IMPERATIVE) موڈ۔ یہ حکمیہ جملہ ہوتا ہے اور اس میں فعل کا صرف ساق استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: جا۔ کھا۔ وغیرہ۔

(ج) احتمالی (SUBJUNCTIVE) موڈ۔ یہ شک یا شرط ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا

اثر فعل کی شکل پر ہوتا ہے۔ مثلاً "اگر میں جاتا تو ایسا نہ ہوتا"

(۴) زمانہ (TENSE) فعل کس وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اُردو میں قواعدی زمرے کے لحاظ سے تین زمانے پائے جاتے ہیں۔ یعنی حال ماضی اور مستقبل۔ حال میں اُردو کے فعل میں "ہے۔ رہا۔ رہی ہے" وغیرہ مارفیم استعمال ہوتے ہیں۔ ماضی میں 'تھا۔ تھی'، یا "یا" وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ اور مستقبل میں "گا۔ گی۔ گے" مارفیم کا استعمال ہے۔

اسی طرح اُردو کے دوسرے اقسام کلمہ مثلاً صفت کے بھی قواعدی زمرے ہیں جن سے صفت والے الفاظ کو پہچانا جاتا ہے۔

*

باب ۶ - نحو

نحو میں ہم فقروں اور جملوں میں الفاظ کی ترتیب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مارفولوجی میں ہم زبان کا لفظ کی سطح یا حد تک مطالعہ کرتے ہیں۔ لفظ کے اوپر جملوں تک پہنچنے میں کئی سطحیں ہو سکتی ہیں۔ لفظ سے اوپر کی تمام سطحوں کے مطالعہ کو نحو کہتے ہیں۔

کسی جملے میں جو مختلف قدرتی گروہ ہوتے ہیں ان کو "ترکیب" یا تعمیرِ ساخت (CONSTRUCTION) کہتے ہیں۔ ایک ترکیب مارفیم یا الفاظ معنی کے لحاظ سے اہم گروہ ہوتا ہے۔ ایک جملے میں مختلف الفاظ آپس میں یکساں تعلق نہیں رکھتے بلکہ کچھ الفاظ آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں اور کچھ کا ایک دوسرے سے کم گہرا تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ لیجئے: "اس بہادر آدمی نے ایک خونخوار شیر مارا"۔ اس جملے میں "آدمی" اور "مارا" اگرچہ دُور دُور لکھے (یا بولے) جاتے ہیں لیکن ساختی اعتبار سے یہ قریب ہیں۔ الفاظ ایک دوسرے سے مختلف درجہ کی قربت رکھتے ہیں۔ اِس طرح الفاظ کی مختلف تراکیب بن سکتی ہیں۔ نیچے دیئے گئے جدول میں ہر دہ خانہ جہاں

۱		بہادر	آدمی			خونخوار	شیر		
۲		بہادر آدمی		نے	ایک	خونخوار شیر		مار	ماضی
۳	اس	بہادر آدمی نے				ایک خونخوار شیر		مارا	
۴	اس بہادر آدمی نے					ایک خونخوار شیر مارا			
۵	اس بہادر آدمی نے ایک خونخوار شیر مارا								

دو یا دو سے زیادہ الفاظ ہیں وہ ایک ترکیب (CONSTRUCTION) ہے۔ اس طرح گو جملے میں "نے ایک" قریب قریب ہیں لیکن وہ ایک ترکیب نہیں ہیں کیونکہ یہ بہ معنی گروہ نہیں ہے۔ اس طرح اس جدول میں سات تراکیب ہیں۔ کسی ایک تعمیر ساخت یا ترکیب میں کم از کم دو آزاد رُوپ ہیں۔ اگر دو آزاد رُوپ سے کم ہوں یعنی ایک بھی اگر پابند رُوپ ہے تو یہ صرف کی حد میں آئے گا۔ "دو آدمی" ایک نحوی ترکیب ہے۔ لیکن لفظ "آدمیوں" میں 'آدمی' اور "وں" دو روپ ہیں جس میں سے "وں" ایک پابند رُوپ ہے یعنی "آدمیوں" ایک صرفی ترکیب ہے۔

ایک نحوی ترکیب میں کم از کم دو آزاد رُوپ ہوں گے اور زیادہ سے زیادہ پُورا جملہ ایک نحوی ترکیب ہو گی۔

نمبر ایک سطر میں جو رُوپ ہیں وہ سب چونکہ الگ الگ مارفیم ہیں اس لئے وہ اِس جملے کے "آخری جُزو" (ULTIMATE CONSTITUENTS) ہیں۔ نحو میں 'جزو' (CONSTITUENT) وہ مارفیم یا لفظ یا تعمیر ساخت ہے جو کسی دوسری تعمیر ساخت یا ترکیب کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔ اس طرح نمبر ۴ سطر میں "اس بہادر آدمی نے" ایک ترکیب ہے جس کے جزو "اس" اور "بہادر آدمی نے" ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ترکیب بنانے کے کام آئے ہیں۔ ترکیب "بہادر آدمی نے" میں 'بہادر' ایک جزو ہے جو اس ترکیب کو بنانے میں کام آیا ہے۔ اس لحاظ سے پورا جملہ ایک جزو نہیں ہو سکتا لیکن ایک لفظ بھی ایک جزو ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے لحاظ سے نحو کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ یہ اُن تراکیب کا تجزیہ اور مطالعہ ہے جس میں صرف آزاد رُوپ ہوتے ہیں۔ چونکہ مختلف تراکیب میں تصریفی اور اشتقاقی دونوں ہی تراکیب شامل ہوتی ہیں۔ اِس لئے نحو کی ایک تعریف یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تراکیب کو ترتیب میں رکھنے کے ان اصولوں کا مطالعہ ہے جو تصریفی اور اشتقاقی عمل سے زیادہ بڑی تراکیب بنانے کے کام

آتے ہیں۔

جزوِ متصل (IMMEDIATE CONSTITUENT)

نحو میں جملوں اور جملوں سے چھوٹی تراکیب کو مختلف جزو میں تقسیم کرکے اُن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ چھوٹی سی چھوٹی اکائی کو ہم صرف جزو ہی کہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی بھی ترکیب کو صرف دو حصوں میں بانٹا جاسکے تو وہ اس ترکیب کے جزوِ متصل کہلائینگے مثلاً اوپر دی گئی مثال میں " اس بہادر آدمی نے ایک خونخوار شیر مارا " کے دو جزو جو نمبر ۴ سطریں دیئے گئے ہیں: " اس بہادر آدمی نے " اور دوسرا " ایک خونخوار شیر مارا " دو جزو متصل ہیں۔ ایک " فاعل " ہے اور دوسرا " خبر "۔

نحو کی تعریف جزو متصل کی بنیاد پر یوں کی جاسکتی ہے کہ نحو میں ہم اُن تراکیب کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے جزوِ متصل آزاد رُوپ ہوں گے۔ کسی بھی ترکیب کے جزوِ متصل معلوم کرنے کے لئے سب سے بہتر طریقۂ کار یہ ہے کہ دونوں جزوِ متصل استعمال ہونے کی آزادی (FREEDOM OF OCCURRENCE) رکھتے ہوں۔ مثلاً اوپر کی مثال میں " اس بہادر آدمی نے " ہی ایک جزوِ متصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مقابلتاً دوسرے ممکن جزو کے یعنی " اس بہادر " یا " اس "، " بہادر آدمی نے ایک خونخوار شیر " وغیرہ کے یہ زیادہ استعمال ہونے کا امکان ہے۔ آزادئ استعمال ہی کو استعمال کا تواتر (FREQUENCY OF OCCURRENCE) بھی کہتے ہیں۔ یعنی کون کون سے الفاظ کا ساتھ عام ہے۔ اس بات کا اندازہ زبان کا بولنے والا بخوبی سمجھتا ہے۔ مثلاً ایک اور مثال لیجئے: " آج صبح سے " ایک ترکیب ہے جس میں دو طرح سے جزوِ متصل بنائے جاسکتے ہیں۔ ایک: " آج " اور " صبح سے "۔ دوسرے: " آج صبح " اور " سے "۔ زبان کا بولنے والا جانتا ہے کہ " آج صبح " زیادہ صحیح گروہ ہے کیونکہ بولنے والے کی حِس بتادے گی کہ یہ گروہ زیادہ عام اور تواتر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ تواتر سے ملتا جلتا طریقہ کار قائم مقامی ....

(SUBSTITUTABILITY) ہے۔ یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا گروہ ایک یا کم الفاظ کے گروہ سے قائم مقام ہو سکے تو یہ گروہ زیادہ بہتر گروہ ہوگا جو جزوِ متصل کہلا سکے۔ مثلاً اوپر کی مثال میں "آج صبح" زیادہ اچھی طرح ایک لفظ سے بدلا جا سکتا ہے۔ جیسے صرف "صبح" یا "شام" یا "کل" وغیرہ سے۔ جب کہ اگر ہم نے ترکیب کے جزو "آج" اور "صبح سے" کے لئے ہوتے تو "صبح سے" کو کسی ایک لفظ سے بدلنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہے جو "صبح" اور "سے" دونوں الفاظ کی قائم مقامی کر سکے۔ قائم مقامی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس کی قائم مقامی ہو اور جو قائم مقامی کرے دونوں کے معنی ایک سے ہوں اور دونوں ایک ہی طرح سے زیادہ بڑی تراکیب میں استعمال ہو سکیں۔

کسی بھی جملے کے دو جزوِ متصل بنائے جا سکتے ہیں اور اگر ان جزوِ متصل میں ایک سے زیادہ آزاد روپ ہوں تو ان کے آگے بھی دوسرے جزوِ متصل بنائے جا سکتے ہیں۔ اس طرح ایک جملے کو اس کے آخری جزو میں تبدیل کیا جا سکتا ہے (جیسا کہ شروع میں جملے کے تجزیہ میں دکھایا گیا ہے)۔

ساخت تعمیری تجنیس (CONSTRUCTIONAL HOMONYMITY)۔ اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ ایسے دو یا دو سے زیادہ تراکیب ہیں جن کے آخری جزو قطعی طور سے یکساں ہوں لیکن ان کے جزوِ متصل مختلف ہوتے ہیں اور اس وجہ سے معنی میں فرق پڑ جاتا ہے۔ مثلاً اس ترکیب کو لیجئے: "قیمتی کپڑے اور کتابیں"۔ اس کے جزوِ متصل دو طرح سے ذیل میں دکھائے گئے ہیں:

(۱)

قیمتی کپڑے اور کتابیں		
قیمتی	کپڑے اور کتابیں	
	کپڑے	اور	کتابیں

(۲)

قیمتی کپڑے اور کتابیں			
قیمتی کپڑے		اور	کتابیں
قیمتی	کپڑے	اور	کتابیں

پہلے تجزیے کے مطابق "کپڑے اور کتابیں" دونوں قیمتی ہیں لیکن دوسرے تجزیے

کے مطابق صرف "کپڑے" قیمتی ہیں۔ اس طرح یہ دونوں تراکیب ساخت تعمیری تجنیس کی ایک مثال ہیں۔ اس کو ابہام (AMBIGUITY) بھی کہتے ہیں۔

کثیر اجزا (MULTIPLE CONSTITUENTS)۔ کسی ترکیب کے اگر جزوِ متصل دو سے زیادہ بنانے پڑیں تو اس کو کثیر اجزا کہیں گے۔ بعض وقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی ترکیب کو دو سے زیادہ اجزا میں تقسیم کیا جائے۔ اس طرح تین یا کبھی کبھی چار میں بھی ترکیب کو تقسیم کیا جا سکتا ہے، مثلاً ذیل کے جملے

بھارت میں میٹر، گرام، سیکنڈ کا نظام رائج ہے۔

میں "میٹر۔ گرام۔ سیکنڈ" ترکیب کے جزوِ متصل تینوں الفاظ کو الگ الگ رکھ کر ہی بنانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ پہلے دو کو یا آخری دو کو ساتھ رکھا جائے۔

غیر مسلسل جزو (DISCONTINUOUS CONSTITUENT) بعض تراکیب کے جزوِ متصل غیر مسلسل بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے۔ ایک جزو میں وہ الفاظ شامل کئے جا سکتے ہیں جو معنی اور نحو کے اعتبار سے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوں۔ اب نیچے کی ایک مثال دیکھئے:

"آدمی کتنا بے بس ہے؟"

اس جملے میں "آدمی ..... بے بس ہے" ایک جزو ہے اور "کتنا" دوسرا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ "آدمی بے بس ہے" زیادہ قدرتی اور بہ معنی ہے۔ لیکن یہ پہلا جزو غیر مسلسل ہے۔

اقسامِ تراکیب

مختلف زبانوں میں تراکیب کی نوعیت اور ساخت مختلف ہو سکتی ہیں۔ نیز بعض تراکیب زیادہ یا کم ہوتی ہیں اور بعض بہت کم یا نایاب بھی ہو سکتی ہیں۔ کسی بھی زبان کے نحوی تجزیئے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی مختلف تراکیب کو

ان کی ساخت اور ترتیب اجزا کے لحاظ سے درجہ بندی کردی جائے تاکہ اس زبان میں نحوی پیچیدگیوں کو سمجھنے میں مدد ملے۔ مختلف زبانوں میں جو عام اقسامِ تراکیب ہیں اُن کو ذیل میں دیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے ہم سب ہی تراکیب کو دو بڑے گروہ میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) درونِ مرکزی تراکیب (ENDOCENTRIC CONSTRUCTION) یہ وہ تراکیب ہیں جن کے جزوِ متصل میں سے کم از کم ایک جزو ایسا ہوتا ہے جس کے استعمال کے طریقے (PRIVILEGES OF OCCURRENCE) وہی ہوتے ہیں جو کل ترکیب کے ہوتے ہیں۔ یعنی بڑی ترکیب یا جملے میں ایک جزوِ متصل اور کل ترکیب کے نحوی استعمال ایک سے ہونگے۔ مثلاً "اچھا لڑکا" ایک درونِ مرکزی ترکیب ہے۔ کیونکہ اس میں سے ایک جزوِ متصل "لڑکا" کے وہی استعمالی نوعیت ہے جو کل ترکیب "اچھا لڑکا" کے ہیں۔ جیسے "اچھا لڑکا محنت کرتا ہے" اور "لڑکا محنت کرتا ہے"۔

ان تراکیب میں جس جزو کا استعمال ویسا ہی ہو جیسا کہ کل ترکیب کا اس کو مرکز کہتے ہیں اور دوسرا جزو وصف کہلائیگا۔ اوپر کی مثال میں "لڑکا" مرکز (HEAD OR CENTRE) اور "اچھا" وصف (ATTRIBUTE) کہلائے گا۔

(۲) بیرونِ مرکزی ترکیب (EXOCENTRIC CONSTRUCTION) یہ وہ تراکیب ہیں جن کے کسی بھی جزوِ متصل کے استعمالی طریقے یا نوعیت ویسی نہیں ہوتی جیسے کہ کل ترکیب کی ہوتی ہے۔ مثلاً "لڑکا گیا"، کے جزو "لڑکا" کے اور نہ ہی "گیا" کے استعمالی طریقے وہی ہو سکتے ہیں جو کل ترکیب کے ہیں۔ اب ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:۔

۱۔ درونِ مرکزی تراکیب: اس میں بھی دو خاص قسمیں ہیں۔

(أ) وصفی یا تابعی تراکیب: یہ وہ تراکیب ہیں جن میں مرکز اور وصف دونوں موجود ہوتے ہیں۔ ان کی بھی چار قسم ہو سکتی ہیں۔

(ا) وصف پہلے اور مرکز بعد میں۔ مثلاً 'اچھا لڑکا'، 'خوبصورت مکان'، 'پتھّر کی دیوار'

(ب) مرکز پہلے اور وصف بعد میں۔ مثلاً 'کتاب جو میز پر ہے'، 'قیمت زیادہ'، 'دودھ پتلا'، 'لڑکا بیوقوف'، وغیرہ۔

(ج) وصف غیر مسلسل اور مرکز بیچ میں۔ مثلاً "اتنا مشکل جتنا پہلے" اِس میں 'مشکل'، مرکز ہے باقی وصف۔ "ایسی خواہش جو پوری نہ ہو سکے"۔ اِس میں 'خواہش' مرکز ہے اور باقی وصف۔ وغیرہ۔

(د) مرکز غیر مسلسل اور وصف بیچ میں۔ مثلاً "پہچان نہ سکے"۔ "آ بھی چکو" اس میں 'نہ'، 'بھی'، وصف ہیں اور باقی غیر مسلسل مرکز ہیں۔

(ii) ترکیب عطفی (COORDINATE CONSTRUCTIONS) درونِ مرکزی تراکیب میں یہ دوسری قسم ہے۔ اِن تراکیب میں دونوں جزو متصل مرکز خیال کئے جا سکتے ہیں اور وصف کوئی نہیں۔ یہ تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔

(ا) اضافائی۔ یہ تراکیب لفظ "اور" سے پہچانی جا سکتی ہیں اور اسی لئے ان کو اضافائی کہتے ہیں۔ مثلاً "حامد اور محمود" "بچّے اور بوڑھے"۔

اردو میں کبھی کبھی "اور" کی جگہ صرف "و" کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً "دل و جگر"۔ "کم و بیش"۔ "خس و خاشاک" وغیرہ۔ لیکن یہ بھی اضافائی تراکیب ہیں۔ بلکہ یہ اضافائی نشان بعض وقت صفر بھی ہوتا ہے۔ یعنی بغیر کسی نشان کے دو جزو اضافائی سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً "بھائی بہن"، "باپ بیٹے"، "چھوٹے بڑے" وغیرہ۔

(ب) متبادل ترکیب۔ اس ترکیب کی پہچان "یا" ہے۔ یعنی دونوں جزو کے بیچ میں "یا" کا استعمال۔ مثلاً "حامد یا محمود" "آج یا کل" وغیرہ۔ بعض حالات میں ترکیب میں "یا" کا استعمال صفر ہوتا ہے یعنی بظاہر نہیں ہوتا لیکن سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً "حامد محمود"۔ (حامد محمود کوئی چلا جائے)۔

(ج) برجستہ ترکیب ۔ یہ وہ تراکیب ہیں جن کے اجزاء کے درمیان کوئی نشان نہیں ہوتا ۔ اور دونوں میں سے کسی کو بھی مرکز سمجھا جا سکتا ہے ۔ مثلاً وزیر اعظم نہرو ۔ صدر ذاکر حسین ۔ شاعر غالب وغیرہ ۔

(۲) بیرون مرکزی تراکیب

دنیا کی زبانوں میں اِس قسم کی تراکیب لاتعداد ہیں ۔ ذیل میں چند تراکیب ۔ جو زبانوں میں عام ہیں دی جاتی ہیں ۔ ان میں تین بڑے گروہ ہیں ۔

(الف) آمری حالت (DIRECTIVE) ۔ اس میں ایک جزو متصل آمر یا رہنما ہوتا ہے اور دوسرا محور ۔ مثلاً "میز پر" اس میں "میز" محور ہے اور "پر" رہنما ۔ دوسری مثالیں ہیں : دل میں ، اگر آپ آئیں ۔

(ب) ربطی ترکیب (CONNECTIVE) اس میں ایک جزو متصل رابط اور دوسرا اس کا خبری وصف ہوتا ہے ۔ مثلاً "بڑے لوگ ہیں" ۔ اس میں "ہیں" رابط ہے اور "بڑے لوگ" خبری وصف ہے ۔ اِس طرح کی دوسری مثالیں یہ ہیں : "پشیمان ہے" ، "حیرت زدہ ہو گئے" ۔ اردو میں رابط اکثر غیر مسلسل ہوتا ہے ۔ مثلاً "ایک طرف غم و غصّہ سے کھڑا تھا" ۔ اِس میں "ایک طرف کھڑا تھا" ایک رابط ہے جو غیر مسلسل ہے اور "غم و غصہ سے" خبری وصف ہے ۔

(ج) خبری تراکیب ۔ ان تراکیب میں ایک جزو متصل کو "عنوان" اور دوسرے کو تبصرہ کہا جا سکتا ہے ۔ یہ پورے جملے بھی ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً "حامد سمجھدار آدمی ہے" ۔ "حامد" عنوان ہے جس کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے اور "سمجھدار آدمی ہے" تبصرہ ہے ۔ اسی طرح "وہ شخص جو ابھی یہاں آیا تھا" ۔ اس میں "وہ شخص" عنوان ہے اور "جو ابھی یہاں آیا تھا" تبصرہ ہے ۔

اب اِن تراکیب کی تفصیل نیچے بیان کی جاتی ہے ۔

(الف) امری ترکیب ۔ اِس میں ذیل کی اقسام بہت اہم ہیں :-

(i) مفعولی تراکیب - اِس ترکیب میں ایک جزِ متصل ایک فعل ہوتا ہے جو آمر یا رہنما ہے اور دوسرا جزو جو محور ہے وہ ایک مفعولی اسم ہوتا ہے۔ مثلاً "تصویر دیکھی"، "جانا چاہتا ہے"۔ ان مثالوں میں "دیکھی" اور "چاہتا ہے" رہنما جزو ہیں اور "تصویر" اور "جانا" مفعولی اسم ہیں۔

(ii) جاریہ ترکیب (POSTPOSITIONAL TYPE) اِس ترکیب میں جاریہ ایک رہنما ہوتا ہے اور محور دوسرا جزو ہوتا ہے۔ مثلاً "کرسی پر" (کرسی محور ہے اور "پر" رہنما)۔ "کمرے میں"، و "پیڑ کے نیچے" وغیرہ۔

(iii) عطفی ترکیب (CONJUNCTIVAL)۔ اس میں ایک جزو عطف ہوتا ہے جو رہنما کہلائے گا۔ اور دوسرا جزو محور ہوتا ہے۔ مثلاً "اگر میں گیا"۔ "جب میں وہاں تھا"۔ وغیرہ۔ ان میں "اگر" اور "جب" رہنما اجزا ہیں۔ اِس قسم کی تراکیب میں محور عموماً پورا فقرہ ہوتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ ذیل کے الفاظ عطفی جزو کے طور پر استعمال ہوتے ہیں: اگر، اگرچہ، حالانکہ، گویا، جبکہ، جب کبھی، تاہم، کہ وغیرہ۔

(ب) ربطی تراکیب - بہت سے فعلی الفاظ کا کام صرف جملے میں دوسرے الفاظ کو جوڑنے اور ملا کر بولنے کا ہوتا ہے۔ جملے میں ربطی الفاظ کا مقام اور ان کی اہمیت بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ بولنے اور سننے والا ان کے معنی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اِس طرح ربطی الفاظ کی اہمیت صرف یہ ہے کہ وہ دوسرے الفاظ کو آپس میں نحوی طور سے جوڑنے کے کام آتے ہیں۔ مثلاً ہو، ہیں، ہے، عموماً ربطی الفاظ کے طور پر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ ربطی ترکیب میں ایک جزِ متصل رابط اور دوسرا خبری وصف ہوتا ہے۔ مثلاً 'یہاں ہے' ایک ربطی ترکیب ہے جس میں 'ہے' ایک رابط ہے اور 'یہاں' ایک خبری وصف ہے۔ 'ہے' کا جملے میں ربط قائم کرنے کا کام ہے۔ مثلاً اس جملے میں 'وہ یہاں ہے'۔ 'ہے' کا کام 'وہ' اور 'یہاں' کو بامعنی بنانا

ہے۔

رابط ہر زبان میں ضروری نہیں۔ روسی اور چینی زبانوں میں رابط نہیں ہوتے۔

(ج) خبری تراکیب (PREDICATE CONSTRUCTION)۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے خبری تراکیب کے جزوِ متصل میں سے ایک عنوان ہوتا ہے اور دوسرا تبصرہ ہوتا ہے۔ عام طور سے یہ تراکیب پورے جملے ہوتے ہیں۔ 'عنوان' اور 'تبصرہ' فاعل اور خبر بالترتیب ہوتے ہیں۔ مختلف جملوں کو ذیل میں دونوں جزوِ متصل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

عنوان	تبصرہ
وہ	گیا۔
تم	بات سمجھے نہیں۔
وہ بڑے آدمی	آج یہاں آرہے ہیں۔
جن کا کل میں نے ذکر کیا تھا	وہ اب آگئے ہیں۔

جملوں کی تین خاص قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ سادہ جملے (SIMPLE SENTENCES)

۲۔ مخلوط جملے (COMPLEX SENTENCES)

۳۔ مرکب جملے (COMPOUND SENTENCES)

اب ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

۱۔ سادہ جملے۔ یہ وہ جملے ہیں جن میں صرف ایک فاعل اور ایک خبری جزو ہوتا ہے۔ جیسے "وہ جاتا ہے"۔ "میں کل دہلی جاؤں گا"۔ اس میں 'وہ' اور 'میں' بالترتیب عنوان ہیں اور باقی خبری جزو ہیں۔

۲۔ مخلوط جملے۔ مخلوط جملوں میں جو دو جزوِ متصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک تو خبری جزو ہوتا ہے اور دوسرا ایک لفظ یا فقرہ ہوتا ہے جو پہلے جزوِ متصل پر منحصر یا پابند ہوتا ہے۔ مثلاً "ان حالات میں میرا جانا بیکار ہے"۔ اس میں

"ان حالات میں" ایک پابند فقرہ ہے۔ اور "میرا جانا بیکار ہے" دوسرا جزو متصل ہے جو خبری جزو ہے۔ یا اس جملے میں "جب تک میں نہ آجاؤں آپ یہیں ٹھہریئے" اس میں پابند فقرہ "جب تک میں نہ آجاؤں" اور "آپ یہیں ٹھہریئے" خبری جزو ہے۔

۳۔ مرکب جملے۔ اس میں دراصل دو یا دو سے زیادہ سادے یا مخلوط جملے شامل ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے جزوِ متصل دو یا دو سے زیادہ خبری اجزا ہوتے ہیں۔ یہ دونوں کسی نشان گر کے ذریعہ جوڑے جاتے ہیں۔ مثلاً "میں گیا اور وہ آیا"۔ اس میں "میں گیا" ایک اور "وہ آیا" دوسرا جزو متصل ہے جو بذاتِ خود مکمل جملے ہیں اور خبری تراکیب ہیں۔ دونوں کو نشان گر "اور" سے جوڑا گیا ہے۔ نشان گر "اور" کے علاوہ "لیکن"، "ورنہ" وغیرہ بھی ہیں جیسے "محنت کرو ورنہ تم پچھتاؤ گے"، "وہ موجود تھا لیکن کچھ نہ بولا" وغیرہ۔ بعض جملوں میں بظاہر کوئی نشان گر نہیں ہوتا۔ لیکن وہ مرکب جملہ ہی ہوتا ہے۔ مثلاً: "مریض کی حالت نازک ہے جلد آیئے"۔

اُردو میں اکثریت اوپر بیان کئے گئے تین قسموں کی ہے۔ لیکن مخلوط اور مرکب جملوں کا ایک ہی جملے میں ملاوٹ بھی ملتی ہے۔ مثلاً ذیل کے جملے کو ملاحظہ کیجئے:

آج اسکول کی چھٹی تھی اور ہم گھر آگئے لیکن گھر پر کام کرنا پڑا۔ یہ ایک مرکب جملہ ہے لیکن اس کا دوسرا حصّہ مخلوط ہے۔ اسی طرح ذیل کے جملے "اگر تم نہ آئے تو کام خراب ہو جائے گا اور ہمیں شرمندگی ہوگی"۔ یہ بھی مرکب جملہ ہے لیکن اس میں پہلا حصّہ مخلوط ہے۔ "اگر تم نہ آئے" ایک وصفی فقرہ ہے۔

مندرجہ بالا اقسام کے علاوہ جملوں کی چند اور قسمیں بھی ہیں لیکن ان میں جملوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے اور یہ نامکمل جملے کہلاتے ہیں۔ ان نامکمل جملوں میں یا تو فاعل نہیں ہوتا یا فعل نہیں ہوتا۔ چند ذیل میں دیئے گئے ہیں:

حکمیہ جملے : یہاں آؤ - جاؤ -

بیانیہ جملے : ایک روپیہ پایا - دیر ہو گئی -

سمعیتی (VOCATIVE) سنو بھئی - اے بھائی - لڑکے !

کہاوتی : ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا - مان نہ مان، تیرا مہمان -

ٹکڑے - گھر - (جواب میں 'کہاں جا رہے ہو' کے) -

ضرور - اوہ - اوہ خدا - خدایا -

نحوی عمل

جملے میں الفاظ کی ترتیب خطی (LINEAR) ہوتی ہے - گو الفاظ یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ قریب میں لکھے یا بولے ہوئے الفاظ ایک دوسرے سے معنی اور ساخت کے لحاظ سے بھی قریب ہوں۔ الفاظ میں آپس میں رشتہ عمودی ترتیب میں ہوتا ہے جیسا کہ جزوِ متصل کے تصور سے ظاہر ہے - الفاظ میں یہ رشتہ یا قربت جن طریقوں سے قائم کیا جاتا ہے ان کو نحوی عمل کہتے ہیں - ذیل میں ان مختلف نحوی اعمال کا جائزہ لیا گیا ہے جو زبانوں میں عام ہیں -

انتخابی رابطہ - جب الفاظ اپنے معنی ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مربوط سمجھے جائیں تو اس عمل کو انتخابی رابطہ کا عمل کہہ سکتے ہیں - مثلاً ان جملوں میں صفت اور اسم میں قربت معنی کی وجہ سے ہے : اچھا لڑکا ؛ ریشمی رومال ؛ قیمتی کتاب وغیرہ -

سیاقی رابطہ - بعض اوقات دو الفاظ کی قربت ذو معنیت پیدا کر دیتی ہے جو صرف سیاق سے دُور ہو سکتی ہے - مثلاً "دوا پی لی ہے" اس میں "پی لی ہے" رنگ بھی ہو سکتا ہے اور فعل "پینا" کی بھی شکل ہو سکتی ہے - لیکن یہ اگر بڑے سیاق میں بولا جائے تو یہ ذو معنیت دُور ہو جائیگی - جیسے "مریض نے دوا پی لی ہے"۔

الفاظ کے یہ رشتے چونکہ سیاق سے ہی صحیح پتہ چلتے ہیں اس لئے ان کو سیاقی رابطہ کے عمل سے مربوط کہا جائے گا۔

عمل بذریعہ نشان گر۔ جب الفاظ کسی نشان گر کے ذریعہ منسلک ہوں تو یہ نحوی عمل بذریعہ نشان گر ہوگا۔ مثلاً 'اور' 'یا' 'پر' وغیرہ نشان گر ہیں۔ ان کے علاوہ ناقص نشان گر بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً "لیکن، اگر" وغیرہ۔ "کتاب اور کاپی" "پنسل یا قلم" میں الفاظ 'اور' 'یا' کے ذریعہ منسلک ہیں۔

مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ الفاظ کو تصریفی عمل سے بھی ایک دوسرے سے منسلک اور مربوط سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے چند اہم تصریفی اعمال ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) مطابقت

اِس طریقے کے ماتحت کسی جملے میں الفاظ کی شکلیں اس جملے کے دوسرے الفاظ کی شکلوں پر منحصر ہوتی ہے۔

مثلاً اُردو میں صفتی الفاظ کی شکل اسم کی شکل پر منحصر ہے :۔ اچھا لڑکا۔ اچھے لڑکے۔ اچھی لڑکی۔

اردو میں اسم اور فعل کی شکلیں بھی ایک دوسرے سے متاثر ہوتی ہیں۔ اسم جمع ہے اور اس کا جنس کیا ہے۔ ان باتوں سے فعل کی شکل متعین ہوتی ہے۔ مثلاً لڑکا گیا۔ لڑکے گئے۔ لڑکی گئی۔ لڑکیاں گئیں۔

(۲) متابعت

کچھ زبانوں میں الفاظ کی نوعیت کا تعین تصریفی عمل سے کیا جاتا ہے۔ جب یہ الفاظ اسم ہوں تو اس زمرے کو حالت یا CASE کہتے ہیں۔ ہر زبان میں کم از کم دو حالتیں ضرور ہوتی ہیں۔ مثلاً مشرقی افریقہ کی زبان مسائی میں دو حالتیں ہیں سنسکرت میں آٹھ۔ انگریزی میں بھی کل آٹھ حالتیں ہیں لیکن سب تصریفی نہیں بلکہ چند نحوی بھی ہیں۔

اُردو میں بھی اسم کی حالت کو کئی طرح سے ظاہر کیا جاتا ہے لیکن تصریفی عمل سے بنائی گئی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں۔ اسم کی شکل فاعلی یا غیر فاعلی حالتوں کے لئے تبدیل ہوتی ہے۔ جیسے "لڑکا کہتا ہے" (فاعلی حالت)۔ اور "لڑکے نے کہا" (غیر فاعلی حالت)۔ 'نے' ایسا جار مؤخر ہے جو ہمیشہ زمانۂ ماضی کے ساتھ آتا ہے۔ دوسرے جار مؤخر یہ ہیں: "میں، سے، کا، کے، کو" وغیرہ۔

(۳) داخلی حوالہ۔ اردو میں فعل اور مفعول میں جنس کے لحاظ سے بھی مطابقت پائی جاتی ہے۔ مثلاً "میں نے نمائش دیکھی" اور "میں نے خط لکھا" دونوں جملوں میں اگرچہ فاعل ایک ہی رُوپ درجہ کے رکن ہیں لیکن ان کا نحوی عمل ایک نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان میں مطابقت کیلئے داخلی حوالہ کی بھی ضرورت ہو گی۔

(۴) ترتیبِ الفاظ۔ ترتیبِ الفاظ بھی بعض زبانوں میں بہت اہم ہے۔ انگریزی اور اردو میں اس بات کی بہت اہمیت ہے کہ جملے میں الفاظ کس مقام پر ہیں اور کن ساختی الفاظ سے پہلے یا بعد میں ہیں۔ مثلاً ذیل کے دو جملوں کو لیجئے:

حامد نے شیر کو مارا

حامد نے شیر مارا

اِن جملوں میں "نے، کو" ساختی الفاظ ہیں جن کے اپنے کوئی لغوی معنی نہیں ہیں، لیکن جملے کی ساخت بنانے میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس لئے اگر 'شیر' اور 'حامد' کی جگہ کو بدل دیا جائے تو معنی بالکل بدل جائیں گے۔ اس طرح الفاظ کی ترتیب اہم ہے۔ اسی طرح اس مثال سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہاں "کو" اِتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ 'نے' ہے لیکن بعض ماحول میں "کو" کی بہت اہمیت ہوتی ہے اور اس کے ہونے نہ ہونے سے معنی میں بہت فرق پڑ سکتا ہے مثلاً:

حامد نے نوکر بتایا

حامد نے نوکر کو بتایا

دونوں جملے معنی کے لحاظ سے واضح طور سے مختلف ہیں۔ اِس لئے اُردو میں ساختی

الفاظ اور الفاظ کی ترتیب ایک نحوی عمل کرتے ہیں۔ لاطینی زبان میں ترتیب الفاظ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے کیونکہ اس میں جملے کے سب ہی الفاظ میں مختلف تصریفی عمل سے فاعل، مفعول اور حالت کا تعین ہو جاتا ہے۔

*

باب ۷ - تبادلی قواعد

لسانیات میں آجکل "تبادلی قواعد" کے تصوّر کی بڑی اہمیت ہے۔ اس تصوّر کو چامسکی (CHOMSKY) نے سب سے پہلے پیش کیا۔ اور اب کوئی بھی لسانی کتاب بغیر تبادلی قواعد کے ذکر کے نامکمل سمجھی جائے گی۔ چامسکی نے سب سے پہلے ۱۹۵۷ میں تبادلی قواعد کا خاکہ پیش کیا۔ چامسکی کا کہنا ہے کہ زبان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک بولنے والا لاتعداد جملے بول سکتا ہے۔ زبان کی یہ خصوصیت ایسی ہے جو اس کو باقی تمام نظامِ ترسیل سے ممتاز کرتی ہے۔ ابھی تک لسانیات میں مطالعہ اور ریسرچ کا جو مقصد اور اغراض متعین کئے گئے تھے ان میں زبان کا تجزیاتی مطالعہ اور اندرونی اکائیوں کی درجہ بندی شامل رہی اور یہی اہم سمجھا گیا۔ اِس نظریہ کی وجہ سے اِن زبانوں میں آپس میں فرق زیادہ اُجاگر کیا گیا نہ کہ اُن کی یکسانیت کو۔

چامسکی نے قواعد نویسوں کے لئے ایک نئی سمت کی نشان دہی کی۔ ہمیں وہ قواعد لکھنی چاہیئے جس سے اُس زبان میں بولے جانے والے لاتعداد جملوں کو تخلیق کیا جاسکے تاکہ اس سے زبان کی سب سے اہم خصوصیت یعنی زبان کی (CREATIVITY) کو ظاہر کیا جاسکے۔ اور اس کو ہم صرف تبادلی قواعد کے ذریعہ ہی کر سکتے ہیں۔ انسان کے ذہن میں اپنی زبان کے بارے میں قاعدے ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ لاتعداد جملے بول اور سمجھ سکتا ہے۔ ایک لِسّان کا یہی مقصد ہونا چاہیئے کہ وہ ان قاعدوں کو پیش کرے جو انسان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ زبان کی تعریف ہی یہ کی گئی ہو کہ یہ تمام ان ممکن جُملوں سے بنی ہوئی ہے جو اس زبان کی قواعد سے بنائے (یا بولے) جاسکیں۔

تبادلی قواعد کیا ہے؟

چامسکی کے ۱۹۵۷ء کے نمونہ کے مطابق زبان کے جملوں کو دو خاص گروہ میں بانٹا جا سکتا ہے۔ مغز جملے اور غیر مغز جملے۔ مغز جملے زبان میں محدود تعداد میں ہوتے ہیں اور غیر مغز جملے ان مغز جملوں میں ہی چند تبدیلیوں سے بنائے جاتے ہیں۔ مغز جملے وہ ہیں جو سادہ ہوں، معروف اقراری و اعلانیہ ہوں۔ باقی تمام جملے ان مغز جملوں کی بنیاد پر ہی بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً نیچے کے جملوں کو دیکھئے:

حامد بازار گیا۔

کیا حامد بازار گیا؟

حامد بازار نہیں گیا۔

کیا حامد بازار نہیں گیا؟

حامد بازار کیوں نہیں گیا؟

حامد بازار آہستہ آہستہ گیا۔ وغیرہ

ان تمام جملوں میں پہلا جملہ بنیادی یا مغزی جملہ ہے اور باقی تمام جملے اس مغز جملے سے مشتق کئے گئے ہیں۔ یہ مشتق جملے مغز جملوں میں چند تبدیلیاں کر کے بنائے جاتے ہیں۔

چامسکی کا کہنا ہے کہ ہماری قواعد جو انسانی زبان کی یہ خصوصیت ظاہر کرے تبادلی قواعد ہو سکتی ہے۔ تبادلی قواعد میں تین خاص حصے ہیں جو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) ترکیب ساخت قاعدے

(۲) تبادلی قاعدے

(۳) مارفو فونیمی قاعدے

(۱) ترکیب ساخت قاعدے۔ یہ وہ قاعدے ہیں جن کو استعمال کرنے کے

بعد ایک مغز ۔ لڑی حاصل ہوتی ہے ۔ جس پر ایک یا ایک سے زیادہ تبادلی قاعدوں کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔

(۲) تبادلی قاعدے ۔ تبادلی قاعدے قواعدی قاعدے ہوتے ہیں جو جملے میں مختلف عناصر کا صحیح مقام کا تعین کرتے ہیں ۔ ان قاعدوں سے جملوں میں نئے عناصر کو داخل کیا جاسکتا ہے نیز کسی بھی عنصر کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے ۔ غرض تبادلی قاعدوں کی مدد سے جملے میں ضروری کمی و بیشی کر کے اس کو قواعدی طور سے مکمل کیا جاسکتا ہے ۔ عام طور سے ان قاعدوں کے بیچ دوہرا تیر دکھایا جاتا ہے ، جو تبادلی قاعدہ ہونے کی نشانی ہے ۔

(۳) مارفونیمی قاعدے ۔ جب اوپر کے دونوں حصّوں کا کام پورا ہو جاتا ہے تو آخری کڑی میں مختلف عناصر کی شکلوں میں ضروری تبدیلیاں کر کے ان کے صحیح روپ حاصل کر لئے جاتے ہیں ۔ مثلاً آخری کڑی میں اگر ہمیں "جا + ماضی" ملے تو مارفونیمی تبدیلی یہ ہے کہ اس کو ہم "گیا" ، بنا لیں گے نہ کہ "جا یا"

اب ہم چند قاعدے مثال کے لئے ہر حصّہ سے لیں گے اور اس بات کا جائزہ لیں گے کہ یہ مختلف حصّے اپنا کردار کس طرح نباہتے ہیں ۔ واضح ہو کہ یہ قواعد ایک ذہنی طریقۂ کار کی عکاسی کرتے ہیں اس لئے اگرچہ ہم اس عمل کو اتنے اقدام میں ظاہر کرتے ہیں جس میں بظاہر کافی وقت صرف ہوتا ہے لیکن دراصل ایک بولنے والا یہ سارے اقدام بہت جلد طے کر لیتا ہے کیونکہ اُس کے لئے یہ سب قدرتی اور خود کار عمل ہے ۔

۱ ۔ ترکیب ساخت قاعدے ۔

i ۔ جملہ ⟵ اسم فقرہ + فعل فقرہ

ii ۔ فعل فقرہ ⟵ فعل خاص + معاون فعل

iii ۔ فعل خاص ⟵ (تمیز) فعل

۱۷ا- فعل ⟵ { فعل لازم
اسم + فعل متعدی
صفت + فعل وصلی

لغت = اسم : حامد، بچہ، کتاب وغیرہ

فعل لازم = جا، سو، دوڑ وغیرہ

فعل متعدّی = کھا، سوچ وغیرہ

صفت = اچھا، بُرا، بڑا وغیرہ

فعل وصلی = لگ، معلوم وغیرہ

معاون فعل = زمانہ، (رہا ہو) (چکا ہو) (سک)

اب ان نمونے کے قاعدوں سے جملہ اشتقاق کرنے کے لئے اُوپر دیئے گئے قاعدوں میں سے سب یا ضروری قاعدے چھانٹ کر آگے بڑھیں گے۔ چوتھے قاعدے میں سے ایک کڑی چھانٹی جائے گی اور آخری کڑی میں لغت سے الفاظ چھانٹ کر لکھے جائیں گے۔ ان قاعدوں کو باز تحریری قاعدے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں تیر کے دائیں طرف کے علامات کو بائیں طرف دوسری علامات سے تبدیل کیا جاتا ہے۔

اشتقاق :

جملہ

اسم فقرہ + فعل فقرہ	قاعدہ نمبر ۱ کے اطلاق سے	
اسم فقرہ + فعل خاص + معاون فعل	قاعدہ نمبر ۲	〃 〃
اسم فقرہ + فعل + معاون فعل	قاعدہ نمبر ۳	〃 〃
اسم فقرہ + اسم + فعل متعدی + معاون فعل	قاعدہ نمبر ۴	〃 〃

اب لغت میں سے الفاظ کا انتخاب کر کے اِس آخری کڑی میں رکھ دینگے۔

وہ بچہ + کھانا + کھا + زمانہ + رہا ہو

وہ بچّہ + کھانا + کھا + حال + رہا ہو

اب اس پر ضروری تبادلی قاعدوں کا نفاذ ہوگا۔ مثلاً تعلیقیوں کو صحیح مارفیم کے ساتھ جوڑنے کا قاعدہ۔

کھا + رہا ⟵ کھا رہا

اس کے بعد مارفونیمی قاعدے سے ہمیں

ہو + حال ⟵ ہے

حاصل ہوگا۔ اِس طرح پورا جملہ یہ ہوا :۔

وہ بچّہ کھانا کھا رہا ہے۔

لازمی اور اختیاری تبادلی قاعدے

تبادلی قاعدوں میں سے چند لازمی تبادلی قاعدے ہوتے ہیں جن کا اطلاق مغز کڑی پر ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً

۱۔ تعلیقیہ + فعل ⟸ فعل + تعلیقیہ

۲۔ زمانہ + معاون فعل ⟸ معاون فعل کی صحیح شکل

اس قاعدے کے مطابق معاون فعل کی شکل زمانہ کے اعتبار سے قائم ہوگی۔ ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا ہوگا آیا فاعل متکلم ہے یا مخاطب وغیرہ، واحد یا جمع۔ مثلاً ذیل میں دی ہوئی شکلیں ممکن ہیں۔

حال + رہا ہو ⟸	رہا ہے	(کھا رہا ہے)
	رہے ہیں	(کھا رہے ہیں)
	رہی ہیں	(کھا رہی ہیں)

اس طرح اردو میں معاون فعل کی شکل فاعل کی نوعیت اور زمانہ سے تعین ہوگی اور یہی اس قاعدے کی اہمیت ہے۔

ان کے علاوہ بھی دوسرے تبادلی قاعدوں کا لازمی طور سے اطلاق ہوسکتا ہے۔

یہ اِس بات پر منحصر ہوگا کہ ترکیب ساختی قاعدوں کے نفاذ کے بعد جو آخری کڑی حاصل ہوتی ہے اس میں کون کون سی علامات موجود ہیں۔ مثلاً اگر دو اسم فقرہ ایک سے ہوں معکوسی تبادلی قاعدے کا اِطلاق ضروری ہوگا۔ مثلاً اگر ترکیب ساختی قاعدوں سے حاصل ہوئی کڑی یہ ہے:

حامد حامد کو پسند کرتا ہے۔

تو اِس پر معکوسی قاعدے کا لازمی طور سے اِطلاق ہوگا۔ اور اس کی شکل یہ ہوگی:

حامد اپنے کو پسند کرتا ہے۔

اِن کے برخلاف اختیاری قاعدہ بولنے والے کے اوپر منحصر ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی غیر مغزی جملہ بولنا چاہے تو اسے کوئی اختیاری تبادلی قاعدے کا اطلاق کرنا ہوگا۔ مثلاً مجہول جملہ بنانا ہو تو مجہولی تبادلی قاعدے کا استعمال کرنا ہوگا جو ایک اختیاری تبادلی قاعدہ ہوگا۔ مثلاً:

حامد نے ایک شیر مارا ⟸ شیر کو حامد نے مارا

لازمی اور اختیاری تبادلی قاعدوں میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ لازمی قاعدہ کا اگر اطلاق نہیں کیا گیا تو جملہ غیر قواعدی اور ناقابل قبول ہوگا۔ جبکہ اختیاری قاعدے کا اگر اطلاق نہیں کیا گیا تو جملے میں کوئی قواعدی نقص پیدا نہیں ہوگا۔

دوسرے اختیاری تبادلی قاعدے یہ ہو سکتے ہیں:۔ نفی کا قاعدہ، استفہامیہ قاعدہ، تخفیف کا قاعدہ، حذف کا قاعدہ، وغیرہ۔

اِس میں حذف کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر دو فعل بالکل ایک ہوں اور ایک ہی فاعل سے متعلق ہوں تو اس قاعدے کے مطابق اس میں دوسرے فعل کو یا تو کلی طور سے حذف کر دیا جاتا ہے یا پھر اس کو کسی چھوٹے فقرے مثلاً "ایسا" وغیرہ سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً

حامد نے مجھے یہ خبر نہیں دی کیونکہ حامد کو یہ خبر دینے سے منع کر دیا گیا تھا۔

اِس میں دوسری بار جو "خبر دینے" آیا ہے اس کو حذف کیا جاسکتا ہے۔ اور

جملے کی قواعد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یا پھر "خبر دینے" کو "ایسا کرنے" سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

واحدی اور عمومیت کے تبادلی قاعدے

واحدی تبادلی قاعدے وہ ہیں جو صرف ایک آخری کڑی پر نافذ ہوتے ہیں، جبکہ عمومیت کے تبادلی قاعدے وہ ہیں جو دو یا دو سے زیادہ آخری کڑیوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً فاعل۔فعل میں توافقت کا قاعدہ۔ فعل۔تعلیقیہ کا قاعدہ وغیرہ۔ یہ قاعدے سادہ جملے بنانے میں کام آتے ہیں۔

عمومیت کے قاعدے سے مخلوط اور مرکب جملے بنائے جاتے ہیں۔ یعنی یہ دو یا دو سے زیادہ کڑیوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً موصولی فقرے کا قاعدہ۔ اس قاعدے کے مطابق ایک سادہ جملہ ایک موصولی فقرہ بن جاتا ہے تاکہ اس کو کسی دوسرے جملے میں تابع فقرہ بنایا جا سکے۔ مثلاً نیچے کے جملوں کو دیکھئے:

وہ آدمی کار چلا رہا تھا ⟸ جو کار چلا رہا تھا۔

اس میں ایک سادہ جملہ موصولی فقرہ بن گیا جو دوسرے کسی جملے میں ایک تابع فقرے کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے۔ جیسے

وہ آدمی جو کار چلا رہا تھا ایک ڈاکٹر ہے۔

اِس مخلوط جملے میں "وہ آدمی ..... ایک ڈاکٹر ہے" قالبی جملہ ہے اور "جو کار چلا رہا تھا" ایک تابع داخلی فقرہ ہے۔

اسی طرح دوسرے عمومیت کے تبادلی قاعدے ذیل کی تبدیلیاں کر سکتے ہیں:

حامد گا رہا تھا ⟸ حامد کا گانا

موہن کے پاس ایک گیند ہے ⟸ موہن کی گیند

اِس سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ سب ہی عمومیت کے قاعدے اختیاری تبادلی قاعدے ہوتے ہیں۔ جبکہ واحدی قاعدے لازمی یا اختیاری دونوں ہی طرح کے ہوتے ہیں۔

تبادلی قاعدوں کی نوعیت

تبادلی قواعد میں بنیادی یا مغز جملوں کی بہت اہمیت ہے۔ اس میں یہ مان کر چلتے ہیں کہ زبان کا بولنے والا ایسے قاعدوں کو اپنے ذہن میں رکھتا ہے جن سے وہ یہ بنیادی جملے بنا سکتا ہے۔ چونکہ ان جملوں کی تعداد محدود ہوتی ہے اس لئے اس قواعد میں قاعدوں کی تعداد بھی محدود ہوگی۔ سادہ اور بنیادی جملے بنانے کے بعد دوسرے قسم کے جملے بنانے کے لئے تبادلی قاعدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سادہ اور بنیادی جملے ساخت ترکیبی قاعدوں سے بنتے ہیں۔ دوسرے غیر سادہ جملے قواعد کے تبادلی قاعدوں کے حصّے سے بنتے ہیں۔ اس طرح یہ ظاہر ہے کہ تبادلی قاعدے دراصل وہ قواعدِ عمل ہیں جن کا اختیاری یا لازمی طور سے خاطر خواہ جملہ حاصل کرنے کیلئے اطلاق ہوتا ہے۔

اِس قواعد میں سادے معروف اقراری اعلانیہ (SAAD) جملوں کو مغز جملے کہا گیا ہے اور باقی تمام جملے جو انسان بول سکتا ہے وہ کسی نہ کسی تبادلی قاعدے کے اطلاق سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تبادلی قاعدے ایک علامت پر نہیں بلکہ علامتوں کی کڑی پر لاگو ہوتے ہیں۔ یعنی عام طور سے دو یا دو سے زیادہ علامتوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ تبادلی قاعدوں کے اطلاق کے وقت یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک کڑی میں سب ہی علامتیں کیا ہیں، اور کسی چیز کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ اس طرح کسی ایک تبادلی قاعدے کے دو حصّے ہوتے ہیں: ایک تیر کے دائیں طرف جو یہ بتاتا ہے کہ اِس قاعدے کے اطلاق سے کیا تبدیلیاں پیدا ہونگی۔ پہلے حصّے کو ساخت بیانی اور دوسرے کو ساخت تبدیلی حصّہ کہتے ہیں۔ مثلاً

زمانہ + فعل ⟸ فعل + زمانہ

اس قاعدے میں بتایا گیا ہے کہ یہ قاعدہ جب ہی لاگو ہوگا جب بائیں طرف "زمانہ + فعل" ہوگا اور دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ کیا تبدیلی ہوگی۔

چامسکی کا ۱۹۶۵ کا نمونہ[۲]

۱۹۶۵ء میں چامسکی نے اپنی کتاب (ASPECTS OF THE THEORY OF SYNTAX) میں اپنے ۱۹۵۷ کے نمونہ میں کچھ تبدیلیاں کیں لیکن بنیادی ڈھانچہ وہی ہے۔ ۱۹۶۵ میں دو خاص تبدیلیاں ہیں۔ (۱) معنیات کا حصہ شامل کیا گیا۔ (۲) عمیق اور سطحی ساخت میں فرق۔ یہ دونوں حصے بھی آپس میں متعلق ہیں۔

چامسکی نے یہ نظریہ پیش کیا ہر جملے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ بولنے (یا لکھنے) میں ظاہر ہے جس کو سطحی ساخت کہتے ہیں اور دوسری وہ جو معنی سمجھنے کے لئے جملے میں موجود ہوتی ہے جس کو عمیق یا گہرائی کی ساخت کہتے ہیں۔ تبادلی قاعدے ان دونوں کے بیچ میں تعلق قائم کرتے ہیں۔ تبادلی قاعدے عمیق ساخت پر لاگو ہو کر سطحی ساخت بناتے ہیں۔ ۱۹۶۵ کی قواعد کے مطابق ساخت ترکیبی قاعدوں سے عمیق ساخت حاصل ہوتی ہے۔ اس ساخت سے معنی سمجھے جاتے ہیں اور جب اس ساخت تبادلی قاعدوں کا اطلاق کیا جاتا ہے تو سطحی ساخت حاصل ہوتی ہے۔

اس نمونہ کو ڈائیگرام میں ذیل میں دکھایا گیا ہے۔ اس قواعد میں تین خاص حصے ہوتے ہیں۔

(۱) نحوی حصہ

(۲) معنوی حصہ

(۳) اصواتی حصہ

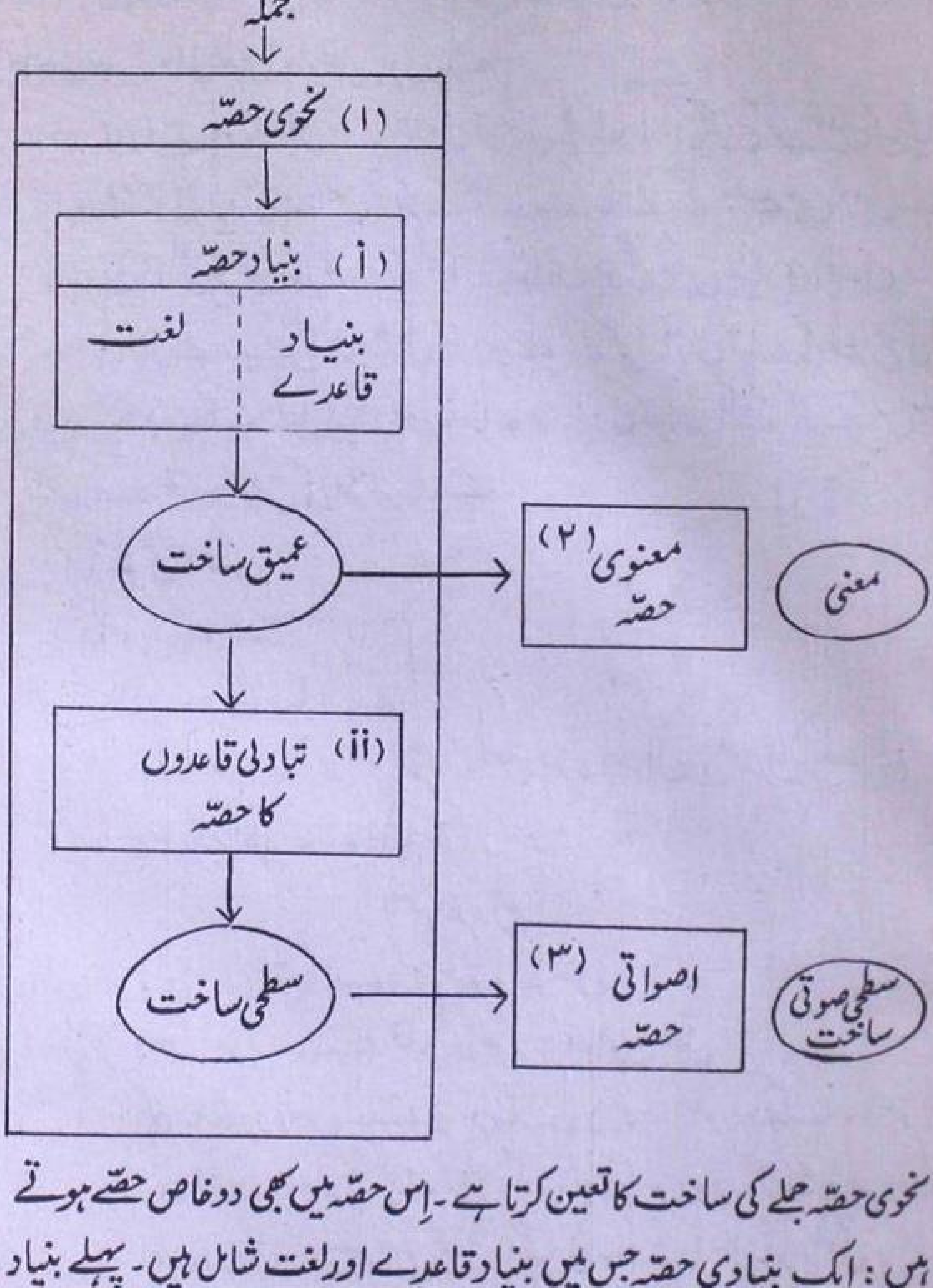

نحوی حصّہ جملے کی ساخت کا تعین کرتا ہے ۔ اِس حصّہ میں بھی دو خاص حصّے ہوتے ہیں : ایک بنیادی حصّہ جس میں بنیاد قاعدے اور لغت شامل ہیں ۔ پہلے بنیاد قاعدوں سے جملہ کی ساخت کا تعین ہوتا ہے اور پھر لغت میں سے مناسب الفاظ کو چھانٹ کر جملے کی ساخت میں رکھتے ہیں ۔ اب یہ عمیق ساخت حاصل ہوئی ہے جو اگر معنوی حصہ کے قاعدوں سے گزرے تو معنی سمجھ میں آتے ہیں ۔ اور اگر یہ عمیق ساخت دوسرے حصّہ یعنی تبادلی قاعدوں سے گزرے تو سطحی ساخت

حاصل ہوتی ہے۔ سطحی ساخت کو اصواتی قاعدوں سے گزارا جائے تو اس جملے کی بولی جانے والی شکل حاصل ہوتی ہے۔

اردو میں چونکہ ابھی تک تبادلی قواعد کے بارے میں کوئی غور نہیں کیا گیا ہے اس لئے کوئی روایت اس قسم کے قاعدے بنانے کے سلسلے میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے انگریزی اور اردو کی قواعد مختلف ہوگی لیکن بنیادی اصول ایک سے ہی ہونگے۔ نیچے ایک مثال اردو سے لے کر تبادلی قواعد کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ محض ایک مثال ہے اور باقاعدہ تبادلی قواعد لکھنے کے لیے اس سلسلے میں بہت غور و خوض کی ضرورت ہے۔

(۱) نحوی حصّہ

(أ) بنیادی حصّہ

(الف) بنیاد قاعدے

(۱) جملہ ← اسم فقرہ + فعل فقرہ (سوال ؛ مجہول یا منفی)

(۲) اسم فقرہ ← { اسم فقرہ واحد / اسم فقرہ جمع }

(۳) فعل فقرہ ← اسم فقرہ + فعل

(۴) فعل ← فعل خاص + معاون فعل

(۵) معاون فعل ← ز (سک) (رہ ... ہو) (چک ... ہو)

(ب) لغت: حامد، بچّہ، لڑکا، کھا، لینا، سونا، ز = زمانہ وغیرہ

اب ان کی مدد سے ہمیں عمیق یا گہرائی ساخت حاصل ہو جائیگی:

جملے کا اشتقاق

جملہ

اسم فقرہ + فعل فقرہ (سوال) .... قاعدہ نمبر ا سے

اسم فقرہ واحد + فعل فقرہ + سوال .... نمبر۲ سے

اسم فقرہ واحد + اسم فقرہ + فعل + سوال .... نمبر۳ ...

اسم فقرہ واحد + اسم فقرہ + فعل خاص + معاون فعل + سوال ... نمبر۴ ...

اسم فقرہ واحد + اسم فقرہ + فعل خاص + ز + رہ ... ہو + سوال .... نمبر۵ ...

لغت میں سے الفاظ و مارفیم لے کر اس آخری کڑی کو پورا کیا جائے گا:

وہ بچہ + کرکٹ + کھیل + حال + رہ ... ہو + سوال

اب یہ گہرائی کی یا عمیق ساخت حاصل ہو گئی جس شاخ شجری ڈائیگرام پر ذیل میں دکھایا گیا ہے۔

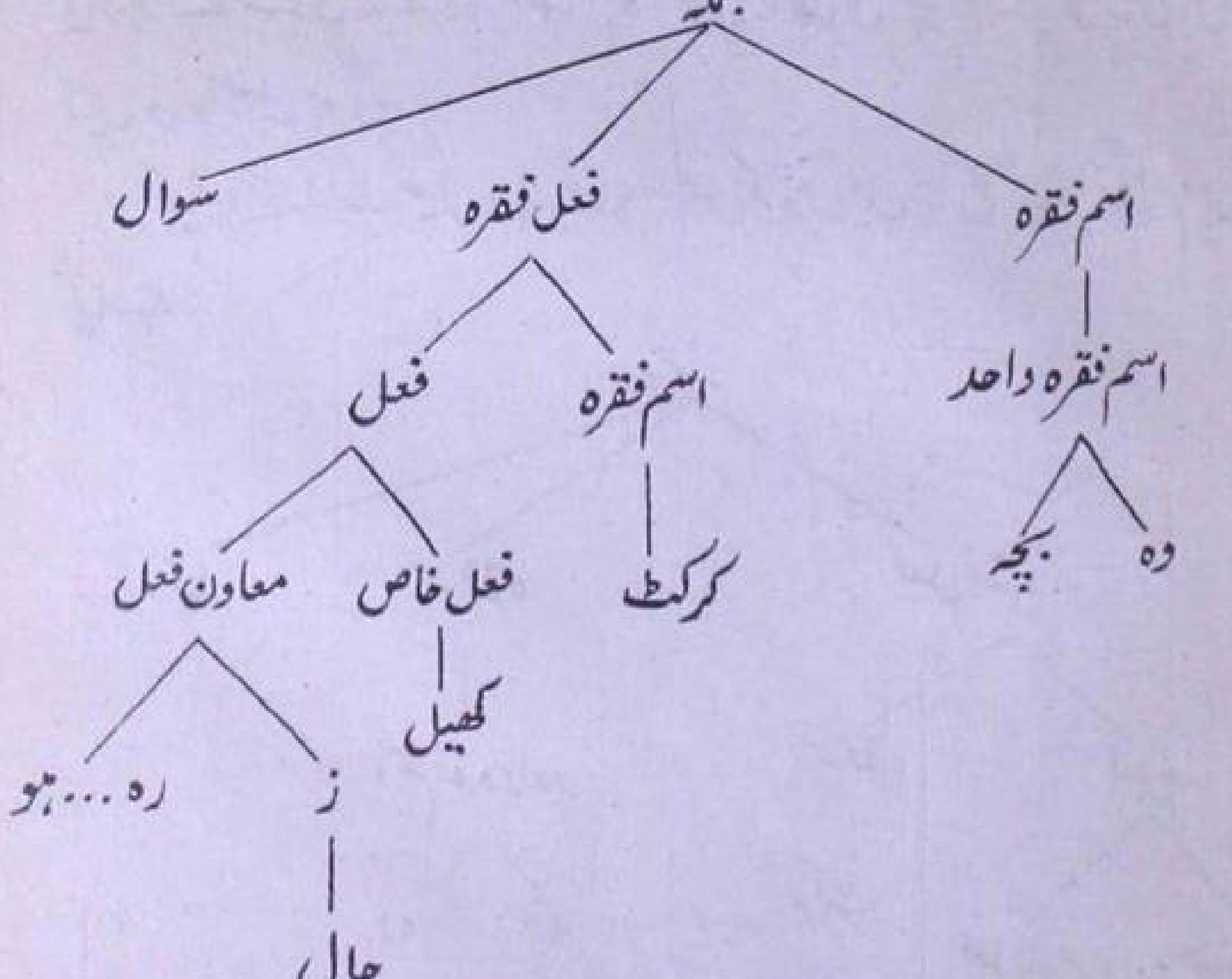

یہ عمیق ساخت اب دو راستوں سے گذر سکتی ہے۔ ایک راستہ قواعد میں معنوی حصہ سے گذرتا ہے۔ یعنی معنی گہرائی کی ساخت سے معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرا راستہ نحوی حصہ کے دوسرے جزو یعنی تبادلی قواعد کے تبادلی قاعدوں سے ہو کر گذرتا ہے۔ اس سے جملے کی سطحی ساخت حاصل ہو جائے گی۔

معنوی حصے میں جملے کو اس طرح سمجھا جائے گا کہ یہ ایک سوالیہ جملہ ہے اور اس کو زمانۂ حال میں شخص واحد غائب کے لئے سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ سطحی ساخت حاصل کرنے کیلئے ضروری تبادلی قاعدوں کا اطلاق کیا جائیگا۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس ۱۹۶۵ کے نمونہ میں سب ہی تبادلی قاعدے جن کا اطلاق ہوگا ضروری اور لازمی قاعدے ہیں یعنی کوئی اختیاری قاعدہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی قاعدے پہلے اختیاری تھے ان کو بنیاد قاعدوں کے حصے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے گہرائی کی ساخت میں اس کا نشان یا علامت آجاتی ہے۔ مثلاً اس مثال میں "سوال" علامت گہرائی کی ساخت میں آگئی ہے جس کی وجہ سے تبادلی قاعدہ استفہام کا اس پر اطلاق ہو جائے گا۔ یعنی سطحی ساخت ذیل کی حاصل ہوگی۔

"کیا وہ بچہ کرکٹ کھیل رہا ہے؟" جس کو ذیل میں شاخ شجر ڈائیگرام میں دکھایا گیا ہے۔

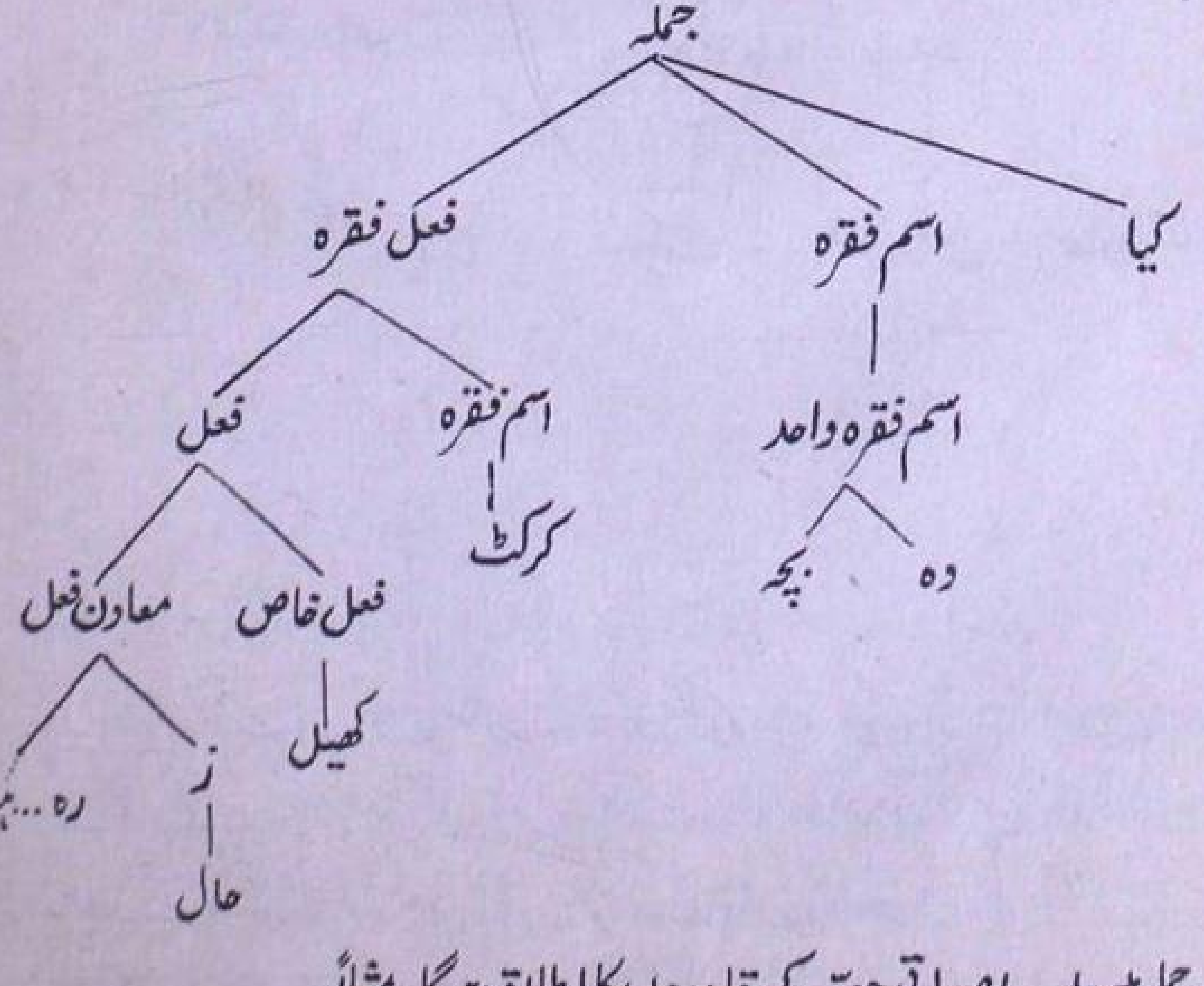

اِس جملے میں اب اصواتی حصّہ کے قاعدوں کا اِطلاق ہوگا۔ مثلاً

کھیل + حال + رہ ... ہو ← کھیل رہا ہے

یہاں پر معنوی اور اصواتی قواعدی حصّوں کو صرف اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبادلی قواعد کے نظریئے کو ہی کافی مختصر رکھا گیا ہے تاکہ اس کے بنیادی تصوّر پر روشنی ڈالی جا سکے۔ اِس کی پوری تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

*

باب ۸۔ تاریخی لسانیات

تاریخی لسانیات کیا ہے؟ وقت کے ساتھ ساتھ ہر زبان میں کچھ نہ کچھ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ زبان ہر سطح پر بدلتی ہے۔ یعنی نہ صرف اس کا تلفظ بدلتا ہے۔ بلکہ اس کی قواعد اور معنوی سطحوں پر بھی کسی حد تک فرق پیدا ہو جاتا ہے بعض حالات میں زبانیں ناپید بھی ہو جاتی ہیں یعنی اب وہ بولنے والی زبان نہیں رہتی۔ مثلاً سنسکرت اور عبرانی زبانیں اب صرف کتابوں تک محدود ہو گئی ہیں اور ان کا بولنے والا نہیں رہا۔ اگرچہ عبرانی زبان کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاریخی لسانیات میں ہم ان اصولوں اور قاعدوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے ماتحت زبانوں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخی لسانیات میں مختلف زبانوں میں آپسی رشتہ اور تعلق کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس سے ان میں یکسانیت یا اختلاف کی توجیہہ ملتی ہے۔

زبانوں کا آپسی رشتہ

زبان وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ گو ان تبدیلیوں کی قسم اور حد مختلف وجوہات پر منحصر ہے۔ اگر ایک زبان کے بولنے والے کسی قدرتی یا مصنوعی رُکاوٹوں کی بنا پر دو گروہوں میں تقسیم ہو کر الگ الگ رہنے لگیں تو اِن دونوں گروہوں کی بولیوں میں ایک عرصہ بعد الگ الگ قسم کی اور مختلف حد تک تبدیلیاں رونما ہو جائیں گی۔ اور ایک لمبے عرصے کے بعد یہ دونوں بولیاں اتنی بدل سکتی ہیں کہ ان کے بولنے والے ایک دوسرے کو سمجھ نہ سکیں۔ اس طرح یہ دو الگ زبانیں الگ ہو جائیں گی۔ گو تاریخی اعتبار سے یہ آپس میں ایک دوسرے سے

رشتہ رکھتی ہیں۔ یہ صورتِ حال فرانسیسی، اطالوی اور ہسپانوی زبانوں کی ہے جو کسی زمانے میں ایک ہی تھیں۔ ان میں آج بھی ایسی آوازیں قواعدی عنصر اور لفظے مشترک ہیں جس سے اُن کا آپس میں رشتہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ زبانیں جن کو ہم رومانس زبانیں کہتے ہیں دراصل قدیم لاطینی زبان کی موجودہ صورتیں ہیں۔

زبانوں میں آپسی رشتے کو سب سے پہلے سر ولیم جونز نے سن ۱۷۸۶ء میں بتایا۔ سر ولیم نے مثالوں سے یہ ثابت کیا سنسکرت، لاطینی اور جرمن زبان کی قدیم شکل آپس میں قریبی تعلق رکھتی ہیں اور تاریخی اعتبار سے ر زبانیں ایک رشتے میں منسلک ہیں اور ان سب کی ماخذی زبان کسی زمانے میں ایک ہی تھی۔ اس قسم کے نتائج ان زبانوں میں مختلف بنیادی الفاظ کا تقابلی جائزہ کرنے سے حاصل ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کی شکلیں کافی حد تک مماثلت رکھتی ہیں اور جو فرق ہیں ان کو باقاعدہ اصولوں سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ ان کی ماخذی زبان کو آج کل ہند یوروپی زبان کہتے ہیں کیونکہ زبانوں کے اس خاندان میں ہندوستان اور یورپ دونوں کی زبانیں شامل ہیں۔ یہ ماقبل زبان تحریر ایجاد ہونے سے بھی پہلے بولی جاتی تھی اور اس کا اصل وطن روس اور باقی یورپ کے درمیان کہیں پر تھا اس لئے اس زبان کے تحریری ریکارڈ نہیں ہیں صرف لسانی طریقے سے بازتشکیل کر کے ہی ان الفاظ اور اس ماقبل زبان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے اسی اصل زبان کو ماقبل ہند یوروپی زبان کہتے ہیں۔

ہند یوروپی زبان خاندان کی طرح دوسرے بڑے خاندان سیمی خاندان، دروادڑ خاندان، افرو ایشیائی وغیرہ ہیں۔

زبانوں کی نسبی درجہ بندی

یوروپ اور ایشیا کی بہت سی بلکہ زیادہ تر زبانیں ایک دوسرے سے نسبی طور سے تاریخی رشتہ رکھتی ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان زبانوں میں جو

بنیادی الفاظ کا ذخیرہ ہے وہ کافی مماثلت رکھتا ہے۔ بنیادی ذخیرۂ الفاظ میں گنتی کے ہندسے (یعنی ایک سے دس تک)، رشتہ داری کی اصطلاحیں (مثلاً چچا، خالہ وغیرہ)، گھریلو جانور اور روزانہ کے کاموں کے نام وغیرہ شامل ہیں۔ یوروپ و ایشیا کی یہ زبانیں جو نسبی رشتہ سے ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ان کو ہند یوروپین کہتے ہیں۔

ہند یوروپین میں بھی زبانوں کو اور چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے اندر گروہوں میں جو زبانیں ہیں ان میں آپس میں زیادہ گہرا تعلق ہے۔ مثلاً ہند یوروپین میں ہند ایرانی گروہ یا ہند آریائی گروہ کی زبانیں آپس میں لسانی طور سے زیادہ قریب ہیں اور اس میں دو خاص گروہ ہیں: ایک ہندی دوسری ایرانی۔

انڈک یا ہندی بہت پرانی زبان ہے اور اس کا مواد رگ وید میں ملتا ہے۔ رگ وید مختلف بھجن کا مجموعہ جو لگ بھگ ایک ہزار قبل مسیح میں لکھے گئے تھے۔ رگ وید اور دوسرے وید عرصۂ دراز تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے اور چونکہ اُن کو مذہبی احترام حاصل تھا اس لئے یہ تلفّظ کے لحاظ سے صحیح صحیح منتقل ہوتے رہے۔ بعد میں ان کے اوپر تبصرے لکھے گئے اور ان تبصروں میں تلفّظ کے طریقے اور قواعد بھی شامل ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ زبان معیاری ہوگئی اور اسی کو سنسکرت کہا گیا۔ اس زبان کے زمانے کو ہم چوتھی صدی قبل مسیح کا سمجھتے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب قدیم سنسکرت کی سب سے مشہور قواعد لکھی گئی جس کو پانینی نے لکھا۔ پانینی کی قواعد کا جہاں یہ اثر ہوا کہ زبان معیاری ہوگئی دوسری طرف سنسکرت زبان کو قواعد و تلفّظ کی سختیوں و پابندیوں نے عوام سے دُور کر دیا اور سنسکرت صرف چند خاص لوگوں اور مذہبی پیشواؤں اور اونچے طبقے کے پڑھے لکھے لوگوں کی زبان رہ گئی۔ عوام جو زبان بولتے تھے وہ پراکرت کہلاتی تھی۔ ادبی پراکرت قریب پہلی صدی عیسوی سے ملتی ہے۔

سن عیسوی شروع ہونے سے پہلے اس انڈک یا ہندی زبان کی تین منزلیں کی جاسکتی ہیں: ویدک یا ویدک سنسکرت جو تقریباً ۱۲ صدی قبل مسیح سے ۸ صدی قبل مسیح (1200 B.C. - 800 B.C.) تک۔ کلاسیکی سنسکرت جو آٹھویں صدی قبل مسیح کے بعد چوتھی صدی قبلِ مسیح تک اور اس کے بعد پراکرت۔ اس کو ذیل کے خاکہ میں دکھایا گیا ہے:

قدیم انڈک { ویدک ..... بارھویں صدی قبل مسیح سے آٹھویں صدی قبل مسیح تک
کلاسیکی سنسکرت ..... آٹھویں صدی ق م سے چوتھی صدی قبل مسیح تک

وسط انڈک { پراکرت ..... چوتھی صدی ق م .... دسویں صدی عیسوی تک۔

پالی : یہ وسط انڈک کی ایک بولی ہے جس میں بودھ مذہب کی کتابیں ہیں۔

وسط انڈک کے زمانہ کے اختتام پر اور دسویں صدی سے پہلے کے زمانہ کی زبان کو اپابھرشا یا شاخیں کہتے ہیں جس سے آج کی زبانیں نکلی ہیں جن میں ہندی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی، پنجابی، سنہالی (لنکا) اور رومانی (خانہ بدوشوں کی بولی) وغیرہ شامل ہے۔

دوسرا بڑا گروہ (ہند آریائی زبان کا) ایرانی ہے جس کو پرانی ایرانی کہتے ہیں. جو تین سو قبلِ مسیح پُرانی ہے اور جس کی شاخیں آوستن اور پُرانی فارسی ہے۔ آوستن زبان میں زرتشت کی مذہبی کتابیں لکھی گئیں ہیں جو چھ سو قبل مسیح میں لکھی گئی تھیں۔ وسط ایرانین تقریباً تیسری صدی قبلِ مسیح سے نویں صدی قبل مسیح تک سمجھی جاتی ہیں۔ بلوچی، پشتو یا افغان، فارسی، کُردش وغیرہ سب ایرانی زبانیں ہیں۔

تیسرا بڑا گروہ آرمینی زبان کا ہے جس کے ریکارڈ پانچویں صدی عیسوی سے ملتے ہیں۔ آرمینی کی دو خاص شاخیں ہیں: ایک مشرقی جو ایران اور روس کے کچھ حصوں میں بولی جاتی ہے دوسری مغربی جو ترکی میں بولی جاتی ہے۔ کچھ لوگ اس کا رشتہ فریجین سے بھی بتاتے ہیں۔

البانی زبان البانیہ میں بولی جاتی ہے اور اس کی سب سے پُرانی تحریر پندرھویں

صدی عیسوی سے ملتی ہے

بالٹوسلاوی زبانوں میں سلاوک زبانیں ہیں جن میں بلغارین، روسی، پولش اور سربوکروشین وغیرہ شامل ہیں۔ بالٹک زبانوں میں لیتھونی اور لٹونین زبانیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ قدیم پردشی بھی اس میں جس کے ریکارڈ سولھویں صدی عیسوی تک پائے جاتے ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی میں یہ زبان ناپید ہوگئی اور اس کی جگہ جرمن اور لیتھونی نے لے لی۔

مندرجہ بالا ہند یوروپی زبانوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک گروہ کو ساتم اور دوسرے کو کنتم کہا گیا ہے۔ ساتم زبانوں میں لفظ 'دس' کیلئے "س" کا استعمال ہے اور کنتم زبانوں میں آواز "ک" کا استعمال ہے جیسا کہ ذیل میں دکھایا گیا ہے:۔

ساتم زبانیں :	سنسکرت	اوستن
	آرمینی	لیتھونی
کنتم زبانیں :	یونانی	لاطینی
	گوتھک	قدیم آئرش

یونانی زبان بہت پرانی زبان ہے۔ جو تحریریں یونانی زبان میں پائی جاتی ہیں اس میں قدیم ترین پندرھویں صدی قبل مسیح کی ہے۔ یونانی زبان میں کئی بولیاں رہی ہیں ان میں سب سے اہم اٹک یونانی ہے۔

اطالوی زبان کے تیسری صدی ق م سے ریکارڈ ملتے ہیں۔ اس کی بھی کئی بولیاں تھیں جس میں لاطینی سب سے اہم تھی اور یہی لاطینی باقی سب بولیوں پر حاوی ہوگئی اور آج کی رومانس زبانیں اسی لاطینی سے اخذ ہوئی ہیں جن میں اطالوی، فرانسیسی، پرتگالی اور رومانین بہت اہم اور مشہور ہیں۔

ایک اور زبان جو اب ناپید ہو چکی ہے کیلٹک زبان ہے لیکن اس کی مختلف بولیوں کی کچھ شکلیں اب بھی دوسری زبانوں کے نام سے پائی جاتی ہیں۔

کیلٹک زبانوں کو جرمینک زبانوں نے ختم کر دیا۔ جرمینک زبانیں دُور دُور تک پھیل گئیں۔ ان میں سے ایک گروپ ناروے اور ڈنمارک میں پھیلا ہوا ہے ان میں سوئیڈس، نارویجین اور ڈانش وغیرہ شامل ہیں۔ چوتھی صدی میں اُولفِلا کا لکھا ہوا بائبل کا ترجمہ گوتھک زبان میں موجود ہے۔ زبانوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جس میں جرمن، ڈچ اور انگریزی شامل ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر میں چینی ترکستان میں چھٹی صدی کی کچھ تحریری دستاویزیں ملی ہیں جن سے ایک اور زبان توھیزین کا پتہ چلا جو ہند یوروپی زبان ہے۔ اسی طرح ۱۹۰۵ء میں ترکی کے قریب کچھ تحریریں کیونیفارم طرزِ تحریر میں ملی ہیں جن کا نام ہٹائٹ دیا گیا اور جو قریب سترھویں صدی ق م کی ہیں۔ چونکہ ہٹائٹ زبان ہند یوروپی زبان کے زمانہ کی ہے اس لئے اِس پورے خاندان کو بھی ہند ہٹائٹ زبان کہا جاتا ہے۔ انڈو ہٹائٹ کا زمانہ تیسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔

ہند ہٹائٹ کے بعد دوسرا بڑا خاندان ہیمٹو سیمٹک جس کو افروایشیائی زبان بھی کہتے ہیں۔ اس میں مصری، بربر، سیمیٹک شامل ہیں۔ سیمیٹک میں عربی اور عبرانی بھی شامل ہیں۔

زبانوں کا ایک اور خاندان جو ہندوستان کے وسط و جنوب میں پایا جاتا ہے دراوڑ یا دراویدی ہے جس میں تیلگو، تامل، ملیالم اور کنڑ زبانیں شامل ہیں۔ اس میں بروشاسکی بھی شامل ہے۔

'آسٹرک' ایک اور خاندان ہے جس میں آسٹروایشیاٹک شامل ہے۔ اس میں ملیو پولینیشین اور آسٹرک بہت اہم ہیں۔ آسٹرک میں منڈا اور مون کھمیر وغیرہ بھی ہیں۔ یہ زبانیں بھارت، ملائیشیا، انڈونیشیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں بولی جاتی ہیں۔

فِنو اُگرک زبانوں کے خاندان میں ہنگری اور فن لینڈ کی زبانیں شامل ہیں۔ سائنو تبتن میں چینی اور تبتی زبانیں شامل ہیں۔

ایک اور خاندان الٹائنک ہے جس میں جاپانی اور کورین شامل ہیں۔
مذکورہ بالا زبانوں کی درجہ بندی بنیادی الفاظ میں مماثلت کی بنا پر اور قواعد کی مشترک قاعدے اور نظام کے یکسانیت کی بنیاد پر کی گئی ہے اور ان ہی وجوہات کی بنا پر ایک خاندان کی ہی مختلف زبانیں ایک دوسرے سے کم یا زیادہ قریب ہو سکتی ہیں۔
مثلاً ذیل کے خاکے میں ہند یوروپی زبانوں کو دکھایا گیا ہے۔

*

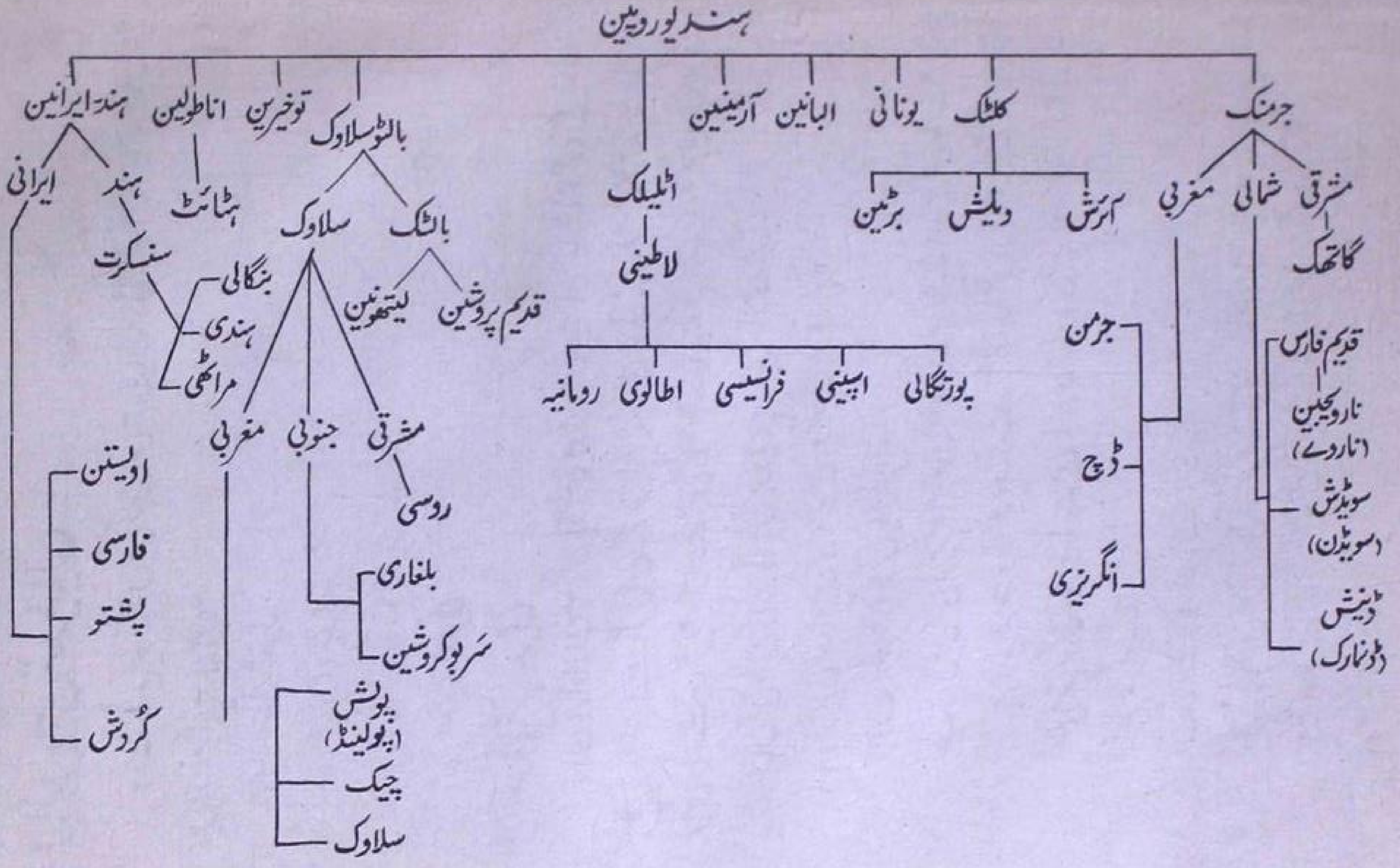
ہند یوروپین
جرمنک
کلٹک
یونانی
البانین
آرمینین
اٹیلک
بالٹوسلاوک
توخرین
اناطولین
ہند ایرانین
مشرقی
شمالی
مغربی
گاتھک
قدیم فارس
نارویجین (ناروے)
سویڈش (سویڈن)
ڈینش (ڈنمارک)
جرمن
ڈچ
انگریزی
آئرش
ویلش
برٹین
لاطینی
پرتگالی
اسپینی
فرانسیسی
اطالوی
رومانیہ
بالٹک
سلاوک
قدیم پروشین
لیتھونین
مشرقی
جنوبی
مغربی
روسی
بلغاری
سربوکروشین
پولش (پولینڈ)
چیک
سلاوک
ہٹائٹ
ہند
ایرانی
سنسکرت
بنگالی
ہندی
مراٹھی
اویستن
فارسی
پشتو
کردش

زبانوں میں تبدیلیاں

وقت کے ساتھ زبانوں میں کم وبیش تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں مندرجہ ذیل اقسام کی ہوتی ہیں:

(۱) صوتی تبدیلی

(۲) قواعدی تبدیلی

(۳) مارفوفونیمک تبدیلی

(۴) معنوی تبدیلی

۱۔ صوتی تبدیلی

زبان کی آوازوں میں کمی یا بیشی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تبدیلی فونیمی سطح یا ذیلی فونیمی سطح پر ہو سکتی ہے۔ اگر زبان کے فونیم میں تبدیلی ہوتی ہے تو اس کا فونیمی نظام اور فونیمی ساخت پر اثر پڑ سکتا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ تبدیلی اہم تبدیلی ہوگی۔

یہ تبدیلیاں کئی طرح کی ہوتی ہیں جو ذیل میں دی جا رہی ہیں:

(أ) فونیم کی تعداد میں کمی: یہ بھی دو قسم کی ہوتی ہیں:

(الف) غیر مشروط کمی یا انحراف۔

جب زبان میں کسی فونیم کا استعمال قطعی بند ہو جائے اور کسی بھی حالت میں موجود نہ رہے تو یہ غیر مشروط انحراف ہے۔ مثلاً رومانس زبانوں میں h (ہ آواز) قطعی ختم ہوگئی۔ یا سنسکرت میں ماخذی زبان کی z اور ž (ذ اور ژ) فونیم ختم ہو گئے۔

(ب) مشروط انحراف۔

جب زبانوں میں کوئی فونیم صرف محدود ماحول میں استعمال ہونے لگے اور پہلے کی طرح آزادانہ استعمال نہ ہو تو یہ مشروط انحراف کہلائے گا۔

(اا) فونیمی اضافہ

(الف) جب کسی زبان میں نئے فونیم کا اضافہ ہو جائے تو اس کو فونیمی اضافہ کہتے ہیں۔ مثلاً سنسکرت میں mr کے بیچ میں بعد میں b فونیم پیدا ہو گیا جو ایک فونیمی اضافہ ہے۔

(ب) مستعاریت

جب کسی دوسری زبان سے نیا فونیم لے لیا جائے۔ انگریزی زبان نے فرانسیسی زبان سے ش اور ژ آوازیں لی ہیں۔ اسی طرح اردو نے دراوڑ زبان سے ٹ ڈ اور ڑ آوازیں لی ہیں۔

(iii) ایک ذیلی فونیم کا دوسرے ذیلی فونیم سے بدل۔ یہ ایک غیر فونیمی تبدیلی ہے۔ یعنی اس کا زبان میں موجود فونیم کی کل تعداد پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ اس کی بھی کئی قسمیں ہیں:

(الف) دو ذیلی فونیم کا ایک دوسرے میں ادغام ہو جائے۔ جیسے مراٹھی زبان میں تالوئی n اور لثوی n دونوں لثوی n میں بدل گئے۔

(ب) نئے ذیلی فونیم کا اضافہ۔ مثلاً ماقبل ڈراوڑ کا کوزی۔ بندشیہ t جب تامل زبان میں ٹ اور ڈ میں بٹ گیا۔

(ج) ایک ذیلی فونیم اپنی صوتی نوعیت میں تبدیلی پیدا کر لے جس کو فونیمی منتقلی بھی کہتے ہیں۔ مثلاً ہند یوروپی w آواز سنسکرت میں v ہو گیا۔

(iv) ایک فونیم کا دوسرے فونیم سے بدل جانا۔ اس میں بھی دو طرح کی تبدیلیاں ہیں۔

(الف) ایک فونیم دوسرے فونیم سے کُلّی طور سے بدل جائے۔ یعنی مکمل ادغام ہو جائے۔ مثلاً ہند یوروپی زبان کے مسموع بندشیے اور ہکاری مسموع بندشیے ایرانی اور سلاوک زبانوں میں مسموع بندشیوں میں بدل گئے۔ جیسے b اور bh دونوں صرف b رہ گئے۔

(ب) ایک فونیم جزوی طور سے دوسرے فونیم میں تبدیل ہو جائے۔ جس کو

جزدی یا مشروط ادغام کہتے ہیں۔ جیسے سنسکرت میں درمیانی. بھ دھ وغیرہ مہاراشٹری میں ہ میں بدل گئے۔

(۷) حیثیت میں تبدیلی۔

(الف) ایک ذیلی فونیم مکمل فونیم میں تبدیل ہو جائے۔ اس کو فونیمی شق بھی کہتے ہیں۔ جیسے انگریزی میں [ʃ ʒ] دو الگ الگ فونیم ʃ اور ʒ بن گئے۔

(ب) فونیم بدل کر ذیلی فونیم میں بدل جائے۔

شمالی روسی میں [e] اور æ پہلے دو فونیم تھے جواب /a/ کے ذیلی فونیم ہیں۔

(vi) اکہرا فونیم دوہرے فونیم میں بدل جائے۔ شلاً وسط اونچی جرمن کا /u/ فونیم جدید اونچی جرمن /au/ میں بدل گیا۔

(vii) دوہرا فونیم اکہرے فونیم میں بدل جائے۔ جرمن s اور k بعد میں /ʃ/ میں بدل گیا۔

(viii) فونیم کے استعمالی ماحول میں تبدیلی۔ کسی فونیم کے قرب میں جو آوازیں ہوتی ہیں ان کی وجہ فونیم متاثر ہو کر کم یا بیش بدل جاتا ہے۔ یہ ایک تاریخی عمل ہے اور ایک عرصے بعد یہ ماحول اس فونیم پر ایک مستقل اثر چھوڑتا ہے۔ یہ تبدیلی کئی قسم کے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے جو ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

(الف) تماثل یا ادغام

جب دوسرے فونیم کے قریب آنے پر کوئی فونیم اُسی کی طرح ہو جائے اسے تماثلث یا ادغام کہتے ہیں۔ مثلاً سنسکرت کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس میں pt بعد کو tt میں بدل گیا جیسے SAPTA بدل کر SATTA ہو گیا۔

(ب) مغائرت

جب دو آوازیں قریب آنے سے ایک دوسرے سے زیادہ مختلف ہو

جائیں اسے مغائرت کہتے ہیں۔ جیسے ہند یوروپی زبان کے دو متصل ہکاری بندشیے سنسکرت میں صرف ایک ہکاری 8 اور دوسرا غیر ہکاری رہ گیا۔

(ج) تقلیب۔ اس میں کسی لفظ میں آوازوں کی جگہ آپس میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً ونراڑانسی بدل کر بنارس ہو گیا تھا۔ غیر تعلیم یافتہ لوگ اور دیہاتی "لکھنؤ" کو اب بھی "نکھلؤ" کہتے ہیں۔

(چ) خوشہ دری

آوازوں کے کسی خوشے یا گچھے میں کوئی مصوتہ یا اتصال اس طرح آجائے کہ خوشہ کم یا ختم ہو جائے۔ مثلاً "درد" کو کچھ لوگ "درد" بولتے ہیں۔ سنسکرت میں اندرا کو بعد میں "اند۔را" بولا جانے لگا۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ فونیم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان میں دو قسم کے عمل کام کرتے ہیں۔

(۱) ادغام

جب دو آوازوں کا ایک دوسرے میں ادغام ہو جائے جس کی مثال اوپر دی گئی ہے۔ ادغام دو طرح کا ہوتا ہے: مشروط اور غیر شروط۔

(۲) شق ہونا

اس میں ایک فونیم دو میں بٹ جاتا ہے۔ اس میں بھی تقسیم دو طرح کی ہوتی ہے: ایک ابتدائی شق: جس میں کسی فونیم کے چند ذیلی فونیم باقی رہتے ہیں لیکن باقی کسی دوسرے فونیم میں ذم ہو جاتے ہیں۔ اس ابتدائی شق میں کوئی نیا فونیم نہیں بنتا۔ ہوتا صرف یہ ہے کہ کسی فونیم میں ذیلی فونیم کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور کسی فونیم میں ذیلی فونیم کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔

دوسری قسم ثانوی شق کی ہے۔ جس میں نئے فونیم بنتے ہیں۔ یہ شق جب ہی ظہور میں آتی ہے جب کسی ذیلی فونیم کے استعمال کی شرائط میں تبدیلی آجائے۔

۲۔ قواعدی تبدیلیاں :

زبان کی قواعدی تبدیلیوں میں صرف و نحو دونوں قسم کی تبدیلیاں شامل ہیں۔ صرفی تبدیلیوں سے مراد ہے کہ زبان میں استعمال ہونیوالے مختلف مارفیم کی شکلوں میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ نیز یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان تبدیلیوں میں مارفیم کا مکمل غائب ہو جانا یا اس کے استعمال کا متروک ہو جانا بھی شامل ہے۔ ذیل میں چند خاص قسمیں مارفیمی تبدیلیوں کی دی جاتی ہیں :۔

(i) مارفیم کا انحراف۔

(الف) مارفیم کا مکمل انحراف :۔ زبانوں میں چند مارفیم یا الفاظ ایسے ہو سکتے ہیں جن کا استعمال وقت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کو متروک کہتے ہیں۔ مثلاً اردو میں ''کبھو''، ''ٹک''، ''کسو''، ''کنے'' وغیرہ اب متروک الفاظ ہیں۔

(ب) مارفیم کا جزوی انحراف ۔ جب کوئی مارفیم آزادی سے استعمال ہونا ختم کر دے اور صرف محدود ماحول میں استعمال ہونے لگے ایسے مارفیم کا جزوی طور سے انحراف سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی میں kith اب صرف kith and kin میں استعمال ہوتا ہے۔

(ii) مارفیمی اضافہ۔

(الف) مصنوعی اضافہ ۔ تہذیبی اور صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ زبان بھی ضرورت کے نئے الفاظ وضع کر لیتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں ''جیپ، کوڈک، گیس''، وغیرہ کے الفاظ وضع کئے گئے ہیں۔ اردو میں ''گھیراؤ'' کا اختراع کیا گیا۔

(ب) مستعاریت ۔ ضرورت کے مطابق زبان دوسری زبانوں سے بھی الفاظ مستعار لے لیتی ہے۔ اردو میں انگریزی سے بہت سے الفاظ لیے گئے ہیں۔ مثلاً: اسٹیشن، گیس، کرکٹ، وغیرہ

(iii) ایک شکل کا دوسری شکل میں تبدیل ہو جانا۔

(الف) مکمل تبدیلی - اس میں مارفیم کی یا تو شکل (فونیم) بدل جاتی ہے یا اس کے معنی بدل جاتے ہیں - مثلاً قدیم انگریزی کا /hlāf/ بدل کر LOAF ہو گیا - سنسکرت میں ’اسورہ‘ کے معنی ’دیوتا‘ تھے - اب اس کے معنی ’دیو‘ کے ہیں -

(ب) دو الو مارف ایک ہو جاتے ہیں - اس کو مماثلتی تبدیلی بھی کہتے ہیں - قدیم انگریزی میں مختلف حالتوں کے لیے اسمی الفاظ میں تصریفی تبدیلی ہوتی تھی - جو اب صرف چند ضمیروں میں باقی رہ گیا ہے -

(ج) نئے الو مارف پیدا ہو جاتے ہیں - اس کو تبادل تبدیلی بھی کہتے ہیں -

(iv) ایک مارفیم کا دوسرے مارفیم سے بدل جانا -

(الف) مکمل بدل - جیسے سنسکرت اسوہ بدل کر ”گھٹاکا“ ہو گیا -

(ب) جزوی بدل - سنسکرت ’رجیک‘ (شرمانا) بدل کر ”لجاتے“ ہو گیا -

(v) مارفیم کی حیثیت بدل جانا -

(الف) الو مارف بدل کر مارفیم ہو جائیں - سنسکرت میں ”چاراتی“ اور ”چالاتی“ دو الو مارف تھے - بعد میں ”ر“ اور ”ل“ کے آزاد فونیم ہو جانے سے یہ دو الگ الگ مارفیم ہو گئے - ”چاراتی“ بمعنی ”گھومنا“ اور ”چالاتی“ بمعنی ”حرکت“ -

(ب) مارفیم الو مارف یا ذیلی مارفیم میں بدل جائیں - مثلاً سنسکرت میں ”استی“ اور ”بھواتی“ دونوں مل کر ”بھوشیاتی“ ہو گئے -

(vi) ایک مارفیم دو مارفیم میں تقسیم ہو جائیں - سنسکرت میں ”ددھوا“ دو مارفیم میں ”دی“ اور ”ددھوا“ میں بٹ گئے جن کے الگ الگ معنی ہیں -

(vii) دو مارفیم ایک ہو جائیں - سنسکرت میں ”دام پتی“ (جوڑا) دو مارفیم تھے - یہ ایک مارفیم ”دم پتی“ (گھر) ہو گئے -

(viii) استعمالی ماحول کی تقسیم میں تبدیلی -

(۳) مارفو فونیمی تبدیلی - مختلف الفاظ میں تصریفی یا اشتقاقی عمل سے جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں - ان کو مارفو فونیمی تبدیلی کہتے ہیں - تاریخی اعتبار سے ان

میں بھی جو فرق پیدا ہو جاتا ہے اس کو تاریخی تبدیلی کہتے ہیں۔ اس طرح مختلف الفاظ میں پہلے فونیمی تبدیلی ہوتی ہے جس کو "شکل کی تبدیلی" کہتے ہیں مثلاً انگریزی میں SHADOW کو پہلے یعنی قدیم انگریزی میں اس لفظ کو /SKADU/ کہتے ہیں۔ اس کے بعد الفاظ میں تبادلی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مثلاً BOOK کا جمع قدیم انگریزی میں /be.k/ تھا۔

(۳) معنیاتی تبدیلی۔

وقت کے ساتھ ساتھ الفاظ کے معنی میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تبدیلی بھی کئی قسم کی ہو سکتی ہے۔ جو ذیل میں دی گئی ہیں۔

(i) تقلیل معنی

(ii) توسیع معنی

(iii) تغیر معنی

(i) تقلیلِ معنی: قدیم انگریزی میں 'GHOST' کے معنی تھے "روح" کے۔ یہ معنی اب صرف فقرے "HOLYGHOST" میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح —— "UNDERTAKER" کے معنی قدیم انگریزی میں "کسی کام کو کرنے والا" تھے لیکن اب صرف مُردوں کے کفن دفن کا انتظام کرنے والوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی معنی سکڑ کر کم رہ گئے۔ اسی طرح اردو میں پہلے "رنڈی" صرف 'عورت' کے معنی میں استعمال ہوتا تھا لیکن اب اس کے معنی "فاحشہ عورت" کے ہیں۔

(ii) توسیع معنی۔ اس میں معنی میں وسعت ہو جاتی ہے۔ پہلے انگریزی میں 'PICTURE' صرف اس کو کہتے تھے جو برش سے پینٹ کی جاتی تھی لیکن آج ہر قسم کی تصویر یہاں تک کہ فلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں لفظ "سبیل" کسی "راستہ" کے لئے تھا لیکن اب سڑک پر لگے "پینے کے پانی" کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(iii) تغیرِ معنی - کبھی کبھی الفاظ کے معنی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً سنسکرت میں پہلے "اسورہ" کے معنی "دیوتا" کے تھے اب "دیو" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - اسلام سے پہلے "خدا" صرف مالک یا آقا یعنی کسی آدمی کے لئے استعمال ہوتا تھا - لیکن اب صرف اللہ کے لئے استعمال ہوتا ہے - اسی طرح "آب کار" سقہ کے لئے تھا لیکن اب سینچائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے -

زبان میں تبدیلیوں کے اسباب

زبان میں جو مختلف قسم کی تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کے مختلف اسباب ہوتے ہیں - بعض اوقات زبان میں ایک قسم کی تبدیلی دوسری قسم کی تبدیلیوں کی وجہ بن جاتی ہے - ذیل میں ان اسباب کی چند قسموں کو درجہ بند کیا گیا ہے -

(۱) آوازوں میں تبدیلی - جب زبان کی آوازوں میں تبدیلی ہوتی ہے - تو اس کی وجہ سے زبان کے دوسرے پہلوؤں پر بھی اثر ہوتا ہے - مثلاً جب قدیم انگریزی میں غیر بل دار مصوتے ایک ہو گئے /e/ اور /a/، /o/ میں بدل گئے) تب زبان میں کئی تصریفی زمروں مثلاً کئی حالتوں میں فرق ختم ہو گیا - اور اس طرح بہت الفاظ کی شکل بھی بدل گئی - لسانیات میں یہ تبدیلی ایک اہم تبدیلی سمجھی جاتی ہے - یعنی جب کوئی دو یا دو سے زیادہ تصریفی شکلیں آوازوں میں تبدیلی کی وجہ سے ایک ہو جائیں اس عمل کو امتزاجی زمرہ SYNCRETISM کہتے ہیں -

اس سے ظاہر ہوا کہ آوازوں میں تبدیلی کی وجہ سے زبان میں الفاظ کی شکل بدل جاتی ہے، اور قواعدی تبدیلی بھی رونما ہو جاتی ہے - اس طرح آوازوں میں تبدیلی خود تو ایک قسم کی تبدیلی ہے ہی لیکن ساتھ ساتھ یہ دوسری تبدیلیوں کی وجہ بھی ہے -

(۲) مستعار لینا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے "مستعاریت" بھی زبان میں مختلف تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہے۔ جب ایک زبان سے دوسری زبان کوئی چیز مستعار لے تو اسے "زبان مستعاریت" کہتے ہیں۔ لیکن ایک ہی زبان میں ایک بولی دوسری بولی سے کوئی عنصر کو لے تو اسے "بولی مستعاریت" کہتے ہیں۔

جب ایک زبان میں لفظ یا کوئی دوسرا عنصر مستعار لے لیا جاتا ہے تو اس کے بعد اس لفظ میں زبان اپنے مزاج کے مطابق تبدیلیاں کر لیتی ہے۔ جس کو تطبیق" کہتے ہیں۔ مثلاً اردو نے انگریزی سے لفظ "ٹن" لیا لیکن اس کو "ٹین" بنا لیا۔ یعنی چھوٹے مصوتے کو لمبا مصوتہ بنا لیا گیا۔

مستعاریت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مستعار لینے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہو۔ یہ مقصد شعوری یا غیر شعوری ہو سکتا ہے۔ یہ مقصد عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں:

(الف) وجہ ناموری۔ جو الفاظ مستعار لئے جاتے ہیں وہ عام طور سے وہ ہوتے ہیں جن کی شہرت بخی زبان کے انھیں الفاظ کے بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ جب زبان کے اندر ہی ایک بولی سے دوسری بولی میں الفاظ مستعار لئے جاتے ہیں تو اس کو "گھری عاریت" کہتے ہیں۔

(ب) احتیاج روائی۔ جب ہمیں دوسری زبان کے بولنے والوں سے نئے خیالات، تصورات، نظریات یا پھر مصنوعات اور ایجادات کو اپنی زبان میں ذکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم ان چیزوں کے لئے بجائے نئے الفاظ گڑھنے یا وضع کرنے کے ان ہی الفاظ کو معمولی رد و بدل کر کے مستعار لے لیتے ہیں اس کو ثقافتی عاریت کہتے ہیں۔ مثلاً اردو میں ہم نے "چاکلیٹ، کیک، کوکو، کافی، بیرا" وغیرہ الفاظ مستعار لئے ہیں۔ یعنی وہ الفاظ جو اصل میں تھے لئے گئے ہیں صرف ان کے تلفظ میں معمولی فرق پیدا ہو گیا ہے۔

مستعاریت کی قسمیں

جب کوئی عنصر مستعار لیا جاتا ہے تو وہ کئی طرح سے مستعار لیا جا سکتا ہے۔ کبھی الفاظ یا دیگر عنصر من وعن لے لئے جاتے ہیں لیکن بعض اوقات یہ دیگر صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

(الف) لفظی مستعاریت۔

الفاظ کا مستعار لینا زبانوں میں عام ہے۔ عموماً الفاظ جوں کے توں لے لئے جاتے ہیں سوائے اس کے تلفظ میں برائے نام تبدیلیاں کر لی جاتی ہیں تاکہ یہ نجی زبان کے مطابق ہو جائیں۔ مثلاً اردو میں انگریزی زبان سے بہت سے الفاظ لئے گئے ہیں: اسٹیشن، ٹرین، وغیرہ۔ لیکن ان الفاظ میں تلفظ کی یہ معمولی تبدیلی کی گئی ہے کہ ان میں مصمتی خوشوں کو توڑ دیا گیا ہے کیونکہ اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتی خوشے نہیں ہوتے۔

گو الفاظ کی مستعاریت خود ایک لفظی تبدیلی ہی ہے۔ لیکن اس میں معنوی تبدیلی بھی شامل ہے کیونکہ یہ الفاظ لئے ہی اس لئے گئے ہیں کہ ان کے معنی بھی مستعار لینا تھے۔

ساتھ ساتھ ان الفاظ کی فونمی تشکیلیں اگر نئی ہیں تو یہ بھی ایک اضافہ ہیں۔

اگر کوئی زبان دوسری زبان سے کوئی عنصر زیادہ تعداد میں مستعار لے تو اس کا اثر اس کی قواعد پر بھی پڑ سکتا ہے۔ اردو میں عربی اور فارسی سے بہت زیادہ الفاظ لئے گئے ہیں جس سے دوسرے الفاظ پر بھی ان کا اثر پڑا۔ جیسے عربی سے جمع کا صیغہ "آن" لیا گیا جو بہت سارے الفاظ میں استعمال ہوتا ہے مثلاً "زندہ دِلان"، "باشندگان" وغیرہ۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ کوئی اشتقاقی لاحقہ الگ سے مستعار نہیں لیا جاتا ہے بلکہ الفاظ کے ساتھ ہی لیا جاتا ہے گو بعد میں وہ دوسرے الفاظ جو نجی ہیں ان کے ساتھ بھی استعمال ہونے لگتا ہے۔

ہندی میں سنسکرت سے "اک" لیا گیا اور بعد میں اس کا استعمال عام ہو گیا۔ جیسے "اتہاسک" "ماسِک" وغیرہ۔

مستعار الفاظ کی وجہ سے فونیمی اور صوتی تبدیلیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اردو میں عربی سے الفاظ لئے تو ع ط ظ کی آوازوں کا اضافہ ہو گیا۔

اس طرح الفاظ کی مستعاریت بہت سی تبدیلیوں کا سبب بن سکتی ہے۔

(ب) معنی منتقلی (LOANSHIFT) - جب غیر زبان سے صرف خیال یا معنی تو لئے جائیں لیکن اس کی نمائندگی کے لئے اپنی ہی زبان کے لفظ کو ہی چھانٹا جائے یا اپنی زبان میں سے تراش خراش کر کے لفظ بنایا جائے تو اس کو معنی منتقلی کہا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل عرب میں لفظ 'خدا' اور "پوجا" موجود تھے لیکن بعد میں ان کے معنی بدل گئے۔ یا اردو میں لفظ "نشر" موجود تھا لیکن ریڈیو کی وجہ سے اس کو نئے معنی دیئے گئے۔

اگر کسی دوسری زبان سے فقرہ لے کر اس کا ترجمہ اپنی زبان میں کر لیا جائے تو اس کو مستعار ترجمہ کہتے ہیں۔ جیسے اردو میں انگریزی سے ترجمہ کر کے خلائی جہاز یا اڑن تشتری وغیرہ لئے گئے ہیں

معنی منتقلی سے لفظی اور معنیاتی تبدیلی کے علاوہ کبھی کبھی قواعدی تبدیلیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

(ج) مستعار ملاوٹ - اس میں مستعار لینے والی زبان قرض دہندہ زبان سے نمونہ کا کچھ حصہ باقی رکھتی ہے اور باقی اپنی زبان سے بدل لیتی ہے۔ جیسے ہندی کا 'دھن' جب اردو میں لیا گیا تو اس کے ساتھ ساتھ اردو نے اپنے نجی لغت سے "دولت" اس میں جوڑ کر ایک ملاوٹ کا فقرہ بنا لیا۔ یعنی دھن دولت" جو ایک فقرے کی حیثیت سے بولا جاتا ہے۔

عموماً "لفظ" ہی دوسری زبان سے مستعار لیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ جو تصریفی عمل کا اطلاق نجی زبان کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے "ٹرینوں" "بسوں"

وغیرہ جن میں "ٹرین" اور "بس" انگریزی سے لئے گئے ہیں لیکن جمع کا مارفیم اردو کا ہی ہے۔

(۳) مماثلتی اختراع۔

زبان کے بولنے والے غیر شعوری طور سے بے قاعدہ اکائیوں کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں میں یہ رجحان عام ہوتا ہے۔ زبان میں جو باقاعدہ نمونے ہوتے ہیں ان کی بنیاد پر دوسری بے قاعدہ اکائیوں کو بھی باقاعدہ بنایا جاتا ہے۔ مثلاً قدیم انگریزی 'Cow' کا جمع 'Kine' تھا لیکن دوسرے نمونوں کی بنیاد پر اس کا بھی بعد میں 'Cows' ہو گیا۔

مماثلتی اختراع سے زبان میں قواعدی تبدیلیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ مارفیم کی شکل تو بدل ہی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے تبادلی تبدیلی بھی ممکن ہے۔

مماثلت کی بنا پر بڑی شکلوں کی چھوٹی شکلیں بنائی جاتی ہیں۔ اس کو لسانیات میں رجعی تشکیل کہتے ہیں۔ مثلاً لفظ 'CHEESE' کو جمع سمجھ کر اس کا واحد 'CHEE' بنا لیا جائے یا اردو میں نالائق۔ لائق، نا اہل۔ اہل وغیرہ کی بنیاد پر نادان۔ دان، ناچار، چار وغیرہ بنا لیا جائے۔

بعض اوقات انفرادی سہل پسندی کی وجہ کسی لفظ میں مارفیم حد ہی بدل جاتی ہے۔ مثلاً ہندی میں "سالی۔گرام" کی بجائے "سالگ رام" بولا جانے لگا تو اس کو "باز تراشی" کہتے ہیں۔

(۴) دیگر وجوہات۔ زبان میں تبدیلیوں کی اور بھی وجوہات ہیں جو شاید اتنی اہم نہیں ہیں جتنی اوپر بیان کی گئی ہیں۔ پھر بھی ایک طویل عرصے میں ان تبدیلیوں کے زبان پر اہم نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(ا) ادغام۔

جب کوئی آواز کسی دوسری آواز کے قرب کی وجہ سے اسی کی سی ہو جائے تو

اس کو ادغام کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے: یک زمانی جو روزمرہ کی بول چال میں دیکھی جاتی ہے اور دوسری تاریخی جس میں تبدیلی مستقل ہو جاتی ہے۔ یک زمانی ادغام دراصل سیاقی ہوتا ہے۔

اردو میں سیاقی ادغام دوسری زبانوں کی طرح عام ہوتا ہے۔ مثلاً "ڈاک" اور "گھر" ملا کر "ڈاگ گھر" بولا جاتا ہے۔ یا "آج کل" کو "آج کل" کہا جاتا ہے۔

ادغام تین طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) ترقی پذیر ادغام۔ اس میں ایک آواز دوسری مابعد آواز کو بدل دیتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں dog + s مل کر /dogz/ بنتا ہے۔

(ب) رجعی ادغام: اس میں کوئی آواز اپنے سے قبل کی آواز کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً اردو میں "ڈاک گھر" "آج کل" وغیرہ

(ج) باہمی ادغام۔ اس میں دونوں آوازیں ایک دوسرے کو متاثر کرتی ہیں۔ مثلاً انگریزی میں "DON'T" اور "YOU" مل کر نیا تلفظ (dounly) کا بناتے ہیں۔

تاریخی ادغام اور اوپر بیان کئے گئے سیاقی یا یک زمانی ادغام ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے تاریخی ادغام کے نتیجہ کے طور پر لفظ کی اصل شکل ہی بدل کر مستقل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ترکی زبان میں git + di بدل کر مستقل 'GITTI' "(وہ گیا)" ہو گیا۔ یا انگریزی زبان کا لفظ 'ATTEMPT' پہلے AD + TEMPTARE تھا۔

(i) مغائرت۔ مغائرت ادغام کا متضاد ہے۔ اس میں کوئی آواز اپنی قریبی آواز کی وجہ سے زیادہ مختلف ہو جاتی ہے۔ مثلاً سنسکرت کا "کنکن" بعد میں ہندی میں "کنگن" ہو گیا۔ اسی طرح سنسکرت "بھا بھودا" بعد میں "بابھودا" ہو گیا۔

(ii) "حذف صوت رکن"۔ بعض لسانی عناصر میں سے کوئی حصہ تاریخی طور

سے حذف ہو جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی میں تمیز کے مارفیم کی عام شکل "لی" ہے۔ مثلاً QUIETYLY ; MANLY وغیرہ۔ لیکن (Gentle) کے ساتھ صرف 'Y' ہی کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۷) تقلیب - اس میں کسی لفظ کے اندر دو آوازوں یا صوت رکن کا باہمی مقام بدل جاتا ہے۔ جب یہ مستقل ہو جائے تو اس کی تاریخی اہمیت ہو جاتی ہے مثلاً انگریزی کا لفظ 'BIRD' قدیم انگریزی میں BRID ہی بولا جاتا تھا۔

(۷) آخری مصوتے کا حذف - قدیم انگریزی میں لفظ 'HELPE' تھا جس کے آخر کا مصوتہ حذف ہو گیا۔

(۷ا) درمیانی حذف - لفظ کے درمیان کا مصوتہ ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً قدیم انگریزی کا لفظ "TEMEDE" اب 'TAMED' بن گیا جس کی وجہ سے اس لفظ میں مصمتی خوشہ بن گیا۔

*

ضمیمہ

لسانیات اور تدریسِ زبان

آج کل تقریباً تمام ممالک میں زبانوں کی تعلیم و تدریس کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ مادری زبان کی طرف تو کم و بیش ہمیشہ توجہ دی گئی ہے لیکن آجکل غیر مادری زبانوں کی تعلیم میں بھی بہت دلچسپی لی جارہی ہے۔ ایک حد تک یہ دلچسپی اور توجہ ناگزیر ہے۔ زبانوں کی تدریس اور اہمیت صرف ترقی یافتہ ممالک تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ترقی پذیر ممالک کے لئے تو یہ بات اور بھی اہم ہو جاتی ہے کہ وہ ترقی یافتہ ممالک اور اقوام کی زبانوں کو جانیں اور سمجھیں۔ دنیا کا علم اور سائنسی خزانہ زبانوں ہی میں ہوتا ہے اور اگر ہم اپنے ملک کو دوسری ترقی یافتہ اقوام کے شانہ بہ شانہ رکھنا چاہتے ہیں تو ان کی زبانوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ آج ہماری کئی یونیورسٹیوں میں کئی غیر ملکی زبانیں مثلاً جرمن، فرانسیسی، اسپینش، جاپانی، چینی، روسی، سواہلی وغیرہ کا باقاعدہ نصاب اور تعلیم کا انتظام ہے۔ عربی، فارسی اور انگریزی تو ایک عرصے سے پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے مستقبل قریب میں غیر مادری اور غیر ملکی زبانوں کی تعلیم و تدریس کی اہمیت بڑھتی ہی جائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہوگی زبانوں کی تعلیم کو بہتر بنایا جاسکے یعنی نئی زبان میں ایسی مہارت پیدا ہو کہ اس کو اچھی طرح بولا اور سمجھا جاسکے۔

ان حالات میں دیکھنا ہے کہ زبانوں کی تعلیم و تدریس میں لسانیات کا کیا کردار ہونا چاہیئے۔

لسانیات اور تدریس زبان

زبان کی تعلیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے ان عناصر کا جائزہ لیں جن کا

تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ زبان کی تدریس سے ہے ــــــــــــــــ اور ان عناصر میں سے بھی ہم خاص طور سے ان کا انتخاب کرلیں گے جن میں لسانیات اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

تعلیم و تدریس زبان کے عناصر :-

۱- پالیسی اور مقصد

۲- انتظام اور

۳- متعلقہ علوم

۴- انتخاب قسم زبان

۵- تصورات

۶- طریق تدریس کا انتخاب

۷- نصاب کا تعین

۸- اساتذہ

۹- طالبِ علم

۱۰- امتحان

مندرجہ بالا عناصر میں سے چند تو ایسے ہیں جن کا تعلق لسانیات سے براہِ راست نہیں ہے۔ مثلاً پہلے دو عناصر۔ حکومت ہی عام طور سے تعلیمی پالیسی کا تعین کرتی ہے۔ اور حکومت عوام کی خواہش اور ملک کی ثقافتی اور معاشیاتی نیز سیاسی سماجی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ طے کرتی ہے کہ کتنی زبانوں کی تعلیم اور کس طرح دی جائے۔ بعض اوقات غیر ملکی اور عالمی حالات بھی تعلیم اور زبانوں کی تعداد کے تعین میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ملک میں تین زبانوں کا فارمولا ملکی حالات کو دیکھ کر اپنایا گیا ہے۔ لیکن عالمی اور بین الاقوامی حالات بھی بہت سی زبانوں کو پڑھنے اور پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ مثلاً بہت سی یونیورسٹیوں میں ہمارے یہاں روسی، اسپنش، جاپانی، چینی، فرانسیسی، جرمن افریقہ کی سواہلی وغیرہ زبانوں کی تعلیم کا بھی

انتظام ہے۔ اس طرح حکومت ہی ان زبانوں کا تعین کرے گی جو کہ اسکول اور کالجوں یا یونیورسیٹوں میں پڑھائی جائیں گی۔ حکومت ہی کی یہ ذمہ داری بھی ہوگی کہ وہ ان کی تعلیم کا انتظام کرے۔ انتظامِ تعلیم میں پیسہ کا انتظام، اسکولی عمارات، اساتذہ کا تقرر، تعلیمی جانچ کا انتظام اور طلبار کے امتحانات وغیرہ شامل ہیں۔

متعلّقہ علوم کی اہمیت

زبانوں کی تدریس میں ایک معلّم کے لئے تدریسی اصولوں کا جاننا تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ان کے علاوہ سماجیات، لسانیات اور نفسیات وغیرہ چند ایسے علوم ہیں جن کے اہم اصول اور قاعدے زبان کے استاد کو جاننا نہایت ضروری ہیں۔ استاد کی نہ صرف تربیت میں ان کے بنیادی اصول شامل ہونے چاہیئں بلکہ دورانِ ملازمت وقتاً فوقتاً ان کے ریفریشر کورسز کا انتظام ہونا چاہیئے۔

مذکورہ بالا مضامین میں سے سماجیات کے نقطۂ نظر سے زبان کے کورسز کا تعین کیا جائیگا۔ سماج کو کس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے اور کون کون سی زبانوں کی تعلیم ضروری ہے۔ ان سب باتوں کا فیصلہ سماجیات کی بنیاد پر کیا جائیگا۔

اب ہم لسانیات کی اہمیت کا جائزہ لیں گے۔ یہ جائزہ ذیل کی ترتیب میں ہے:

(۱) لسانیات اور زبان کی نوعیت

(۲) لسانیات اور زبان کی تعلیم کے مقاصد

(۳) لسانیات اور طریقِ تدریس

(۴) لسانیات اور نصاب

(۵) لسانیات اور امتحانات

(۶) لسانیات کے مختلف نظریات و تصورات

(۱) لسانیات اور زبان کی نوعیت

لسانیات کے علم سے آگاہ ہونے پر زبان کے استاد کو زبان کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ زبان کے بارے میں لوگوں کے عقیدے جو روایتی انداز کے ہیں ان میں ترمیم کرنا پڑتی ہے اور لسانیات کا علم ہمیں ان بے بنیاد عقیدوں اور روایتی خیالات سے نجات دلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہمیں زبان کی صحیح نوعیت سے آگاہی ہوگی تو اس سے زبان کی تعلیم و تدریس میں بھی مدد ملے گی۔ زبان کی نوعیت کو سمجھنے میں لسانیات سے جو ہمیں مدد ملتی ہے اس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(i) بنیادی طور سے گفتگو کی زبان اصل ہے تحریری زبان ثانوی ہے۔ انسان نے اپنے ارتقاء میں بولنا پہلے شروع کیا اور لکھنا بعد میں سیکھا۔ اسی طرح بچہ بھی اپنی مادری زبان پہلے بولنا شروع کرتا ہے لکھنا اور پڑھنا بعد میں سیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ روزمرہ کی زندگی میں انسان کا بیشتر وقت بولنے اور سننے میں گذرتا ہے اور پڑھنے اور لکھنے میں نسبتاً ــــ اتنا وقت صرف نہیں ہوتا۔ بولنے اور لکھنے کی زبان میں کافی فرق ہوتا ہے۔ چونکہ تحریر میں سیاق و سباق کا عنصر شامل نہیں ہوتا اس لئے عموماً تحریری زبان قدرتی اور عام نہیں معلوم ہوتی۔

گفتگو کی زبان کو تحریری زبان پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کا اثر تدریس کے مقاصد اور طریقوں پر بھی پڑیگا۔ سب سے پہلے ہم زبان کے لب و لہجے اور تلفظ کی طرف توجہ دیں گے۔ غیر ملکی زبان کی تدریس میں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ ہم اس بات کو سمجھ لیں کہ اس زبان کے بولنے کی اہلیت کو پیدا کیا جائے۔

لسانیات میں زبان کی تعریف ہی یہ ہے کہ یہ "خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کا نظام ہے"۔ اس میں "صوتی" سے مراد "آوازوں" سے ہے جو انسان اپنے اعضائے تکلم سے پیدا کرتا ہے۔

(ii) زبان میں ایک نظام ہے۔ یہ نظام تین خاص سطحوں پر مبنی ہے صوتی سطح،

صرفی سطح اور نحوی سطح۔ اور تینوں سطحوں پر متعلق اکائیوں کا اپنا ایک جدا نظام ہے جس کو ساخت کہتے ہیں۔ یہ نظام ہر زبان میں اپنا خاص ہوتا ہے یعنی زبانیں اس لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً صوتی سطح پر اردو میں اپنی آوازیں ہیں جو دوسری زبانوں سے کسی نہ کسی لحاظ سے مختلف ہیں بلکہ الفاظ و جملوں میں ان کی ترتیب اور ان کا استعمال دوسری تمام زبانوں سے مختلف ہوگا۔

ایک معلّم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو معلوم ہو کہ جو زبان وہ پڑھا رہا ہے اس میں مختلف سطحوں پر کیا نظام ہیں اور اگر یہ زبان غیر مادری یا غیر ملکی ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ طلبار کی مادری زبان کے مقابلے میں یہ زبان کس لحاظ سے مختلف ہے۔ تقابلی جائزہ میں یہ باتیں سامنے آجائیں گی۔

(iii) روایتی قواعد میں زبان کی جو اکائیاں بتائی گئی ہیں لسانیات میں ان سے مختلف اکائیوں کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ تعین روپ اور معنی کے لحاظ سے مارفیم اور آوازوں میں فونیم ہیں۔ اس طرح سب سے چھوٹی اکائی تلفظی سطح پر فونیم اور قواعدی سطح پر مارفیم رکھی گئی ہے۔ اسی طرح قواعدی سطح پر بھی تصریفی اور اشتقاقی مارفیم میں بھی فرق کیا گیا ہے۔ مارفیم صرف ایک آواز بھی ہو سکتی ہے۔ زبان کی ساخت اور اس کی نوعیت کو ان اکائیوں سے سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

(iv) کوئی زبان بہتر یا مکمل نہیں ہے۔ ہر زبان اپنے بولنے والوں کے لئے کافی ہے چاہے وہ زبان ترقی یافتہ قوموں کی زبان ہو (مثلاً اردو انگریزی فرانسیسی جرمن) اور چاہے وہ کسی پس ماندہ قبیلے (جیسے بھیلوں کول وغیرہ کی زبانیں) کی ہوں۔ ہر زبان اپنی لغت، آوازوں اور قواعد کے لحاظ سے کافی ہوتی ہے اور اس کے بولنے والے اپنا مطلب بخوبی ادا کر سکتے ہیں۔ ترقی یافتہ قومیں اپنی زبانوں میں لغت کو بڑھا دیتے رہتے ہیں اور دوسرے زبانوں سے الفاظ ضرورت کے مطابق مستعار لے لیتے ہیں۔ لیکن بنیادی ساخت اور نظام میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ ساختی تبدیلی نہ صرف یہ کہ برائے نام اور بہت کم رفتار سے ہوتی ہیں بلکہ ان کا صحیح تعین

ایک لمبے عرصے بعد ہی ہوتا ہے۔

کوئی زبان کتنی ہی زیادہ ترقی یافتہ لوگوں کی کیوں نہ ہو اس میں کوئی نہ کوئی نقص یا کمی ضرور ہوتی ہے۔ یہ نقص صرف اس نقطۂ نگاہ سے کہا گیا ہے کہ کوئی قواعد بغیر مستثنیات کے نہیں ہوتی مثلاً انگریزی میں جمع کے قاعدے کو S / سے دکھاتے ہیں لیکن اس کے کئی طرح کے روپ ہیں یہی صورت ماضی کے صیغہ میں افعال کی ہے۔ اردو میں جمع بنانے کے کئی قاعدے ہیں اور یہ مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف ہیں۔ اسی لئے اس کو کسی ماہر لسانیات نے کہا ہے کہ سب ہی زبانوں کی قواعد ٹپکتی ہیں۔

(۷) زبان کا منطق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اردو میں ہم "تین کتابیں" کہہ سکتے ہیں۔ لیکن چینی زبان میں جب "تین" استعمال ہو گیا تو یہ ظاہر ہے کہ جمع ہے پھر کتاب کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں باقی رہ جاتی۔ اسی طرح "دودن" یا "دُو کتابیں" بھی کسی زبان میں ناقابلِ قبول ہو سکتے ہیں کیونکہ "دو کتابیں" تو ایک ساتھ دیکھی جاسکتی ہیں لیکن "دُو دن" ایک ساتھ نہیں دیکھے جا سکتے بلکہ ایک دوسرے کے بعد یا آگے پیچھے ہی ہوتے ہیں۔ دراصل اس طرح کی دلیل زبان کے معاملے میں فضول ہے۔ اور زبان کا تعلق منطق سے نہیں ہے۔ زبان میں ہمیں منطقی دلائل نافذ نہیں کرنا چاہیئے۔ ہر زبان کا اپنا مزاج اور اپنی ساخت ہوتی ہے نیز یہ ساخت یا مزاج تاریخی اور سماجی ماحول کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ زبان پر منطقی نقائص تلاش کرنا بے معنی ہے بلکہ دوسری زبانوں سے مقابلہ کر کے اس کو کمتر یا بہتر ثابت کرنے کی کوشش بھی بے معنی ہے۔

لسانیات اور زبان کی تعلیم کے مقاصد

لسانیات کی مدد سے زبان کی تعلیم کے مقاصد متعین کئے جا سکتے ہیں۔ لسانیات ہمیں بتاتی ہے کہ زبان آوازوں سے بنی ہے اس طرح ہمیں یہ

احساس ہوتا ہے کہ زبان کا تلفظ اور زبان گفتہ بہت اہم ہیں۔ بالخصوص غیر ملکی زبانوں کی تدریس میں یہ بہت اہم ہے کہ طلبار کو اس زبان کے بولنے پر قدرت حاصل ہو اور وہ اس زبان کو مادری زبان کی حیثیت سے بولنے والوں سے بخوبی بات کر سکیں۔ روایتی طریقہ تعلیم میں تحریر پر بہت زور تھا۔ شروع سے ہی بچوں کو لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ جبکہ لسانیات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 'تحریر' سیکھنا آخری مرحلہ ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں کے طلبائ برسوں انگریزی پڑھنے کے بعد بھی انگریزی میں صحیح طور سے گفتگو نہیں کر پاتے۔

لسانیاتی تجزیہ کے مطابق زبان میں درج ذیل نظام ہیں جن پر طلبار کو الگ الگ اور ایک دوسرے سے مابین رشتہ میں عبور حاصل ہونا چاہیئے:۔

۱۔ زبان کی صوتی ساخت

۲۔ زبان کی صرفی ساخت

۳۔ زبان کی نحوی ساخت

۴۔ زبان کی ضروری اور بنیادی لغت

اس تجزیئے کی مدد سے زبان کے نصاب کی تفصیل بھی زیادہ سائینٹفک ڈھنگ سے دی جا سکتی ہے۔ نصاب میں عام طور سے دو حصے بنائے جاتے ہیں۔ ایک میں اس مضمون یا زبان کو پڑھانے کے تفصیلی مقاصد دیئے جاتے ہیں اور دوسرے میں کورس میں شامل کتابوں کا اندراج ہوتا ہے جن کی مدد سے متعین مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔ پہلے حصے میں لسانیات سے مدد لے کر عنوانات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک غیر ملکی زبان سکھانے کے لئے مندرجہ ذیل عنوانات نصاب میں درج کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ تلفظ

(۱) مصمتے اور مصوتے، دوہرے مصوتے اور نیم مصمتے

(ii) مصمتی خوشے : لفظ مختلف مقامات پر - مصوتی سلسلے

(iii) صوت رکن کی قسمیں اور ڈھانچہ

(iv) فوق قطعی خصوصیات اور ان کا تلفظ پر اثر

(۲) قواعد (اسی طرح اس کو بھی مفصل یا حسب ضرورت مقرر کیا جا سکتا ہے)

اس کے علاوہ نصاب مقرر کرنے میں و نیز کتاب لکھنے میں جو لسانیات کے نئے رجحانات اور نظریات و تصورات (Theories AND CONCEPTS) ہیں - ان سے بہت مدد ملے گی - ان کا ذکر آگے کیا گیا ہے - ان تصورات میں سے تقابلی و تخالفی لسانیات (CONTRASTIVE LINGUISTICS) بہت اہم ہے جو نہ صرف نصابی فیصلے میں معاون ثابت ہوتی ہے بلکہ ٹیسٹ وغیرہ میں سوالات بنانے میں بھی مددگار ثابت ہو سکتا ہے - اس کا جائزہ آگے لیا گیا ہے -

لسانیات اور طریقِ تدریس

تدریس زبان کی تاریخ بہت دلچسپ اور بہت قدیم ہے - ذیل میں ہم چند اہم اور مقبول طریق تدریس کا جائزہ لیں گے - اور ان کی کمزور اور مفید پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے - یہ بات ہمیں دھیان میں رکھنا ہوگی کہ مختلف وقتوں میں ایک سے زیادہ طریقے اپنائے گئے نہ یہ کہ ایک عرصے ایک طریقہ اپنایا گیا اور اس کے بعد دوسرا - بلکہ یہ بھی کہنا صحیح ہوگا کہ ایک ہی اسکول یا کالج میں ایک وقت میں ایک سے زیادہ طریقے ایک ساتھ ہی اپنائے گئے - اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ مختلف طریقے مغربی ممالک میں شروع ہوئے اور بعد میں ہندوستان جیسے ممالک جو اس وقت انگریزی حکومت کے ماتحت تھے میں بعد میں داخل کیے گئے -

(I) قواعد و ترجمے کا طریقہ -

غیر ملکی زبان کی تدریس میں قواعد و ترجمے کا طریقہ سب سے قدیم اور سب سے

مقبول طریقہ رہا ہے۔ اس کو روایتی طریقہ بھی کہتے ہیں :۔ ہمارے ملک میں بالخصوص ورناکیولر اسکولوں میں یہ طریقہ بہت عام رہا ہے بلکہ اب تک زیادہ تر یہی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ اس طریقے میں مندرجہ ذیل خاصیتیں ہیں :۔

(الف) زبان کی قواعد کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس کے قاعدے اور گردانیں معہ مثالوں کے رٹوائی جاتی ہیں اور طلبہ سے ان کو سنا جاتا ہے۔ قواعد پر عبور زبان کو سیکھنے میں ایک ضروری قدم خیال کیا جاتا تھا۔

(ب) دوسری اہم کڑی ترجمے کی ہے۔ یعنی طلبار کو مادری زبان میں الفاظ، جملے اور پیراگراف وغیرہ دیئے جاتے تھے اور ان کا غیر ملکی زبان میں ترجمہ کروایا جاتا تھا۔ اور اسی طرح غیر ملکی زبان کے عناصر اور پیراگراف کا ترجمہ مادری زبان میں کروایا جاتا تھا۔

اب ان دونوں خاصیتوں کو پرکھا اور جانچا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس طریقے سے زبان سکھانے میں اصولِ تدریس اور اصولِ نفسیات کی کتنی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ برسوں زبان سیکھنے کے بعد بھی طلبار کی بڑی اکثریت زبان بولنے پر قدرت حاصل نہیں کر پائی۔ اس روایتی طریقے میں قواعد پر زور ہے جب کہ یہ بات آج عام طور سے مانی جا چکی ہے کہ قواعد کے چند اصول ازبر ہونا یا قواعد کو جاننا اور اس زبان پر قادر ہونا دو مختلف امور ہیں۔ قواعد کو جاننا اچھی بات ہو سکتی ہے لیکن اس سے زبان سیکھنے میں مدد نہیں ملتی خاص طور سے شروع کی منزلوں میں جب بچہ چھوٹا ہی ہوتا ہے قواعد تو نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بچہ بولنے سے پہلے ہر بار اس کو قواعد پر پہلے پرکھنے کی کوشش کریگا جس سے زبان بولنے میں رکاوٹ آئے گی اور نشان زبان میں سوچ کے بہاؤ میں قواعد کا علم رخنہ انداز ہوگا۔ البتہ زبان پر کچھ عبور حاصل ہونے کے بعد، جب طلبار کچھ سمجھدار بھی ہوں گے، قواعد کا علم مفید ہو سکتا ہے۔ زبان سیکھنے کے بعد، نہ کہ زبان سیکھنے کے لئے قواعد کی مشق

دی جا سکتی ہے۔

زبان سیکھنے میں ترجمے کا فعل تو قواعد سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ قواعد کی طرح ترجمہ زبان سیکھنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ترجمہ ایک خراب عادت پیدا کرتا ہے۔ یعنی نشانہ زبان میں روانی ترجمے کی عادت کی وجہ سے رکتی ہے۔ بولنے والا ہر بار شعوری یا غیر شعوری طور سے ترجمہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات مشاہدے سے بھی ثابت ہے کہ جو بچے روایتی طریقوں سے غیر ملکی زبان سیکھتے ہیں وہ زبان روانی سے بول نہیں پاتے بلکہ بولنے میں شرم و جھجک محسوس کرتے ہیں۔

دوسری اہم بات ترجمہ کے سلسلے میں یہ ہے کہ اس طریقے کی بنیاد ایک غلط عقیدے پر رکھی ہوئی ہے جس کے دو پہلو ہیں: (۱) مادری زبان اور نشانہ زبان میں ہر لفظ و جملہ و نیز خیالات و معنی ایک برابر ایک کے مصداق ہیں۔ (۲) الفاظ و جملے بغیر سیاق و سباق و محل وقوع کے صحیح اور قابل قبول طریقے سے ترجمے کیے جا سکتے ہیں۔ آج جدید علوم لسانیات و سماجیات و دیگر ذرائع سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ یہ دونوں مفروضات حقیقت کے خلاف ہیں۔ ہر زبان کی نہ صرف اپنی ساخت اور نظام دوسری زبانوں سے مختلف ہوتا ہے بلکہ تہذیبی و ثقافتی فرق نیز سیاق و سباق کی عدم موجودگی ترجمے کو شاذ و نادر ہی صحیح رکھ سکے گی بلکہ بعض وقت تو مضحکہ خیز اور غلط بنا دے گی۔ (اس سلسلے میں بہت سے لطیفے بھی واقعہ ہو چکے ہیں جو لوگوں میں عام ہیں)

غرض یہ کہ ترجمہ زبان سکھانے میں بہت کم معاون ہو سکتا ہے۔ ترجمہ تو ایک الگ فن ہے جو دونوں زبانیں سیکھنے کے بعد سکھایا جانا چاہیئے۔ بلکہ اب تو "ترجمہ" بہت سے یونیورسٹیوں میں ایک الگ کورس کی حیثیت سے داخل ہے۔ جو اخبار نویسوں اور سرکاری ملازمین کے لئے بالخصوص مفید ہو سکتا ہے۔

قواعد ترجمہ کا طریقہ اٹھارویں صدی عیسوی سے یوروپ میں رائج تھا۔

اور انگریزوں کے ساتھ ہندوستان بھی آگیا۔ انیسوی صدی کے آخر سے کچھ اصلاحات کی تجاویز ہوئی اور چند لوگوں نے قواعد۔ ترجمے طریقے کی سختی سے مخالفت کی جس کے نتیجے میں نئے طریقوں کا آغاز ہوا۔ لیکن ہندوستان میں آج بھی قواعد ترجمے کا طریقہ بہت سے اسکولوں اور مدرسوں میں عام ہے۔ اس روایتی طریقے میں پہلی یا مادری زبان حوالے کے لئے برابر استعمال ہوتی ہے۔ اس طریقے کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں قواعد، گردان کی رٹ اور ترجمہ کو ذریعہ کی بجائے مقصد بنا لیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبار کی بھی توجہ اور دلچسپی قواعد، گردان اور ترجمے کی باریکیوں میں اٹک گئی اور زبان کے بولنے پر مہارت حاصل کرنا ثانوی یا . . . اتفاقیہ امر ہو کر رہ گیا۔

II براہِ راست طریقہ

یہ طریقہ ایک طرح سے اول الذکر طریقے کے خلاف ردِ عمل کے طور پر شروع ہوا اور چند خصوصیات میں اس کی ضد ہے۔ مثلاً اس میں مادری زبان کو کلی طور سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس میں نہ صرف معلم سبق کو نشان زبان میں دیتا ہے بلکہ ہر طرح کی ہدایت و بات چیت نشان زبان میں کی جاتی ہے۔ اسی لئے اس میں ترجمے کا بھی کوئی مقام نہیں ہے۔ کیونکہ ترجمہ مادری زبان میں سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس طریقہ میں استاد مادری زبان سے اور ترجمے سے بچنے کے لئے مختلف تیکنیک اپناتا ہے۔ مثلاً تختۂ سیاہ کا استعمال، تصاویر، عملی طور سے خود کوئی حرکت کرنا وغیرہ۔ اس میں قواعد بھی کم از کم استعمال ہوتی ہے۔ قواعد کو بالواسطہ نہیں بتایا جاتا ہے۔ سبق کو سوال جواب سے آگے بڑھایا جاتا ہے اس طرح اس میں تلفظ اور لہجہ کی درستی پر کافی زور ہے۔

اس طریقے ORAL-AURAL طریقہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں سننے اور بولنے پر توجہ دی جاتی ہے۔ اس کی مختلف تیکنیک ہیں جو استاد کے اپنی زاویہ

نگاہ اور صورت دید پر منحصر ہے۔ مثلاً چند معلم MIMICRY-MEMORIZATION کی تیکنیک اپناتے ہیں۔ یعنی بچے استاد کے تلفظ یا کسی ٹیپ ریکارڈ پر دیئے گئے سبق کو سن کر اس کو ہو بہو نقل کر کے بول کر ادا کریں اور بہت سے جملوں کو نمونے کے بطور یاد کرلیں۔ اسی طرح ایک تیکنیک ماڈل جملوں کو جو زبان کے بنیادی ڈھانچوں پر مبنی ہوتے ہیں ان کو رٹ لیں اور صحیح ادا کرلیں۔ اس کو—— PATTERN PRACTICE بھی کہتے ہیں۔

براہِ راست طریقہ ہمارے یہاں کے انگلش میڈیم اسکولوں میں عام طور سے اپنایا جاتا ہے۔ جس سے وہاں کے طلبار انگریزی زبان پر اچھی مہارت رکھتے ہیں اور عموماً یہ طریقہ کامیاب رہتا ہے۔ لیکن یہ طریقہ ہر اسکول میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

(۱) استاد کی اپنی استعداد اور زبان پر قدرت بہت اچھی ہونی چاہیئے۔ ہمارے یہاں زیادہ تر اساتذہ خود ورناکیولر اسکولوں سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ ان کا نہ صرف یہ کہ تلفظ اور لہجہ معیاری نہیں ہوتا بلکہ ان کو اپنی قابلیت کو آگے بڑھانے اور سدھارنے میں کوئی نہ دلچسپی ہے اور نہ کوئی موقع ملتا ہے۔ انگریزی میڈیم اسکولوں میں بھی جو بہت اچھے اسکول ہوں اور جہاں اچھی تنخواہیں دی جاتی ہیں اچھے استاد مل جاتے ہیں لیکن ہر انگریزی میڈیم اسکول بڑی تنخواہیں دینے کا متحمل نہیں ہوتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب استاد ہی اچھا نمونہ پیش نہ کر سکے تو طلبار کی مشق اچھی نہیں ہوسکتی۔

(۲) اسکولوں اور استادوں کی معاشی حالت براہ راست طریقے کے دوسرے ضروری عناصر پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ چونکہ اس طریقے میں مادری زبان کو قطعی استعمال نہیں کیا جاتا اس لئے معنی اور تشریح کے لئے نشان زبان کو ہی استعمال کرنے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ معاون تدریس اشیار

(AUDIO VISUAL AIDS یا TEACHING AIDS) کا استعمال ناگزیر ہے۔ ظاہر ہے کہ تصاویر، ماڈل، نقشے، ٹیپ ریکارڈر، فلم اسٹرپ وغیرہ کے انتظام بھی معاشی حالت پر منحصر ہے۔ اور ہر اسکول ان کا صَرف برداشت نہیں کر سکتا۔

(iii) براہ راست طریقے میں ایک کمی یہ ہے کہ جملوں اور فقروں کی ضروری اور مناسب ترتیب نہیں ہو پاتی۔ چونکہ یہ جملے اور فقرے زیادہ تر سیاق و سباق کے ساتھ ہی دیئے جانے چاہیئے اس لئے یہ مختلف قسم اور ساخت کے ہوتے ہیں اس لئے ان کی ترتیب کرنا مشکل ہوتا ہے۔ عموماً یہ فقرے اور جملے غیر مسلسل اور بے جوڑ ہوتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ مسلسل متن کے لئے کلاس میں سیاق و سباق قائم ہونا مشکل ہوتا ہے۔

(iv) براہ راست طریقے میں یہ بنیادی مفروضہ ہے کہ مادری زبان کی طرح بیرونی زبانوں کو بھی سکھایا جا سکتا ہے۔ یعنی بار بار مشق دے کر اور زبان کو سنا کر اور بُلوا کر۔ لیکن دونوں صورتوں میں ایک بڑا اور بنیادی فرق ہے۔ اور وہ یہ جب کہ مادری زبان سیکھتے وقت بچہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس وقت تک چونکہ وہ کوئی اور زبان نہیں جانتا ہے اور مادری زبان پہلی زبان ہوتی ہے اس لئے ذہن بالکل صاف سلیٹ کی طرح ہوتا ہے یعنی ذہن پر پہلا نقش مادری زبان کا ہی ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف غیر مادری زبان سیکھتے وقت ذہن صاف سلیٹ نہیں ہوتا بلکہ اس پر مادری زبان کے نقش ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بچہ کیلئے نئی زبان سیکھتے وقت مادری زبان رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ بچہ سوچتا مادری زبان میں ہے۔

اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ غیر مادری زبان کو جتنی جلدی شروع کیا جا سکے اتنا ہی اچھا ہے۔ تاکہ مادری زبان کے نقش پختہ نہ ہونے پائیں۔

اس کے علاوہ مادری زبان سیکھتے وقت بچے کو مادری زبان سیکھنے کے لئے عموماً بہت سازگار ماحول ملتا ہے یعنی چاروں طرف اس کو مادری زبان

سننے کو ملتی ہے۔ مقدار کے لحاظ سے غیر مادری زبان سیکھتے وقت اتنی زبان سننے کو نہیں ملتی۔

مادری زبان اور غیر مادری زبان کے سیکھنے میں ترغیب (MOTIVATION.) کا بہت فرق ہے۔ اول الذکر میں چونکہ بچہ کوئی زبان نہیں جانتا اس لئے وہ اپنے اظہار خیال کی زبردست خواہش کی تکمیل کے لئے مادری زبان سیکھنے کے لئے مجبور ہے۔ جبکہ ایک دوسری زبان سیکھتے وقت ایسی کوئی مجبوری اور خواہش نہیں ہوتی۔

III جدید لسانی طریقہ۔ تدریس زبان کے جدید طریقے لسانی تصورات سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ لسانی طریقہ امریکہ میں دوسری جنگ عظیم کی ضرورتوں کی بنا پر ظہور میں آیا۔ امریکن فوج کو ایسے طریقہ کی ضرورت تھی جس میں وہ فوجیوں اور دوسرے بالغان کو کم سے کم مدت میں ایک بیرونی زبان سکھادیں۔ اس کے لئے انھوں نے ذیل کے قدم اٹھائے:۔

(۱) اس زبان کو مادری زبان کے طور پر بولنے والا ایک شخص (INFORMANT) موجود ہو۔ تاکہ کلاس میں وہ استاد کو مدد دے اور تلفظ اور دوسرے معاملات میں صحیح رہنمائی کرسکے۔

(۲) کلاس میں استاد زیادہ تر نہ صرف یہ کہ زبانی گفتگو کرے بلکہ طلبار کو بھی بولنے کی اور بنیادی جملوں کی مشق کرائے۔ اس کام کے لئے زیادہ سے زیادہ تصاویر اور ماڈل وغیرہ کام میں لائے جائیں تاکہ مادری زبان کا استعمال کم سے کم ہو۔

(۳) استاد کو لسانی اصولوں سے واقفیت ہونی چاہئے اور اس کو طلبار کی مادری زبان اور نشان زبان (جو زبان سکھائی جارہی ہے) میں فرق اور یکسانیت کا علم ہو تاکہ دقت والے عناصر کی بخوبی مشق ہوسکے۔

امریکن سرکار نے استاد کی مدد کے لئے اس وقت کے مشہور ماہر لسانیات "بلوم فیلڈ" اور "بلاک اور ٹریگر" کی خدمات حاصل کیں اور ان سے لسانیات کے اصولوں سے زبان کے تجزیئے اور مطالعے کے لئے چند کتابیں لکھوائیں

جو استاد کے لئے بہت معاون ثابت ہوئیں۔

فوج کی اس تیکنیک کو ---ARMY SPECIALIZED TEACHING PROGRAM (ASTP) کہا جاتا ہے۔

لسانی طریقہ کار میں سننے اور بولنے کی مشق پر بہت زور دیا جاتا ہے اور قواعد کی براہِ راست تدریس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے اس طریقے کو (AUDIO-LINGUAL) طریقہ بھی کہا جاتا ہے۔

تدریسِ زبان میں ماہر نفسیات اور نفسیاتی لسانیات نے بھی کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں جدید ترین طریقہ جو ماہر نفسیاتی لسانیات جے۔ بی کرول نے پیش کیا ہے اُسے کوڈ۔ پہچان (COGNITIVE CODE) کا طریقہ ہے۔ اس کے مطابق کسی زبان کے سیکھنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسری زبان کے صوتی، قواعدی اور لفظی نمونوں اور ساخت پر شعوری طور سے قدرت حاصل کی جائے۔ یہ طریقہ اگرچہ لسانی تجزیہ کو کام میں لاتا ہے لیکن بنیادی طور سے یہ طلبار کے نقطۂ نگاہ سے زبان سیکھنے کے عمل کو دیکھتا ہے نہ کہ استاد کے۔ ایک لحاظ سے اس طریقے کے اجزا خالص لسانی طریقہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے برعکس ہے۔ جب کہ لسانی طریقے میں قواعد کو بالواسطہ سکھانے کو منع کیا جاتا ہے۔ نفسیاتی طریقہ میں باقاعدہ قواعد کو سکھانے کے لئے ترغیب دی جاتی ہے۔ اس میں اساتذہ کے لئے یہ امر اہم ہے کہ قواعد سکھائیں۔

"طریقۂ تدریس" اور "نظریۂ تدریس" میں فرق کرنا چاہئے۔ عام طور سے اصطلاح طریقہ یا METHOD میں بہت سے نظریئے بھی شامل ہیں۔ مثلاً جدید طریقوں میں "سیدھا طریقہ" یا ڈائرکٹ طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اس میں بہت سے طریقے یا نظریئے شامل ہیں۔ مانٹیسری اور کنڈر گارٹن طریقے بھی جدید طریقے ہیں۔ جس میں بچوں کو کھیلوں کے ذریعہ تعلیم دی جانے کا نظریہ شامل ہے۔ اس میں بچوں کو انفرادی طور سے توجہ دینا شامل ہے۔ اس کے

مطابق بچوں کو چو طرفی تربیت و تعلیم دی جاتی ہے۔

دراصل کوئی بھی طریقہ خالص وہی طریقہ نہیں جو اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے۔ سیدھے طریقے میں ساختی طریقہ شامل ہے۔ نیز لسانی طریقہ بھی سیدھے طریقے کی ایک شکل ہے۔

لسانیات میں تدریسِ زبان کے نقطۂ نگاہ سے مختلف نظریات و تصوّرات

چونکہ تدریس زبان آج کل لسانیات کی نفاذی شاخوں میں ایک اہم شاخ ہے اس لئے ہم ذیل میں وہ اہم نظریات و تصورات پیش کر رہے ہیں جن کا تدریس زبان سے براہِ راست تعلق ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے "تقابلی جائزہ" ہے۔ تقابلی جائزہ سے مراد کسی دو زبانوں کا لسانی طور سے اس طرح کا تجزیہ ہے کہ ان کی آپسی تفرقات اور یکسانیت اُجاگر ہو جائے۔ اس میں ایک زبان عموماً طلبار کی مادری زبان ہوتی ہے اور دوسری زبان وہ بیرونی زبان یا دوسری زبان شامل ہے جس کو کر انھیں سیکھنا ہے۔ دونوں زبانوں کا اس طرح مطالعہ کیا جاتا ہے کہ ان کے لسانی خصوصیات ایک دوسرے کے مقابلے آجائیں تاکہ استاد کو یہ معلوم رہے کہ پڑھاتے وقت کون کون سے اجزا طلبار کے لئے دقت پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس کیلئے استاد پہلے سے تیاری کرے گا۔ نیز ان کے مطابق اپنی مشقیں اور طریقۂ درس متعین کرے گا۔ تقابلی جائزہ کے قاعدے یہ ہیں کہ استاد کو پہلے سے ہی علم ہو جاتا ہے کہ کہاں، کہاں طلبار آسانی سے سمجھ لیں گے اور کہاں کہاں دشواری پیش آئے گی۔ چنانچہ استاد آسان حصوں کو نسبتاً کم وقت دے گا اور مشکل حصوں کو زیادہ وقت دیکر مشق کرائے گا۔ اور اس کے لئے وہ پہلے سے تیاری کر کے مشقیں اور سوالات اور منصوبہ بندی کرے گا۔

تقابلی تجزیئے میں ذیل کی منزلیں شامل ہیں :

۱ - صوتی نظام کا تجزیہ

۲ - مارفیمی نظام کا تجزیہ

۳ - نحوی نظام کا تجزیہ

صوتی نظام کا تجزیہ اور تقابلہ

صوتی نظام کے تجزیئے اور تقابلے کے لئے ہمیں دونوں زبانوں یعنی نشان زبان اور مادری زبان کے مابین ذیل کے قاعدوں کے مطابق جائزہ لیناچاہیئے:-

۱- دونوں زبانوں میں کتنے اور کون کون سے فونیم ہیں - فونیم کی نہ صرف تعداد میں فرق ہو سکتا ہے بلکہ ایک میں موجود فونیم دوسرے میں ممکن ہے کہ موجود نہ ہو - دونوں صورتوں میں زبان سیکھنے میں دقت ہوگی - ذیل میں انگریزی اور اردو کے بند شیئے فونیم کی فہرست دی جارہی ہے - آسانی کے لئے اردو حروف سے ان کو دکھایا گیا ہے -

انگریزی : پ ب ٹ ڈ ک گ

اردو : پ پھ ب بھ ت تھ د دھ ٹ ٹھ ڈ ڈھ ک کھ گ گھ

اوپر کی فہرست سے ظاہر ہے کہ فونیم کی تعداد مختلف ہے - لیکن جو فونیم دونوں میں موجود ہیں وہ بھی اپنی صوتی بنیاد کی وجہ سے مختلف ہو سکتی ہیں - مثلاً اگرچہ انگریزی اور اردو دونوں میں ٹ اور ڈ موجود ہیں لیکن ان کا تلفظ دراصل مختلف ہے - انگریزی میں یہ لثوی ہیں جب کہ اردو میں یہ کوزی ہیں -

۲- دونوں زبانوں کے فونیم میں کتنے ذیلی فونیم ہیں - انگریزی کے /پ/ فونیم میں تین ذیلی فونیم ہیں - جبکہ اردو میں /پ/ فونیم صرف ایک ہی ذیلی فونیم رکھتا ہے -

۳- فونیم اور ذیلی فونیم کی زبان میں تقسیم کیا ہے - فونیم ایک سے بھی ہوں لیکن اگر ان کی تقسیم مختلف ہے تو یہ زبان کو سیکھنے میں دقت پیدا کر سکتی ہے - مثلاً انگریزی

اور اردو دونوں میں کھ موجود ہے لیکن یہ انگریزی میں ذیلی فونیم ہے اور صرف لفظ کے شروع میں استعمال ہوتا ہے جبکہ اردو میں یہ مکمل فونیم ہے اور کسی بھی جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔

صوتی نظام میں مصمتوں کے خوشوں کا مقابلہ اور مصوتوں کے سلسلوں کا مقابلہ بھی شامل ہے۔ اس میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ ایک زبان میں مختلف آوازوں کو کن قاعدوں کے ماتحت جوڑا جا سکتا ہے۔ مثلاً اردو میں الفاظ کے شروع میں مصمتی خوشے نہیں پائے جاتے سوائے نیم مصوتوں کے ساتھ۔ مثلاً "کیاری، پیار، پیاس" وغیرہ میں جبکہ انگریزی میں یہ مصمتی خوشے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ نیز چونکہ آوازوں میں بھی فرق اس لئے مصمتی خوشوں کی تعداد اور قسموں جو دونوں میں زبانوں میں پائے جاتے ہیں فرق ہے۔ مثلاً لفظ کے آخر میں خ ت کا خوشہ اردو میں موجود ہے (ساخت، درخت) وغیرہ میں جب کہ انگریزی میں یہ خوشے نہیں پائے جاتے۔

دونوں زبانوں کا مارفولوجی کی سطح پر تقابلی جائزہ بھی اہم ہے۔ اس میں ذیل کی منزلیں شامل ہیں:۔

۱۔ دونوں زبانوں میں کون کون سے مارفیم کی قسمیں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ کون کون سے ذیلی مارفیم پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی تقسیم میں کیا فرق ہے۔

۳۔ تصریفی اور اشتقاقی مارفیم کون سے ہیں اور ان میں کیا فرق ہیں۔

مارفولوجی میں اہم بات یہ ہے کہ کون سے معنی آزاد مارفیم سے نمائندگی پاتے ہیں اور کون سے معنی پابند مارفیم سے نیز یہ کہ پابند مارفیم میں کون سے تصریفی عمل سے حاصل ہوتے ہیں اور کون سے اشتقاقی عمل سے۔ تصریفی عمل قواعدی رو سے اہم ہوتا ہے اس لئے تصریفی عمل کا جائزہ اور تقابلی مطالعہ بہت اہم ہے۔ مثلاً اردو میں "جنس" ایک تصریفی زمرہ ہے۔ جب کہ انگریزی میں یہ تصریفی زمرہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں جنس کی نمائندگی نہ صرف اسم میں ہوتی ہے بلکہ فعل

اور صفت میں بھی ہوتی ہے۔ جیسے یہ جملہ ظاہر کرتا ہے" اچھی لڑکی پڑھ رہی ہے"۔
اسی طرح تقابلی جائزہ بتاتا ہے کہ انگریزی میں مستقبل کو ایک عمل لفظ سے ظاہر کیا جاتا ہے جب کہ اردو میں یہ تصریفی عمل ہے۔
نحوی سطح پر جملوں میں الفاظ کی ترتیب اور جملوں کی تینوں قسموں یعنی سادے، مخلوط اور مرکب جملوں کا جائزہ شامل ہے۔

تقابلی جائزہ نہ صرف تدریسِ زبان میں معاون ہے بلکہ زبان کے عام اصولوں اور لسانی مطالعہ میں بھی مددگار ہوتا ہے۔ اس لیئے آج کل مختلف زبانوں کا تقابلی جائزہ بہت عام ہے۔ تقابلی جائزہ کے سلسلے میں سب سے پہلے 1957 میں رابرٹ لاڈو انے اپنا نظریہ "LINGUISTICS ACROSS CULTURES" میں پیش کیا۔ لیکن اس کے بعد اس سلسلے میں بہت سے لوگوں نے یوروپین زبانوں کے تقابلی جائزے پیش کیئے ہیں۔

بین زبانی مطالعے

زبان کو سیکھنے کے لیئے جو اصول اور عوامل کام کرتے ہیں اس سلسلے میں دوسرا اہم نظریہ امریکی ماہر لسانیات ل۔ سیلنکر[2] نے 1972 میں ——— "INTERLANGUAGE" کے نام سے پیش کیا۔ اس نظریئے میں استاد کے نقطۂ نگاہ سے نہ دیکھ کر سیکھنے والے یعنی طلبار کے نقطۂ نگاہ زبان کے سیکھنے کے عمل کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ سیلنکر کے مطابق طلبار کی زبان کی ارتقائی منزلیں خود باقاعدگی اور نظام رکھتی ہیں۔ دوسری زبان پر قدرت اور مہارت اتنی مکمل نہیں ہو سکتی جتنی کہ ایک مادری زبان کی حیثیت سے بولنے والا رکھتا ہے۔ دوسری زبان پر مہارت کی بھی منزلیں ہوتی ہیں یعنی زبان سیکھنے کے آغاز پر ایک منزل اور کچھ مدت بعد دوسری منزل اور اسی طرح آگے دوسری منزلیں۔ اور ہر منزل پر ایک باقاعدگی، ایک نظام پایا جاتا ہے۔ اس نظریئے کے مطابق دوسری زبان سیکھنے کے

لئے جو بھی اصول قائم کئے جائیں اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان زبان رویوں کا مطالعہ کریں جو دوسری زبان سیکھنے کی کوشش میں ایک طالب علم مختلف منازل پر ادا کرتا ہے۔

مختلف ماہر لسانیات نے زبان سیکھنے کی مندرجہ بالا منزلوں کو مختلف اصطلاحوں سے حوالہ دیا ہے مثلاً "عبوری قابلیت" (TRANSITIONAL COMPETENCE)، انفرادی بولی (IDIOSYNCRATIC DIALECT)، APPROXIMATIVE SYSTEM اور سیکھنے والے کی زبان"۔

ایک اور نظریہ جو اس زمانہ میں دوسری زبان سیکھنے کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے وہ ڈولے اور برٹ[3] (DULAY AND BURT) کا CREATIVE CONSTRUCTION HYPOTHESIS ہے۔ ڈولے اور برٹ نے مقبول عام نظریہ تقابلی جائزہ کو للکارا اور مداخلت (INTERFERENCE) اور تبادلہ (TRANSFER) کے تصور کو مسترد کر دیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دوسری زبان کا سیکھنا عین قانونی اور باقاعدہ عمل ہے۔ دوسری زبان کے سیکھنے کی منزلیں عالمی یکسانیت رکھتی ہیں اور اس کے اپنے قواعد ہوتے ہیں۔ یعنی دوسری زبان کا سیکھنا پہلی یا مادری زبان کے سیکھنے ہی کے طرح ہے۔

ایک اور نظریہ کراشن (KRASHEN)[4] کا ہے۔ جس میں اس نے مانیٹر ماڈل (MONITOR MODEL) کا تصور پیش کیا ہے۔ کراشن نے زبان کے سیکھنے کے عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک زبان سیکھنے کا شعوری عمل اور دوسرے زبان کو حاصل کرنے کا غیر شعوری عمل۔ اول الذکر (LEARNING) ہے اور دوسری (ACQUISITION) ہے۔ چند نقطۂ نگاہ سے دوسرا عمل زیادہ اہم ہے۔ کراشن نے اس سلسلے میں مانیٹر کا تصور یہ پیش کیا کہ دوران تحریر یا کتب بینی طلباء اپنی زبان کی اڈیٹنگ اور کنٹرول کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح زبان سیکھنے کے لئے باقاعدہ پڑھائی اور کتابوں کے علاوہ دوسرے طریقوں کو زیادہ کارگر

بنایا جا سکتا ہے۔

تیسرا اہم نظریہ شومن کی (SCHULMANN) کا ثقافتیانہ (ACCULTURATION) MODEL) کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ثقافتیانہ سے مراد ہے کہ طلبا اپنے کو سماجی اور نفسیاتی طور سے نشان زبان سے قریب (INTEGRATION) سمجھیں تو زیادہ آسانی اور جلدی زبان سیکھ لیں گے۔ اگر نشان زبان کو مادری زبان کے حیثیت سے بولنے والوں کی تہذیب و ثقافت اور قدریں مثبت زاویہ سے دیکھی جائیں تو طلبا زبان جلد سیکھ لیں گے۔ لیکن اگر اس کو منفی نگاہ سے دیکھا جائے اور پسند نہ کیا جائے تو زبان سیکھنے میں دقت ہوگی۔

*

حواشی

باب ۱

۱۔ ایف سی۔ باکٹ لسانیات کی تعریف یوں کرتا ہے "زبان کے بارے میں منظم علم کو لسانیات کہا جاتا ہے"۔ دیکھیے ان کی کتاب "A COURSE IN MODERN LINGUISTICS 1958 میکملن کمپنی نیویارک۔ ص ۲۔

۲۔ بلاک اور ٹریگر نے اپنی کتاب AN OUTLINE OF LINGUISTIC ANALYSIS میں زبان کی تعریف یوں کی ہے: "A LANGUAGE IS A SYSTEM OF ARBITRARY VOCAL SYMBOLS BY MEANS OF WHICH A SOCIAL GROUP COOPERATES-"

۳۔ کلام (زبانی) کو تحریری زبان پر ترجیح حاصل ہے۔

باب ۲

۱۔ زبان کی آواز ایک ایسی آواز ہے جو اعضائے تکلم کے ذریعہ ایک مخصوص طریقے سے بنائی جاتی ہے اور جس میں کوئی فرق نہیں آتا۔" دیکھیے ڈینیل جونز 1965 "AN OUTLINE OF ENGLISHPHONETICS 8th EDITION CAMBRIDGE: HEFFER.

۲۔ زبان کی آوازوں کو تجربہ گاہ میں کیموگراف یا اسپکٹروگراف وغیرہ آلہ جات کے ذریعہ ریکارڈ کیا جاتا ہے۔

۳۔ 'CARDINAL VOWELS' کو معیاری یا بنیادی مصوتے کہا گیا ہے۔ یہ مصوتے محض مفروضی (HYPOTHETICAL) زبان کے ہیں۔ یہ ڈینیل جونز کی تخلیق ہیں (دیکھیے ان کی کتاب AN OUTLINE OF ENGLISH PHONETICS

حاشیہ ایس) ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کی مدد سے کسی بھی واقعی زبان کے مصوتوں کے بیان اور وضاحت میں آسانی ہو۔

۴۔ گلیسن نے دوہرے مصوتے یا ڈفتھانگ کی تعریف یوں کی ہے: "ڈفتھانگ کو ایسے مصوتے تصور کیا جاسکتا ہے جن کے دورانِ تلفظ میں ان کی خاصیت (quality) میں نمایاں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دو مصوتوں یا ایک مصوتے اور ایک نیم مصوتے کے جوڑ یا سلسلے ہوتے ہیں"۔ دیکھئے H.A. GLEASON JR. کی کتاب، AN INTRODUCTION TO DESCRIPTIVE LINGUISTICS HOLT, RIENHART, WINSTON 1961, p. 254.

باب ۳

۱۔ گلیسن نے فونیم کی تعریف یہ کی ہے" یہ آوازوں کی تنظیم میں وہ کم سے کم حصہ یا FEATURE ہے جس کی مدد سے ایک بات جو اس سے کہی جاسکتی ہے اس کو کسی دوسری بات سے فرق پیدا کیا جاسکتا ہے"۔ دیکھئے کتاب پچھلے حاشیے میں۔ ص 16۔ ایک اور تعریف گلیسن نے فونیم کی یہ دی ہے کہ "فونیم آوازوں کا ایسا مجموعہ ہے جو صوتی اعتبار سے ایک سی ہوتی ہیں اور جو ایک مخصوص تنظیمی بٹوارے میں ہوتی ہیں۔ ص۔ 261۔

باب ۷

۱۔ دیکھئے کتاب N. CHOMSKY 1957SYNTACTICSTRUCTURES, MOUTON.

۲۔ دوسری کتاب N. CHOMSKY 1965 ASPECTS OF THE THEORY OF SYNTAX, M9T, PRESS.

باب ۸

۱۔ سر ولیم جونز نے 1786 میں اپنی ایک مشہور تقریر جو انھوں نے ایشیاٹک

سوسائٹی میں کی تھی میں سب سے پہلے بتایا کہ یونانی، لاطینی، سنسکرت، کلٹک اور جرمنک زبانیں کسی ایک ہی زبان سے نکلی ہیں۔ دیکھئے ASIATIC RESEARCHES, JOURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY, BOMBAY, 1786.

۲- PANINI کی کتاب ASHTADHAYI. جو پندرہ۔بیس صدی قبل مسیح میں لکھی گئی۔

ضمیمہ

۱- ROBERT LADO کی کتاب Linguistics Across Cultures

۲- L. SELINKER کا مضمون INTERLANGUAGE امریکن جریدے 'IRAL' 1972 میں شائع ہوا۔

۳- H.C.DULAY اور M.K. BURT کا مضمون BROWN کی ایڈٹ کی ہوئی کتاب PAPERS IN SECOND LANGUAGE ACQUISITION میں 1976 میں شائع ہوا۔

۴- S.D. KRASHEN کا مضمون 1975 میں Gingras کی ایڈٹ کی ہوئی کتاب SECOND LANGUAGE ACQUISITION AND FOREIGN LANGUAGE TEACHING میں 1978 میں شائع ہوا۔

۵- J.H. SCHUMANN کا مضمون گنگراز کی ہی کتاب میں شائع ہوا۔

*

اصطلاحات

آزاد روپ	FREE FORM
آزادانہ تغیر	FREE VARIATION
آخری کڑی	TERMINAL STRING
آخری مصوتی حذف	APOCOPE
آسٹری زبان	AUSTRIC
آسٹروایشیائی زبان	AUSTRO-ASIATIC
ابتدائی شق	PRIMARY SPLIT
اتصال	JUNCTURE
اٹھاؤ ڈفتانگ	RISING DIPHTHONG
اثر پرستانہ داخلیت پسندی	SUBJECTIVITY
احتیاج روائی	NEED-FILLING
اختراع	CREATION
اختیاری	OPTIONAL
ادغام	MERGER
ادغام۔ تماثل	ASSIMILATION
اشتقاق	DERIVATION
اقلی جوڑا	MINIMAL PAIR
اگلا مصوتہ	FRONT VOWEL
الومارف۔ ذیلی مارفیم	ALLOMORPH
امتزاجی کیفیت	SYNCRETISM
امتیاز	PRESTIGE

امری	DIRECTIVE
بازتحریری قاعدے	REWRITE RULES
بازتراشی	RECUTTING
بازتشکیل	RECONSTRUCTION
بالاسطحی ساخت	SURFACE STRUCTURE
باہمی	RECIPROCAL
بٹوارہ تقسیم	DISTRIBUTION
برجستہ صراحتی	APOSITIVE
بشریات	ANTHROPOLOGY
بل	STRESS
بل دار	STRESSED
بندشیہ	STOP
بنیاد	BASE
بولی	DIALECT
بولی جغرافیہ	DIALECT GEOGRAPHY
بنیادی یا معیاری مصوتے	CORDINAL VOWELS
بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط	INTERNATIONAL PHONETIC ALPHABET
پابند	BOUND
پابند لفظ	CLITIC
پچھلا مصوتہ	BACK VOWEL

تابع	SUBORDINATE
تاریخی	DIACHRONIC/ HISTORICAL
تاریخی لسانیات	HISTORICAL LINGUISTICS
تالوئی	PALATAL
تبادلی تبدیلی	ALTERNATION CHANGE
تبادلی قواعد	TRANSFORMATIONAL GRAMMAR
تبادلہ منتقلی	SHIFT
ترکیب	CONSTRUCTION
ترکیبی تجنیس	CONSTRUCTIONAL HOMONYMITY
ترجیح-برتر	PRECEDE
ترکیب ساخت قاعدے	PHRASE STRUCTURE RULES
ترقی پذیر	PROGRESSIVE
تخفیف کا قاعدہ	CONTRACTION RULE
تجصوتیات	PHONEMICS
تحقیق	RESEARCH
تصوّر	CONCEPT
تصریف	INFLECTION
تطبیق	ADAPTATION
تعلیقیہ	AFFIX
تغیر	ALTERATION
تفریقی	SUBSTRACTIVE
تقلیب	METATHESIS
تقلیل	REDUCTION
تکراری	REDUPLICATIVE
تکملی بٹوارہ	COMPLEMENTARY DISTRIBUTION
تلفّظ	ARTICULATION
تلفّظ کار	ARTICULATOR
توصیفی	ATTRIBUTIVE
توسیع	EXPANSION
تہہ نشین ساخت / گہری ساخت	DEEP STRUCTURE
ثانوی بل	SECONDARY STRESS
ثانوی شق	SECONDARY SPLIT
ثقافتی مستعاریت	CULTURAL BORROWING
ثلاثی بل	TERTIARY STRESS
جار مقدم	PREPOSITION
جار موخر	POSTPOSITION
جڑواں مصوتہ	DIPHTHONG
جزو	CONSTITUENT
جزوی	PARTIAL
جزو متصل	IMMEDIATE CONSTITUENT
چینی تبتی	SINO-TIBETAN
چوٹی	PEAK
حاجت روائی	NEED-FILLING
حذف	DELETION, LOSS
حذف صوت رکن	HAPLOLOGY
حالت	CASE
خاص بل	PRIMARY STRESS

خاصیت خصوصیت	CHARACTER ISTIC
خبری	PREDICATIVE
خودکار	AUTOMATIC
خوداختیاری	ARBITRARY
خفیف مصوتہ	SHORT VOWEL
خوشہ دری	ANAPTYXIS
درون مرکزی ترکیب	INDO-CENTRIC CONSTBUCTION
داخلی جملہ	INSERT SENTENCE
داخلی حوالہ	CROSS-REFERENCE
داخلی کھلا اتصال	INTERNAL OPEN JUNCTURE
دخلیہ	INTERLUDE
درمیانی حذف	SYNCOPE
دستکی	FLAPPED
دراوڑ زبان	DRAVIDIAN
درونِ مرکزی ترکیب	ENDOCENTRIC CONSTRUCTION
دنتی	DENTAL
دولبی	BILABIAL
ربطی	CONNECTIVE
رجعی	REGRESSIVE
رجعی تشکیل	BACK FORMATION
رسم الخط	SCRIPT
ذیلی صورت۔ ذیلی فونیم	ALLOPHONE
سابقہ	PREFIX
ساخت۔ ڈھانچہ	STRUCTURE
سادہ معروف اقراری اعلانیہ	SIMPLE ACTIVE AFFIRMATIVE DECLARATIVE SENTENCE (SAAD)
ساق	STEM
سُرلہر	INTONATION
سمعی صوتیات	ACOUSTIC PHONETICS
سیمیٹک زبان	SEMETIC
شاخ شجری	BRANCHING TREE DIAGRAM
شرائط استعمال	CONDITIONS OF OCCURRENCE
شق	SPLIT
صرف	MORPHOLOGY
صفیری	FRICATIVE
صوت	PHONE
صوتی تار	VOCAL CORDS
صوتی رسمِ خط	PHONETIC SCRIPT
طریقِ تلفظ	MANNER OF
طویل مصوتہ	LONG VOWEL
عاریت	LOAN
عبرانی	HEBREW
عطفی	COORDINATE
عقب۔لثوی	PLATO-ALVEOLAR
عمودی ترتیب	HIERARCHY
عمل	PROCESS
غصبی	SUPPLETIVE
غنائیے	NASALS

غنائیت	NASALISATION
غیر مسموع	VICELESS
غیر ہکاری	UNASPIRATED
فاعلی حالت	NOMINATIVE CASE
فنِ خطابت	RHETORIC
فنواگرک	CINNO-UGRIC
فننی	FINNISH
فعل لازم	INTRANSITIVE VERB
فعل متعدی	TRANSITIVE VERB
فونیم	PHONEME
قالبی جملہ	MATRIX SENTENCE
قرض دہندہ زبان	DONOR LANGUAGE
قطعہ	SEGMENT
قلیل ترین آزاد روپ	MINIMUM FREE FORM
کثیر اجزا	MULTIPLE CONSTITUENTS
کھلا سنگم۔ کھلا اتصال	OPEN JUNCTURE
گراوٹ ڈفتانگ	FALLING DIPHTHONG
گردان	PARADIGM
گلوئی	GLOTTAL
گہری عاریت	INTIMATE BORROWING
گونج دار	SONOROUS
لازمی	OBLIGATORY
لاحقہ	SUFFIX
لب دنتی	LABIODENTAL
لفظی پابند	LEXICALLY BOUND
لفظیہ	LEXEME
لہاتی	UVULAR
مابعد	FOLLOWING
مادہ	ROOT
مارفیم	MORPHEME
مارفیمی پابند	MORPHEMICALLY BOUND
مارفوفونیمیات	MORPHO-PHONEMICS
ماقبل زبان	PROTOLANGUAGE
ماقبل	PRECEDING
مبدل	REPLACIVE
مبہم	AMBIGUITY
متابعت	GOVERNMENT
متبادل	ALTERNANTS
مرکب	COMPOUND
مخلوط	COMPLEX
مخرج الصوت	LARYNX
مرکز۔ سر	CENTRE OR HEAD
مستعار جملہ	LOAN SENTENCE
مستعار ترجمہ	LOAN TRANSLATION
مستعار ملاوٹ	LOAN BLEND
مستعار الفاظ	LOAN WORDS
مسوڑا	ALVEOLA
مصمتہ	CONSONANT

مصمتی خوشہ	CONSONANT CLUSTER
مصوتہ	VOWEL
مطابقت	CONCORD
منظر	PHENOMENON
معنیات	SEMANTICS
معنی منتقلی	LOAN SHIFT
معادن	AUXILLIARY
معکوسی	REFLEXIVE OR RETROFLEX
مغز جملہ	KERNEL SENTENCE
مغز لڑی	KERNEL STRING
مغائرت	DISSIMILATION
مفروضہ	HYPOTHESIS
مفعولی	OBJECTIVE/OR ACCUSATIVE
مقامِ تلفظ	POINT OF ARTICULATION
مکمّل۔ کلی	COMPLETE
ملایو پولینیشین زبان	MALAYO-POLYNESIAN
مماثلتی اختراع	ANALOGICAL CREATION
مماثلتی تبدیلی	ANALOGICAL CHANGE
مُنڈا زبان	MUNDA
موصولی فقرہ	RELATIVE CLAUSE
مون کھمیر زبان	MON-KHMER
نرم تالو	VELAR
نحو	SYNTAX
نحوی عمل	SYNTACTIC DEVICE
نسبی درجہ بندی	GENEALOGICAL CLASSIFICATION
نشان گر	MARKER
نظم و ترتیب	SYSTEMATICNESS
نیم مصوتہ	SEMI-VOWEL
واحدی	SINGULARY
واقعیت پسندی	OBJECTIVITY
وسطیہ	INFIX
وسطی مصوتہ	CENTRAL VOWEL
وسعت	SCOPE
وصلی جملہ	COPULATIVE SENTENCE
وضاحت	EXPLICITNESS
ہکاری	ASPIRATED
ہکاریت	ASPIRATION
ہم صوت	HOMOPHONOUS
ہم مخرج	HOMORGAMIC
ہند یوروپی	INDO-EUROPEAN
یک زمانی	SYNCHRONIC

ڈاکٹر اقتدار حسین خاں نے انگریزی ادب میں ۱۹۶۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور ۱۹۷۰ء میں دہلی یونیورسٹی سے لسانیات میں ایم۔اے کیا۔ دونوں ہی ڈگریاں فرسٹ ڈویژن میں حاصل کیں۔ ۱۹۸۵ء میں انھوں نے "معیاری اُردو اور ہندی کا تقابلی مطالعہ" پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے لسانیات میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء میں ان کا تقرر علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات میں بحیثیت لکچرر ہوا۔ اور ۱۹۷۹ء میں ان کو ریڈر بنایا گیا۔ اِس طرح وہ پندرہ سال سے لسانیات میں تحقیق و مطالعے سے وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر اقتدار حسین کی ایک کتاب "اُردو صرف و نحو" حال ہی میں ترقی اردو بیورو وزارتِ تعلیم، نئی دہلی نے شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے کئی مضامین و مقالات لکھے ہیں جو مختلف علمی و تحقیقی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کے خاص دلچسپی کے موضوع قواعد، لسانیات اور تدریسِ زبان، اسلوبیات اور توضیحی لسانیات ہیں۔

ہماری خاص مطبوعات

ناول اور افسانے

آنگن (ناول)	خدیجہ مستور	۲۰/-
خدا کی بستی (ناول)	شوکت صدیقی	۳۵/-
چار ناولٹ (ناولٹ)	قرۃ العین حیدر	۳۰/-
روشنی کی رفتار (افسانے)	"	۳۰/-
آخر شب کے ہمسفر (ناول)	"	۳۵/-
بیلسر (افسانے)	حمیدہ سلطان	۲۰/-
انتظار حسین اور ان کے افسانے	مرتبہ گوپی چند نارنگ	۳۰/-
چوٹیں (افسانے)	عصمت چغتائی	۲۰/-
ضدی (ناولٹ)	"	۱۲/-
ہمارے پسندیدہ افسانے	مرتبہ ڈاکٹر اطہر پرویز	۱۵/-
بیدی اور ان کے افسانے	"	۲/-
اردو کے تیرہ افسانے		۶/-
منٹو کے نمائندہ افسانے		۱۲/-
کرشن چندر اور ان کے افسانے	"	۳۰/-
پریم چند کے نمائندہ افسانے	مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس	۱۳/-
نمائندہ مختصر افسانے	مرتبہ محمد طاہر فاروقی	۶/-

سرسید

سرسید ایک تعارف	پروفیسر خلیق احمد نظامی	۲/-
سرسید اور علی گڑھ تحریک	"	۳۵/-
سرسید اور ہندوستانی مسلمان	ڈاکٹر نور الحسن نقوی	۲۰/-
انتخاب مضامین سرسید	آل احمد سرور	۶/-
علامہ سرسید احمد خاں	عبدالحق	۱۵/-

لسانیات و جمالیات

اردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۱۲/۵۰
اردو لسانیات	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۱۲/-
جمالیات، شرق و غرب	پروفیسر ثریا حسین	۲۰/-
اردو میں جمالیاتی اقدار	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۱۰/-

مثنوی

اردو مثنوی کا ارتقا	عبدالقادر سروری	۱۲/-
انتخاب مثنویات اردو	مغیث الدین فریدی	۹/-
مثنوی گلزار نسیم	ظہیر صدیقی	۶/۵۰
مثنوی سحر البیان		۶/-

اقبالیات

کلیات اقبال (اردو)	صدی ایڈیشن	۲۵/-
اقبال معاصرین کی نظر میں	وقار عظیم	۵۰/-
اقبال بحیثیت شاعر	رفیع الدین ہاشمی	۳۵/-
اقبال کی اردو نثر	عبادت بریلوی	۲۰/-
اقبال شاعر اور فلسفی	وقار عظیم	۲۰/-
فکر اقبال	خلیفہ عبدالحکیم	۵۰/-
شکوہ جواب شکوہ (مع شرح)	علامہ اقبال	۳/-
بانگ درا عکسی	"	۱۲/-
بال جبریل	"	۱۰/-
ضرب کلیم	"	۱۰/-
ارمغان حجاز (اردو)	"	۳/۵۰

غالبیات

غالب، تقلید اور اجتہاد	پروفیسر محمد ضیاء الاسلام	۲۰/-
غالب، شخص اور شاعر	مجنوں گورکھپوری	۱۵/-
دیوان غالب	نورالحسن نقوی	۱۲/-
فلسفۂ غالب	احمد رضا	۱۰/-

فیض

کلام فیض عکسی	فیض احمد فیض	۳۰/-
نقش فریادی	"	۶/-
دست صبا	"	۶/-
زنداں نامہ	"	۶/۵۰
دست تہ سنگ	"	۶/-

ڈرامے

اردو ڈرامہ کا ارتقا	عشرت رحمانی	۱۰/-
اردو ڈرامہ، تاریخ و تنقید	"	۳۰/-
یونانی ڈرامہ	جمیل احمد صدیقی	۲۰/-
آغا حشر اور ان کے ڈرامے	انجمن آرا	۳۰/-
انارکلی	مقدمہ: ڈاکٹر محمد حسن	۹/-
آگرہ بازار	حبیب تنویر	۵/-
شطرنج کے مہرے	"	۹/-

ادب و تنقید

ترقی پسند ادبی تحریک	خلیل الرحمٰن اعظمی	۳۵/-
شرح دیوان فانی	ڈاکٹر افتخار بیگم صدیقی	۵۰/-
تنقیدیں	پروفیسر محمد ضیاء الاسلام	۳۰/-
شناسا چہرے	ڈاکٹر محمد حسن	۱۵/-
ادبی تحقیق مسائل و تجزیہ	رشید حسن خاں	۲۵/-
تنقیدی تناظر	ڈاکٹر قمر رئیس	۲۰/-
پریم چند شخصیت اور کارنامے	"	۳۵/-
اصناف اردو ادب	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۳۲/-
امیر مینائی	ڈاکٹر فضل امام	۱۶/-
چہرہ بہ چہرہ	ڈاکٹر ابن فرید	۲۵/-
میں، ہم اور ادب	"	۲۰/-
غزل کا نیا منظرنامہ	شمیم حنفی	۱۰/-
اردو قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ام ہانی	۳۵/-
کلاسکیت و رومانیت	"	۱۲/-
نثر، نظم اور شعر	منظر عباس نقوی	۶/۵۰
ادب کا مطالعہ	ڈاکٹر اطہر پرویز	۲۰/-
ادب اور زندگی	مجنوں گورکھپوری	۲۰/-
ناول کا فن	ابوالکلام قاسمی	۱۵/-
اردو ادب کی تاریخ	عظیم الحق جنیدی	۱۶/-
ادبی تنقید کے اصول	مترجم اشفاق محمد خاں	۱۲/-
باغ و بہار	مقدمہ سلیم اختر	۱۲/-
موازنہ انیس و دبیر	مقدمہ ڈاکٹر فضل امام	۱۲/-
مقدمہ شعر و شاعری	مقدمہ ڈاکٹر وحید قریشی	۱۲/۵۰
امراؤ جان ادا	مقدمہ تمکین کاظمی	۱۲/-
مجموعہ نظم حالی	مقدمہ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۶/۵۰
آج کا اردو ادب	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۹/-
جدید شاعری	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۳۶/-
غزل اور مطالعۂ غزل	"	۳۶/-

داستان سے افسانے تک	وقار عظیم	۲۰/-
نیا افسانہ	"	۲۰/-
شہرت کی خاطر	انور صدیقی	۱۶/-
اردو میں [illegible] ادب	[illegible]	۲۰/-
ستارہ یا بادبان	محمد حسن عسکری	۱۵/-
انسان اور آدمی	"	۱۰/-
غزل کی سرگزشت	اختر انصاری	۱۲/-
قرۃ العین حیدر اور ان کے ناول	پروفیسر عبدالسلام	۲/-
مرزا رسوا اور جدید اردو ناول	"	۵/-
تنقیدی داستان	سلیم اختر	۱۵/-
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ باغ و بہار	"	۱۵/-
باغ و بہار تحقیق و تنقید کے آئینہ میں	"	۶/-
منٹو کا فن	وقار عظیم	۹/-
آب حیات کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ	سید سجاد	۱۲/-
مقدمہ آب حیات	مولانا محمد حسین آزاد	۴/۵۰
مولوی نذیر احمد کی کہانی	مرزا فرحت اللہ بیگ	۳/۵۰
حسرت موہانی	طلعت سلطانہ	۶/-

سیاسیات و تاریخ

دنیا کی حکومتیں (ورلڈ کانسٹی ٹیوشن)	محمد نجم الدین جلالی	۴۰/-
تاریخ افکار سیاسی (ہسٹری آف پولیٹیکل تھاٹ)	"	۶/-
جمہوریت ہند (کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا)	"	۱۵/-
مبادی سیاسیات (پرنسپلز آف پالیٹکس)	"	۱۲/-
مبادیات علم معیشت (پرنسپلز آف اکنامکس)	"	۶/۵۰
اسلامی تاریخ	اے۔ اے۔ ہاشمی	۵/-

متفرق

[illegible]	ڈاکٹر محمد عارف خاں	۲۵/-
جدید تعلیمی مسائل	ڈاکٹر ضیاء الدین علوی	۱۲/-
اصول تعلیم	"	۱۶/-
عام معلومات	"	۶/-
ایجادات کی کہانی		۶/-
جدید علم ریاضی	حمایت حسین	۱۰/-
رہبر صحت	نصرت نانی	
تعلیمی کلیات کے تقاضے		۵/-
علم خانہ داری		۹/-
بچوں کی تربیت		۹/-
گلدستۂ مضامین و انشا پردازی	ڈاکٹر محمد عارف خاں	۹/-
اردو صرف	ڈاکٹر انصار اللہ	۳/۵۰
اردو نحو	"	۳/۷۵
فیروز اللغات جیبی (عکسی)		۱۰/-
فیروز اللغات اردو جدید (انگریزی)		۳۰/-
[illegible] (ہندی کے ذریعہ اردو سیکھئے)		۳/۵۰
انگلش ٹرانسلیشن، کمپوزیشن اینڈ گرامر	ایم۔ اے۔ مجید	۸/-

ایجوکیشنل بک ہاؤس

مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱